

فُنُكُلَانِي خَاكِ كِبْرَانِي

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیم

Handwritten text, possibly a signature or name, in Urdu script.

Handwritten text, possibly a name or title, in Urdu script.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خُفَّتْ كَانُ فَاكِ كِبْرَاتِ

”آسمان ہیں اس زمیں میں مجو خواب“

تُفْتِگَانِ خَاکِ گُجْرَاتِ

(ضلع گجرات میں مدفون مشاہیر کے حالات و الواج قبور)



ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ

بی۔ ایس۔ سی، ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

ایم۔ اے اردو، ایم۔ اے پنجابانی

سلیچ پبلیکیشنز ○ گجرات (پاکستان)

سلیچ پبلیکیشنز نمبر 1
جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

عالمی معیاری کتاب نمبر ISBN 969-8353-00-3

نام کتاب: خفتگانِ خاکِ گجرات
مؤلف: ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیم
موضوع: تذکرہ ووفیات نگاری
صفحات: ۳۲۰ صفحات
بار: اول
تعداد: تین سو

تاریخ اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۶ء - / جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ
مطبع: پریمیسٹر پرنٹرز لاہور

کیلی گرافی: محمد اسلم مرزا، گجرات فون: 512478
سرورق: فارمٹ ڈیزائنرز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت: ۳۰۰ روپے

ناشر

سلیچ پبلیکیشنز

لوراں - گجرات (پاکستان)

پروفیسر حامد حسن سید

اور ان کے تلمیذ رشید

ریاض مفتی

کے نام

موت سب سے بڑا وعظ ہے

(حدیث نبویؐ)

میں کہ مری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سہراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

(اقبالؒ)

ترتیبِ کارواں

(بلحاظِ حروفِ تہجی)

۵۵	۱۹۔ بابا جنگو شاہ	☆ جس کارواں (پیش لفظ از مؤلف) ۱۳
۵۷	۲۰۔ حکیم چراغ علی ایڈووکیٹ	
۵۸	۲۱۔ میاں حبیب اللہ فقیر درزی	
۵۹	۲۲۔ مولوی حفیظ اللہ قادری	
۶۲	۲۳۔ چودھری حمید اللہ خاں	
۶۵	۲۴۔ مفتی حمید اللہ	
۶۶	۲۵۔ حکیم خدا بخش حاذق	
۶۷	۲۶۔ دتے شاہ	
۶۹	۲۷۔ راج محل بیگم اور نگزیب عالمگیر	
۷۲	۲۸۔ سائیں رحمت اللہ رحمت	
۷۴	۲۹۔ سائیں رحمت علی چڑیا دلہ	
۷۶	۳۰۔ مولانا رحمت علی خاں سامی	
۷۸	۳۱۔ حکیم پیر سید رشید الدولہ	
۸۰	۳۲۔ ملکہ موسیقی روشن آراہ بیگم	
۸۲	۳۳۔ میجر سید ریاض منظور شہید	
۸۴	۳۴۔ زینب بی بی زوجہ ڈاکٹر عطا محمد	
۸۵	۳۵۔ مولوی سلام اللہ شایق	
۸۷	۳۶۔ حضرت قاضی سلطان محمود	
۸۹	۳۷۔ خواجہ سنار اللہ پیر خرابات	
۹۱	۳۸۔ حکیم سوہنے شاہ	
۹۲	۳۹۔ سہیل جیلانی تبسم	
۹۴	۴۰۔ حافظ سید علی نقشبندی	
۹۵	۴۱۔ حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی	
		حصہ اول : رُوحِ کارواں
		حیات والواحِ قبور
		۱۔ احسان الحق سلیمانی
		۲۔ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری
		۳۔ پیر سید حاجی احمد شاہ
		۴۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی
		۵۔ حکیم سید ارشاد
		۶۔ علامہ اصغر علی روحی
		۷۔ نوابزادہ اصغر علی خاں
		۸۔ پروفیسر سید اکبر علی شاہ
		۹۔ شیخ اللہ داد سری
		۱۰۔ غازی اللہ دتہ شہید
		۱۱۔ ڈاکٹر شیخ اللہ دتہ طالب کجہاہی
		۱۲۔ استاد امام دین گجراتی
		۱۳۔ علامہ سید امداد حسین کاظمی
		۱۴۔ سید ابوالکمال برق نوشاہی
		۱۵۔ پیر بہاؤن شاہ
		۱۶۔ پیر محمد سحیار
		۱۷۔ ملک جمر تھ کھوکھر
		۱۸۔ حکیم سید جملے شاہ

- ۶۸۔ غضنفر حسین میر ایڈووکیٹ ۱۴۲
- ۶۹۔ صاحبزادہ غلام دستگیر نقشبندی ۱۴۳
- ۷۰۔ صاحبزادہ غلام ربّانی ۱۴۵
- ۷۱۔ پیر غلام سرور شاہ عباسی الہاشمی ۱۴۷
- ۷۲۔ پیر غلام عباس ۱۴۹
- ۷۳۔ غلام غوث صمدانی ۱۵۰
- ۷۴۔ مولانا غلام قادر اشرفی ۱۵۲
- ۷۵۔ مولوی غلام قادر ۱۵۴
- ۷۶۔ صوفی غلام قادر نقشبندی ۱۵۶
- ۷۷۔ کیپٹن ڈاکٹر شیخ غلام محمد ۱۵۷
- ۷۸۔ شیخ غلام محمد احمد ۱۵۹
- ۷۹۔ میاں غلام محمد سہروردی ۱۶۰
- ۸۰۔ حکیم غلام مصطفیٰ ۱۶۲
- ۸۱۔ حکیم سید غلام نبی ۱۶۵
- ۸۲۔ غنیمت کنجاہی ۱۶۶
- ۸۳۔ خواجہ فرد فقیر ۱۶۹
- ۸۴۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمن ۱۷۱
- ۸۵۔ فضل الہی چوہدری ۱۷۳
- ۸۶۔ پیر فضل حسین فضل گجراتی ۱۷۵
- ۸۷۔ خانصاحب پروفیسر قاضی فضل حق ۱۷۷
- ۸۸۔ سر فضل علی ۱۷۹
- ۸۹۔ مولوی فضل میراں ۱۸۱
- ۹۰۔ سائین فیروز الدین نگین ۱۸۲
- ۹۱۔ بابا فیروز خان ۱۸۳
- ۹۲۔ قربان طاہر ۱۸۴
- ۹۳۔ خانصاحب ملک کرم الدین ۱۸۵
- ۹۹۔ حافظ شمس الدین گلیانوی ۹۹
- ۱۰۰۔ مولوی صالح محمد کنجاہی ۱۰۰
- ۱۰۲۔ سید صالح محمد گیلانی قادری ۱۰۲
- ۱۰۴۔ پیر سید ظفر علی شاہ عباسی الہاشمی ۱۰۴
- ۱۰۵۔ چوہدری ظہور الہی ۱۰۵
- ۱۰۶۔ عالم لوہار ۱۰۶
- ۱۰۷۔ قاضی عبدالحق (جلالپور جٹاں) ۱۰۷
- ۱۰۸۔ کرنل عبدالرحمن شہید ستارہ جرات ۱۰۸
- ۱۱۰۔ حکیم عبدالرحیم جمیل ۱۱۰
- ۱۱۳۔ شاہ عبدالعزیز بشندوری ۱۱۳
- ۱۱۵۔ خان بہادر شیخ عبدالعزیز ۱۱۵
- ۱۱۷۔ مولانا عبدالغفور اسلم جاندھری ۱۱۷
- ۱۱۸۔ خان بہادر سردار عبدالغفور ڈرانی ۱۱۸
- ۱۱۹۔ ڈاکٹر عبدالغنی جلالپوری ۱۱۹
- ۱۲۲۔ سید عبدالقادر قادری کلانوری ۱۲۲
- ۱۲۴۔ مولوی عبدالکریم قلعداری ۱۲۴
- ۱۲۵۔ حکیم عبداللطیف عارف ۱۲۵
- ۱۲۷۔ مولوی شیخ عبداللہ ۱۲۷
- ۱۲۹۔ مولوی عبداللہ سلیمانی کنجاہی ۱۲۹
- ۱۳۰۔ علامہ عبدالملک کھوڑوی ۱۳۰
- ۱۳۲۔ میر عزیز اللہ فاروقی ۱۳۲
- ۱۳۳۔ میجر عزیز بھٹی شہید نشان حیدر ۱۳۳
- ۱۳۵۔ شیخ عطا اللہ دکیل ۱۳۵
- ۱۳۷۔ خان بہادر ڈاکٹر شیخ عطا محمد ۱۳۷
- ۱۳۹۔ قاضی عطا محمد گجراتی ۱۳۹
- ۱۴۱۔ حافظ عنایت اللہ الاثری ۱۴۱

- ۲۳۱ - ۱۲۰۔ ملک محمد عبدالرفیع
- ۲۳۲ - ۱۲۱۔ الحاج محمد علی
- ۲۳۳ - ۱۲۲۔ مولانا محمد فضل حق
- ۲۳۶ - ۱۲۳۔ میاں محمد فیروز الدین
- ۲۳۸ - ۱۲۴۔ حکیم محمد مختار اشرفی
- ۲۴۰ - ۱۲۵۔ سید محمد معصوم شاہ نوری
- ۲۴۲ - ۱۲۶۔ خواجہ محمد معصوم آف موہری
- ۲۴۴ - ۱۲۷۔ شیخ محمد ممتاز فاروقی
- ۲۴۵ - ۱۲۸۔ محمد نصر اللہ خاں خازن
- ۲۴۶ - ۱۲۹۔ صاحبزادہ سید محمد یوسف نقشبندی
- ۲۴۷ - ۱۳۰۔ میاں محمد یوسف محی الدین
- ۲۴۹ - ۱۳۱۔ سید محمود شاہ گجراتی
- ۲۵۱ - ۱۳۲۔ مفتی مختار احمد نعیمی
- ۲۵۳ - ۱۳۳۔ نوابزادہ مہدی علی خاں
- ۲۵۴ - ۱۳۴۔ سید میراں محمد فاضل
- ۲۵۵ - ۱۳۵۔ سید میراں یحییٰ
- ۲۵۷ - ۱۳۶۔ مولوی نجف علی عاصی
- ۲۵۸ - ۱۳۷۔ پیر سید نصیب علی شاہ گردیزی
- ۲۶۰ - ۱۳۸۔ مرزا نصیر الدین بیگ، شہید عشق
- ۲۶۱ - ۱۳۹۔ صوفی نواب دین آف موہری
- ۲۶۳ - ۱۴۰۔ مولوی نور الدین انور
- ۲۶۵ - ۱۴۱۔ حافظ نور الدین چکوڑوی
- ۲۶۷ - ۱۴۲۔ پیر نیک عالم (کلاچور)
- ۲۶۸ - ۱۴۳۔ مولانا نیک عالم قادری
- ۲۶۹ - ۱۴۴۔ پیر سید ولایت علی شاہ
- ۲۷۱ - ۱۴۵۔ سردار بہادر ڈپٹی یار محمد خاں ڈرانی
- ۱۸۷ - ۹۴۔ سائیں کرم الہی (کانوالی سرکار)
- ۱۸۹ - ۹۵۔ مولوی کریم بخش قادری
- ۱۹۰ - ۹۶۔ حضرت گل پیر و خلفار
- ۱۹۱ - ۹۷۔ خواجہ گوہر الدین احمد
- ۱۹۳ - ۹۸۔ صاحبزادہ قاضی محبوب عالم
- ۱۹۵ - ۹۹۔ قاضی محمد اسلم
- ۱۹۶ - ۱۰۰۔ ملک محمد اشرف
- ۱۹۸ - ۱۰۱۔ جنرل محمد افضل فاروقی
- ۲۰۰ - ۱۰۲۔ میاں محمد اکبر
- ۲۰۱ - ۱۰۳۔ خواجہ محمد امین
- ۲۰۳ - ۱۰۴۔ میاں محمد بوٹا شاعر گجراتی
- ۲۰۵ - ۱۰۵۔ خواجہ سید محمد چراغ
- ۲۰۷ - ۱۰۶۔ مولانا سید محمد حبیب اللہ
- ۲۰۸ - ۱۰۷۔ خواجہ محمد حسن نقشبندی
- ۲۱۰ - ۱۰۸۔ خان بہادر محمد حیات خاں ڈرانی
- ۲۱۲ - ۱۰۹۔ خانصاحب ڈاکٹر محمد حیات خاں
- ۲۱۳ - ۱۱۰۔ حاجی محمد دین قادری
- ۲۱۵ - ۱۱۱۔ کیپٹن محمد رمضان تبتم قریشی
- ۲۱۷ - ۱۱۲۔ خان بہادر محمد زمان خاں گوندل
- ۲۱۸ - ۱۱۳۔ الحاج چوہدری محمد سرفراز خاں
- ۲۲۰ - ۱۱۴۔ شیخ محمد سلیم ہاشمی
- ۲۲۲ - ۱۱۵۔ ملا محمد صالح گجراتی
- ۲۲۴ - ۱۱۶۔ ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق
- ۲۲۶ - ۱۱۷۔ ڈاکٹر شیخ محمد عالم
- ۲۲۷ - ۱۱۸۔ مولوی محمد عالم قلعداری
- ۲۲۹ - ۱۱۹۔ محمد عالم کھوڑوی و صاحبزادگان

حصہ دوم : پسِ کارواں

مختصر و فیات

۲۷۹	۲۲۔ سائیں رحیم خاں		
۲۷۹	۲۳۔ قاضی رضی الدین کنجاہی		
۲۷۹	۲۴۔ سیدہ سردار بی بی		
۲۷۹	۲۵۔ پیر سکندر شاہ		
۲۷۹	۲۶۔ علامہ سید احمد ناظم		
۲۸۰	۲۷۔ سید شبیر حسین شاہ	۲۷۵	۱۔ آفتاب مفتی
۲۸۰	۲۸۔ مولوی شرف علی نوشاہی	۲۷۵	۲۔ حافظ میاں احمد جی (شاد یواں)
۲۸۰	۲۹۔ شریف شعلہ	۲۷۵	۳۔ سائیں احمد خاں (عالمگڑھ)
۲۸۰	۳۰۔ مولوی شکر اللہ	۲۷۵	۴۔ میاں اعجاز نبی
۲۸۰	۳۱۔ ماسٹر طالع محمد	۲۷۵	۵۔ حاجی الطاف حسین
۲۸۱	۳۲۔ نوابزادہ ظفر مہدی	۲۷۶	۶۔ سائیں اللہ دتا
۲۸۱	۳۳۔ سید عباد اللہ شاہ	۲۷۶	۷۔ شیخ اللہ دتار یس گجرات
۲۸۱	۳۴۔ خواجہ عبدالرحیم	۲۷۶	۸۔ مولوی امان اللہ
۲۸۱	۳۵۔ سید عبدالشکور شاہ	۲۷۶	۹۔ سید امداد حسین شاہ
۲۸۱	۳۶۔ چوہدری عبدالغنی خاں گوندل	۲۷۶	۱۰۔ مولوی بدر الدین (گولیکئی)
۲۸۲	۳۷۔ عبدالقدیر نعمانی	۲۷۶	۱۱۔ حکیم برکت علی ہاشمی
۲۸۲	۳۸۔ عظمت اللہ شیخ	۲۷۷	۱۲۔ الحاج میاں برکت علی
۲۸۲	۳۹۔ علی احمد گوندل	۲۷۷	۱۳۔ مفتی بشارت احمد نیر
۲۸۲	۴۰۔ قاضی عنایت اللہ	۲۷۷	۱۴۔ مولوی شہار اللہ گلیانوی
۲۸۲	۴۱۔ کپتان غلام احمد خاں	۲۷۷	۱۵۔ پیر جعفر شاہ
۲۸۲	۴۲۔ سید غلام حسین شاہ	۲۷۸	۱۶۔ لیفٹیننٹ حسن محمد خان بہادر
۲۸۳	۴۳۔ صاحبزادہ سید غلام دستگیر	۲۷۸	۱۷۔ سید حیدر جیلانی
۲۸۳	۴۴۔ سید غلام شاہ وکیل	۲۷۸	۱۸۔ حافظ خان محمد قلعداری
۲۸۳	۴۵۔ غلام غوث	۲۷۸	۱۹۔ خورشید عالم بھٹی
۲۸۳	۴۶۔ غلام محی الدین کنجاہی	۲۷۸	۲۰۔ خوشی محمد کنجاہی
۲۸۳	۴۷۔ غلام مصطفیٰ	۲۷۹	۲۱۔ حافظ سید ذوالفقار علی شاہ

۲۸۷	۷۲- محمد زبیر شہید	۲۸۳	۴۸- مولوی فضل احمد قلعداری
۲۸۸	۷۳- محمد سرور خاں دُرّانی	۲۸۳	۴۹- مولانا فضل الہی
۲۸۸	۷۴- سید محمد شفیع شاہ وکیل	۲۸۴	۵۰- میاں فضل الہی پگانوالہ
۲۸۸	۷۵- پیر محمد عالم نقشبندی	۲۸۴	۵۱- سید فضل حسین شاہ اجمیری
۲۸۸	۷۶- حافظ محمد عالم	۲۸۴	۵۲- سید فضل حسین شاہ (کھیپر انوالہ)
۲۸۸	۷۷- محمد عمر گجراتی	۲۸۴	۵۳- مولوی فضل حق ٹھمکوی
۲۸۸	۷۸- محمد قاسم ابوالوفا	۲۸۴	۵۴- صوفی فضل کریم نقشبندی
۲۸۹	۷۹- مولوی شیخ مسعود	۲۸۵	۵۵- مولانا فضل کریم
۲۸۹	۸۰- پیر مقبول حسین شاہ	۲۸۵	۵۶- مولوی کلیم اللہ مچھیانوی
۲۸۹	۸۱- ڈاکٹر کرنل سید مظہر حسین شاہ	۲۸۵	۵۷- شیخ کمال الدین
۲۸۹	۸۲- سید منظور حسین شاہ	۲۸۵	۵۸- محمد آصف باڈی بلڈر
۲۸۹	۸۳- چوہدری مولاداد	۲۸۵	۵۹- مولوی محمد ابراہیم کنجاہی
۲۸۹	۸۴- مس مہر افروز دُرّانی	۲۸۵	۶۰- میاں محمد اصغر
۲۹۰	۸۵- سید نادر حسین شاہ قلندری	۲۸۶	۶۱- سید محمد اقبال سہیڈ ماسٹر
۲۹۰	۸۶- مفتی نادر	۲۸۶	۶۲- ڈاکٹر محمد اکرم مرزا
۲۹۰	۸۷- نلنگے شاہ	۲۸۶	۶۳- محمد انور سماں
۲۹۰	۸۸- شیخ نبی بخش	۲۸۶	۶۴- شیخ محمد بشیر
۲۹۰	۸۹- مولوی نجم الدین فائز	۲۸۶	۶۵- سید محمد بقار اللہ
۲۹۰	۹۰- سید نذیر حسین گیلانی	۲۸۶	۶۶- محمد حسن خان دُرّانی
۲۹۰	۹۱- شیخ نصیر الدین	۲۸۷	۶۷- محمد حسین خان دُرّانی
۲۹۱	۹۲- مفتی حافظ نور الدین	۲۸۷	۶۸- پروفیسر محمد خاں
۲۹۱	۹۳- وسیم صفدر شہید	۲۸۷	۶۹- خانصاحب بابو محمد خلیل
۲۹۱	۹۴- سائیں وہنگی والی سرکار	۲۸۷	۷۰- محمد دین میر
۲۹۲	اضافہ	۲۸۷	۷۱- باؤ محمد رفیق (حیات گڑھ)

حصہ سوم : جو کارواں سے پچھڑ گئے
ضلع گجرات سے باہر مدفون، مشاہیر گجرات

۲۹۹	۲۴۔ مفتی عبدالعزیز مرنگوی	۲۹۵	۱۔ منشی احمد دین گجراتی
۲۹۹	۲۵۔ عبدالنبی کوکب	۲۹۵	۲۔ مولوی اختر علی
۲۹۹	۲۶۔ پروفیسر شیخ عطا اللہ	۲۹۵	۳۔ چودھری اکرام اللہ خاں
۲۹۹	۲۷۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری	۲۹۵	۴۔ سید امیر حسین شاہ
۲۹۹	۲۸۔ شیخ عنایت اللہ	۲۹۵	۵۔ جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس
۳۰۰	۲۹۔ مولانا غلام اعظم	۲۹۵	۶۔ بذل حق محمود
۳۰۰	۳۰۔ مولانا غلام الدین اشرفی	۲۹۵	۷۔ بشیر منذر
۳۰۰	۳۱۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی	۲۹۶	۸۔ پیرے شاہ غازی
۳۰۰	۳۲۔ کالیپاہلوان	۲۹۶	۹۔ مولانا تاج الدین لاہوری
۳۰۰	۳۳۔ شیخ کرامت اللہ	۲۹۶	۱۰۔ سید حبیب جلالپوری
۳۰۰	۳۴۔ جسٹس کرم الہی چوہان	۲۹۶	۱۱۔ چودھری خوشی محمد ناظر
۳۰۱	۳۵۔ کریم بی بی زوجہ علامہ محمد اقبال	۲۹۶	۱۲۔ رفیع پیر
۳۰۱	۳۶۔ فخر قوم ملک لال خاں	۲۹۶	۱۳۔ سید سجاد حیدر بخاری
۳۰۱	۳۷۔ مجید لاہوری	۲۹۶	۱۴۔ سردار محمد شیخ
۳۰۱	۳۸۔ چودھری محمد احسن (علیگ)	۲۹۶	۱۵۔ پروفیسر سردور جامی
۳۰۱	۳۹۔ میجر محمد اکرم شہید	۲۹۶	۱۶۔ میجر شبیر شریف شہید
۳۰۲	۴۰۔ حکیم محمد حسن قریشی	۲۹۶	۱۷۔ پروفیسر شجاع ناموس
۳۰۲	۴۱۔ محمد حسین شوق	۲۹۸	۱۸۔ شیر محمد اختر
۳۰۲	۴۲۔ مولانا محمد شریف نوری	۲۹۸	۱۹۔ صدیق سالک
۳۰۲	۴۳۔ محمد عبداللہ مضطر گجراتی	۲۹۸	۲۰۔ پروفیسر ضیاء محمد
۳۰۳	کتابیات و ماخذات	۲۹۸	۲۱۔ پیر ظہور شاہ جلالپوری
	"خفنگان خاکِ گجرات" میں شامل شخصیات	۲۹۸	۲۲۔ عاصی واصفی
۳۰۶	کازمانی جدول بلحاظ تاریخِ رحلت	۲۹۸	۲۳۔ جنرل عبدالحمید خاں
۳۱۶	صدائے جبر سے آید		
۳۱۹	اظہارِ تشکر		
۳۲۰	قطعہ تاریخِ طباعت		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرسِ کارواں

(پیش لفظ از مؤلف)

وفیات نگاری تاریخ و تذکرہ کا ایک اہم جزو شمار ہوتی ہے تاہم کتبِ تاریخ و تذکرہ میں اس کی حیثیت ثانوی یا ضمنی ہوتی ہے جبکہ کتبِ وفیات میں اسے اصل موضوع کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مسلمانوں میں وفیات نگاری کی ابتداء عربوں نے کی پھر ایران سے ہوتا ہوا یہ فن برصغیر پہنچا۔ عربی زبان میں ابنِ خلکان کی کتاب "وفیات الاعیان" کو اولیت حاصل ہے۔ فارسی زبان میں عبدالحمین الحسینی کی "دقائق السنین والاعوام" کا شمار بھی ابتدائی مثالوں میں کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں فارسی زبان میں "تاریخ محمدی" اور "گنج تاریخ" لکھی گئیں جن میں وفیات نگاری پر مستند کام موجود ہے۔

اُردو زبان میں کتبِ قبور کو نقل کرنے کی ابتداء سر سید احمد خاں کی معرکتہ الآرا کتاب "آثار الصنادید" سے ہوتی ہے جو پہلی مرتبہ ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔ لیکن اس کا اصل موضوع آثارِ قدیمہ اور عمارات ہے۔ نور احمد چشتی کی کتاب "تحقیقات چشتی" (مطبوعہ بار اول ۱۸۶۴ء) میں مزارات و مقابر پر بہت وسیع کام موجود ہے جس میں بڑی احتیاط سے نقل کئے گئے الواحِ قبور بھی شامل ہیں۔ مرزا سنگین بیگ نے "سیر المنازل" میں اور مولوی بشیر الدین احمد نے "واقعات دارالحکومت دہلی" میں بعض مشاہیر کی قبروں کے کتبے بھی شامل کیے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں دہلی سے خلیق انجم کی کتاب "دلی کی درگاہ شاہ مرداں" شائع ہوئی۔ یہ اُردو زبان میں ہے اور اس میں اس درگاہ سے متعلق عمارات و مزارات پر بحث ہے اور یہاں مدفون مشاہیر کے کتبات بھی موجود ہیں۔ مغرب میں بھی قبروں کے کتبات نقل کرنے کی روایت ایک عرصہ سے موجود ہے۔ کئی دہائیاں قبل S.C Johnson نے "The Book of Proverbs & Epitaphs" کے عنوان سے لندن سے ایک کتاب شائع کی تھی جس میں دلچسپ، طنزیہ اور خوبصورت عبارت آرائی سے مزین الواحِ قبور نقل کئے گئے تھے۔ متفرق قدیم کتبات کو محفوظ کرنے (Epigraphy) کی روایت بھی ایک مدت سے چلی آ رہی ہے۔ چند سال پیشتر خانہ فرہنگ ایران راولپنڈی نے پاکستان میں جا بجا بکھرے قدیم فارسی کتبات کو ایک دو

جلدی کتاب میں نہایت خوبصورتی سے محفوظ کیا ہے۔ اسی طرح کی کچھ مثالیں حال میں شائع ہونے والی کتاب "GUJRAT- The pivot of Punjab" میں بھی موجود ہیں۔ شجرہ ہائے نسب میں بھی بعض اوقات بزرگوں کی تاریخ وفات اور جائے مدفن کا ذکر درج ہوتا ہے۔

تاہم پاکستان میں خالصتاً الواح قبور پر اردو زبان میں کام کرنے میں پروفیسر محمد اسلم کو اولیت حاصل ہے جن کی کتب "خفگانِ کراچی" (۱۹۹۱ء) "خفگانِ خاکِ لاہور" (۱۹۹۳ء) کلیتاً کتباتِ قبور پر مبنی ہیں اور ان میں کراچی اور لاہور کے اکثر بڑے قبرستانوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان کی ایک اور کتاب "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" مختصر وفیات پر مبنی ہے۔ پروفیسر اسلم کے "سفر نامہ ہند" (۱۹۹۵ء) میں بھی بہت سے مشاہیر کی قبروں کے کتبے موجود ہیں۔

پروفیسر اسلم صاحب کا یہ کام دیکھ کر ہی مجھے گجرات پر اس حوالے سے کام کرنے کے لئے Inspiration ملی۔ میری دلچسپی دیکھتے ہوئے ایک روز میرے دوست سید عارف محمود مہجور رضوی نے محققِ عصرِ حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی اس خواہش کا ذکر کیا کہ گجرات پر بھی "خفگانِ خاکِ لاہور" کے انداز میں کام ہونا چاہیے۔ عارف شاہ صاحب بوجہ اس کام سے عہدہ برآہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے قبلہ حکیم صاحب کی یہ خواہش (جو ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے) مجھ تک پہنچادی۔ میں نے حامی بھری اور آج ان دو مہربانوں کی تحریک و تعاون اور دعاؤں سے یہ کام آپ کے سامنے ہے۔

میں نے "خفگانِ خاکِ گجرات" کو "وفیاتِ الاعیان" اور "خفگانِ خاکِ لاہور" اور "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" تینوں کے انداز میں مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ شخصیات کی ترتیب حروفِ ابجد کے حساب سے رکھی ہے جیسے وفیاتِ الاعیان میں ہے اور اسی کتاب کے تتبع میں حالات ذرا تفصیل سے اور مربوط انداز میں لکھے ہیں۔ کتباتِ قبور نقل کرنے کی روایت "خفگان" سے لی ہے۔ کتاب کا دوسرا حصہ (مختصر وفیات) "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ جبکہ تیسرا حصہ ایک مفید معلوماتی اضافہ سمجھ کر لکھا گیا ہے۔

الواحِ مزارات کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے سے تاریخ و تذکرہ کے لئے ایک بنیادی ماخذ مہیا ہو جاتا ہے۔ اور یہی اس کام کی افادیت ہے۔ کتباتِ قبور سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہ صرف قیمتی اور کارآمد ہوتی ہیں بلکہ اکثر و بیشتر درست ترین بھی ہوتی ہیں۔ تاریخِ وفات کے لئے لوحِ مزار یقینی اور قابلِ اعتبار ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کتبات سے دیگر احوالِ صاحبانِ قبور پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً

○ پیدائش یا عمر بوقت وفات :- (مثلاً زیر نظر کتاب میں پیر فضل گجراتی، جنرل فاروقی، ڈاکٹر شیخ عطا محمد کے کتباتِ قبور ملاحظہ ہوں)

○ کوئی خاص عہدہ، خطاب وغیرہ :- (مثلاً شیخ عبدالعزیز، شیخ عطا اللہ وکیل، مولوی عبدالقادر)

○ صاحبِ مرقد کی تصانیف کے نام :- (مثلاً مفتی احمد یار نعیمی، شیخ غلام محمد احمد، مولوی فیروز الدین)

○ عقیدہ یا مسلک :- (مثلاً بریلوی مکتبہ فکر کے افراد کی قبور کے کتبات پر یا اللہ یا محمد، یا رسول اللہ،

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ، دیوبندی یا حسی یا قیوم، اہل تشیع یا محمد علی فاطمہ حسن حسین وغیرہ)

○ جائے انتقال :- مثلاً حکیم محمد مختار اشرفی، پرو فیسر سید اکبر علی شاہ کے کتباتِ مزارات

○ صاحبِ مرقد کا اپنا کلام :- (جو اس نے اپنی لوحِ مزار کے لئے کہا ہوتا ہے) بھی کتبات پر محفوظ ہوتا

ہے مثلاً مولانا صفر علی روحی، قاضی عطا محمد اور سائیں رحمت اللہ غوری کے کتبات ملاحظہ ہوں)

○ مختلف شعراء کا کلام :- (جو اکثر ان کے مجموعوں میں شامل نہیں ہوتا) بھی الواحِ مزارات سے جمع کیا

جاسکتا ہے۔ مثلاً گجرات کے مختلف قبرستانوں میں رئیس امر دہوی، مولوی عبدالمالک کھوڑوی، شرافت

نوشاہی، شیخ عبداللہ، سلام اللہ شائق، قاضی عطا محمد، پیر فضل گجراتی کا نایاب کلام بکھرا پڑا ہے۔

○ مرشد یا استاد کا نام :- جیسے حکیم محمد مختار اشرفی، اللہ دتا طالب، غازی اللہ دتا شہید، خواجہ محمد امین کے

کتباتِ قبور دیکھے جاسکتے ہیں۔

○ اولاد، وارثان و محبان کے نام بھی بعض اوقات کتبات سے معلوم ہو جاتے ہیں مثلاً مولوی صالح

کنجاہی، شیخ غلام محمد احمد کے کتبات پر ایسے نام دیکھے جاسکتے ہیں۔

○ خطاطی کے نہایت خوبصورت نمونے بھی گجرات کے قبرستانوں میں بکھرے پڑے ہیں جو عجائب گھر کی

زینت بننے کے قابل ہیں۔ مثلاً مولانا روحی، مولانا فضل حق، مفتی احمد یار خاں نعیمی، قاضی محبوب عالم،

مولوی حفیظ اللہ (بڑیلہ) برق نوشاہی، مولانا غلام قادر اشرفی کے الواحِ قبور

اس کتاب میں تقریباً ۳۰۰ شخصیات شامل ہیں۔ حصہ اول میں ۱۵۰ کے قریب شخصیات میں

سے بعض ایسی ہیں جن پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مثلاً

سائیں کانوانوالہ

قاضی سلطان محمود

حضرت شاہ دولہ گجراتی

پیر نصیب علی شاہ (چھالے)

قاضی محبوب عالم

پیر ولایت شاہ

خواجہ گوہر الدین احمد

حاجی احمد شاہ

حاجی محمد دین قادری

پیر خرابات

مفتی احمد یار خاں نعیمی

اللہ دتا طالب کنجاہی

سید حبیب اللہ (مسلم آباد)

پیر رشید الدولہ

صوفی نواب دین (موہری)

مولوی نجف علی عاصی

ڈاکٹر ایم اے غنی

عزیز بھٹی شہید

تبتسم قریشی	صاحبزادہ محمد یوسف	سائیں رحمت (چڑیا ولہ)
چودھری ظہور الہی	ملکہ موسیقی روشن آرا بیگم	پیر فضل (جرائد کے نمبرز)
حکیم عبداللطیف عارف	غنیمت کنجاہی	کچھ شخصیات پر یونیورسٹیوں میں تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ مثلاً
نجف علی عاصمی	علامہ اصغر علی روحی	پیر فضل گجراتی
پروفیسر شیخ عطا اللہ	قاضی فضل حق	میاں محمد بوٹا گجراتی
شبیر شریف شہید	چودھری خوشی محمد ناظر	تبتسم قریشی
حکیم محمد حسن قریشی	سید حبیب جلاپوری	حصہ سوم کی بہت سی شخصیات پر تفصیلی کام ہو چکا ہے۔ مثلاً
مجید لاہوری	محمد حسین شوق	سید عطا اللہ شاہ بخاری
		میجر محمد اکرم شہید
		صدیق سالک

"خفنگانِ خاکِ گجرات" میں شامل شخصیات کے حالاتِ زندگی کو جامعیت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالات کے لئے مستند ماخذات سے مدد لی گئی ہے۔ جن کا ذکر کتاب کے آخر میں آئے گا۔

اس کتاب میں کئی ایک شخصیات پر پہلی مرتبہ تحریری مواد سامنے آ رہا ہے جیسے چودھری سرفراز خان آف کارہ، حکیم محمد مختار اشرفی، سید ریاض منظور شہید، صوفی غلام قادر نقشبندی، شیخ غلام محمد احمد، ملک محمد اشرف، سائیں فیروز الدین نلگین، جنرل ایم اے فاروقی، سائیں رحمت اللہ غوری، پروفیسر سید اکبر علی شاہ، میاں فیروز الدین، شیخ عبدالعزیز، ملک عبدالرفیع، زمان خاں گوندل، وغیرہ بہت سی شخصیات پر مواد پہلی دفعہ مربوط صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً میاں محمد بوٹا، حکیم غلام مصطفیٰ، شیخ عطا اللہ وکیل، مولوی فضل میراں، مولوی کریم بخش، قربان طاہر، چودھری حمید اللہ خاں، ڈاکٹر شیخ عطا محمد، ڈپٹی یار محمد خاں، ملک جمرتھ کھوکھر، شیخ محمد عالم بیرسٹر کچھ مدفن کو پہلی مرتبہ گوشہ گمشدگی سے باہر لایا گیا ہے۔ ملک جمرتھ کھوکھر کی قبر ایک اہم مثال ہے۔ مرزا اعظم بیگ نے جمرتھ کی قبر "ماڑی" میں بتائی تو "محققِ گجرات" نے بھی ماڑی لکھ مارا۔ یہ قبر اصل میں کڑی گاؤں میں ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ اسی طرح استاد امام دین، میاں محمد بوٹا، حبیب اللہ فقیر درزی (چوہدو وال)، قاضی فضل حق (حاجیوالہ) خواجہ فرد فقیر، ڈاکٹر شیخ محمد عالم، ڈاکٹر ایم اے غنی، مولوی فضل میراں، صاحبزادہ غلام دستگیر، غلام غوث صمدانی، ممتاز فاروقی، نصر اللہ خاں خازن، مونا رحمت علی سامی، قاضی عطا محمد، شیخ عطا اللہ وکیل، حکیم غلام مصطفیٰ وغیرہ کی قبور کی Exact

Location بتا سکنے والے افراد ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔

کتاب میں شامل شخصیات کی صحیح تواریخ و وفات دستیاب ہونے کے ساتھ ساتھ، تذکروں میں مذکور بعض غلطیوں کی درستی بھی ہو جائے گی۔ مثلاً سائیں فیروز نگین کی تاریخ وفات "وفیات مشاہیر پاکستان" میں جنوری ۱۹۶۸ء درج ہے۔ اصل تاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۷ء ہے۔ اسی کتاب میں مولانا محمد فضل حق کی تاریخ وفات ۱۵ فروری ۱۹۷۹ء درج ہے جو دراصل ۱۵ دسمبر ۱۹۷۹ء ہے۔ گجرات کی بات میں سید حبیب اللہ (مسلم آباد) کی تاریخ رحلت ۱۹۶۲ء لکھی ہے۔ صحیح تاریخ رحلت ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء ہے۔ اس طرح حافظ شمس گلپانوی کی تاریخ وفات "ضلع گجرات" میں ۱۹۵۳ء / ۱۳۷۲ھ درج ہے۔ درست سن رحلت ۱۹۰۲ء ہے۔ اسی کتاب میں حاجی محمد الدین قادری کا سال انتقال ۱۹۴۰ء لکھا ہے جو دراصل ۱۹۳۸ء ہے۔ "ضلع گجرات" میں شیخ عبداللہ (عمر چک)، اُستاد امام دین، مولانا یوسف محی الدین، اور بہت سے دوسروں کی تواریخ رحلت بھی غلط درج ہیں۔

راقم الحروف نے بعض مشاہیر کے مادہ ہائے سن رحلت بھی تخلیق کیے ہیں۔ مثلاً مولانا غلام قادر اشرفی کے لئے "اشرفی غلام قادر بود" = ۱۹۷۹ء، پیر رشید اللہ کے لئے "فقیر روشن ضمیر" = ۱۹۸۶ء، احسان الحق سلیمانی کے لئے "خوش روش" = ۱۴۱۲ھ، سلام اللہ شائق کے لئے "آہ! طوطی شیریں سخن" = ۱۳۶۵ھ، صاحبزادہ غلام دستگیر کے لئے "آہ! چراغِ حویت گل ہو گیا" = ۱۹۲۰ء، پیر فضل کے لئے "سخن کا شہنشاہ" = ۱۳۹۲ھ وغیرہ

کچھ مشہور لوگ اس کتاب میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں، اس کی کچھ وجوہات تھیں

○ جن کی وفیات نہ مل سکیں جیسے پیر قمر الدین، مولوی امام الدین (تحریک سرسید)، مہندہ پہلوان رستم ہند وغیرہ

○ جن کی قبریں نہ مل سکیں۔ جیسے سید احمد ناظم، کلیم اللہ مچھیانوی، ایسے لوگوں کو دوسرے حصے میں رکھا گیا ہے۔ احمد خاں سپنچی باش ۱۷۹۹ء میں سوک کے قریب شہید ہوا۔ شیخ عبداللہ نے لکھا تھا "سپنچی غریب ایجا شہید است"۔ تلاش بسیار کے بعد بھی اس کی قبر کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

○ وہ لوگ جن کی قبور یا وفیات تک میری رسائی نہیں ہو سکی۔

○ وہ لوگ جن کے اخلاف / ورثہ نے تعاون نہیں کیا۔

○ ایسے لوگ جو مشہور تو تھے مگر ان کے حالات میں کئی تضادات، اختلافات اور ابہام تھے۔ مثلاً مرزا

بزن بیگ (نواب قلعداں)، حافظ محمد حیات، پیر سبزواری (کنجاہ)، شاہ جہانگیر، شاہ حسین ملتانی، گورالی میں مغل شہزادوں (۴) کی قبریں۔ وغیرہ

حافظ حیات صاحب کو ایک محقق نے ۱۹۵۱ء میں فوت کیا ہے، پھر دوبارہ عہد اکبر میں زندہ کر دیا ہے۔ دوسرے محقق نے جہانگیر کی فوجوں کو لنگر کھلاتے ہوئے دکھایا ہے۔
 ○ اس کتاب میں آپ کو کوئی نوگڑہ، سترگڑہ "پیغمبر" نظر نہیں آئے گا۔ یہ عام سائز کے انسانوں کے لئے مخصوص ہے۔

یہ کتاب موجودہ ضلع گجرات تک محدود ہے۔ میں نے ۶ سال قبل الگ ہو کر نیا ضلع بنے والے منڈی بہاؤالدین / پھالیہ کو "کلاوہ" نہیں مارا۔ آپ گجرات شہر سے جتنا دور جائیں گے شخصیات کم ہوتی جائیں گی۔ اس کی وجہ دستیاب معلومات کا فقدان تھا۔

گجرات کے سبھی اہم قبرستانوں (خواجگان، بھٹیاں، تریہنگ، شاہ بلاق، میراں صاحب، عقب بجلی، گھر سرگودھا روڈ، دارا گلاب شاہ، جھنگی والا قبرستان، ٹبہ قبرستان جلاپور جٹاں، شاہ حسین قبرستان گجرات، فاروقی فیملی اور آل شاہدولہ کے قبرستان، بیگم شاہی مسجد سے متصل ڈرانی اور منگراں فیملی کے قبرستان) کو کھنگالنے کی کوشش کی ہے تاہم کسی قسم کا دعویٰ کرنا عیب ہے۔

یہ ایک وسیع کام تھا۔ جو ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے۔ لوگ آتے رہیں گے قافلہ بڑھتا رہے گا مگر اس طرح یہ کتاب کبھی آپ تک نہ پہنچتی۔ غلطیوں کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب ایک انسان نے لکھی ہے۔ کیونکہ

Some people never make any mistake because they never try to do anything worth doing

اس کتاب میں شامل کتباتِ قبور "نقل ببطابق اصل" کے اصول کے تحت درج کیے گئے ہیں۔ کتبات پر بعض آیات، اشعار غلط کندہ تھے۔ بعض اشعار وزن سے خارج تھے۔ آیات میں خصوصاً اعراب کی غلطیاں بہت تھیں۔ کئی مقامات پر عیسوی اور ہجری سنین کا تبادلہ درست نہ تھا۔ انہیں اسی طرح نقل کیا گیا ہے تاہم پوری احتیاط کے باوجود کہیں ہماری کوتاہی سے بھی ایسی غلطی ممکن ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ غلطیاں تلاش کرنا بہت آسان مگر حقیقت تک رسائی بہت مشکل ہوتی ہے۔ مثبت تنقید اور غلطیوں کی اصلاح کو کھلے دل سے قبول کیا جائے گا۔

(ڈاکٹر) محمد منیر احمد سلیم
 سلیم ہاؤس۔ لوراں۔ گجرات

۱۵ اگست ۱۹۹۶ء

باب اول

روح کاروان

(حالات والواح قبور)



بیا و یک نظر اعتبار کن در خاک
که خاک تکبیر که خسروان معتبر است

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ○ (طہ: ۲۰)

ہم نے تمہیں اسی (خاک) سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹاتے ہیں اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔

ارضِ گجرات تری خاک کا فیضان ہے یہ

تو نے ہر دور میں عظمت کو جلا بخشی ہے

تیری مٹی نے دیا ایسے چراغوں کو جنم

جن چراغوں نے زمانے کو ضیا بخشی ہے

(پروفیسر سیف الرحمن سیفی)

احسان الحق سلیمانی

نامور ماہر تعلیم اور مؤرخ محمد احسان الحق سلیمانی ۱۰ جنوری ۱۹۲۵ء کو کنجاہ میں مفتی عبداللہ سلیمانی کنجاہی کے گھر پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ سے حاصل کی۔ زمیندار کالج گجرات سے بی۔ اے کیا اور سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی۔ ٹی کرنے کے بعد، ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اسی درسگاہ میں ڈپٹی نذیر احمد بھی ہیڈ ماسٹر رہے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کیا اور بعد ازاں ایم۔ اے اُردو کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ترقی کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر، ڈائریکٹر ایجوکیشن راولپنڈی اور چیئرمین بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن بہاولپور کے عہدے تک پہنچے۔ ۱۹۸۵ء میں ریٹائر ہوئے اور کنجاہ کی جامع مسجد میں خطابت کا آغاز کیا۔

علم و تحقیق سے بے حد لگاؤ تھا۔ اور ان کی تحقیق کا محور اسلام اور پیغمبر اسلام تھا۔ انہوں نے بلند پایہ تحقیقی کتب تصنیف کیں جن میں تمدن عرب، تاریخ عرب، مسلمان یورپ میں، اسلام اور ہماری معاشرتی زندگی، قرآن مجید اور ہماری زندگی وغیرہ شامل ہیں۔ "رسولِ مبین" ان کا یادگار علمی، تحقیقی اور تاریخی معرکہ ہے۔ یہ کتاب مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی۔ سلیمانی صاحب نے اس کتاب کے لئے یورپ کا سفر بھی کیا۔ وہاں کی بڑی بڑی لائبریریوں سے استفادہ کیا اور مستشرقین سے ملاقاتیں کیں۔ آپ نے ۲۶ فروری ۱۹۹۲ء کو وفات پائی۔ راقم نے "خوش روش" = ۱۴۱۲ھ سے سنِ وفات نکالا ہے۔ آپ کنجاہ کے اس قبرستان میں دفن ہیں جو سرگودھا روڈ کے کنارے واقع ہے۔ ساتھ ان کے بھائی خورشید الحق سلیمانی کی قبر ہے۔ کتبہ پر یہ تحریر درج ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مُحَمَّدٌ اِحْسَانُ الْحَقِّ سَلِيْمَانِيؐ

وَلَدٌ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ سَلِيْمَانِيؐ

تاریخ وفات: ۲۶ فروری ۱۹۹۲ء۔ بروز بڈھ

رکھے حق خلد میں آباد اس کو کھلیں اس کے لئے ابوابِ رحمت
ضیاء "خلد آشیاں" دو بار کہہ دو اگر پوچھے کوئی تاریخِ رحلت

۱۴۱۲ھ

پیرانش: ظفر الحق سلیمانی، اسرار الحق سلیمانی

مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری

عظیم عالم دین اور جامع مسجد عید گاہ (گجرات) کے خطیب مولانا قاری احمد حسین
۱۹۱۴ء میں رہتک کے قصبے گو متی تحصیل جھجھر میں عبدالصمد کے گھر ۱۹۱۴ء میں پیدا
ہوئے۔ دہلی میں علوم دین میں دسترس حاصل کی اور فیروز پور میں خطیب رہے۔ پھر
گجرات تشریف لائے اور جامع مسجد عید گاہ میں برسوں خطابت اور قرأت کے جوہر
دکھاتے رہے۔ عالم باعمل تھے۔ پڑسوز آواز اور لحن ذاقودی کے مالک تھے۔ عشق رسول
میں ڈوبی نعت بھی کہتے تھے۔ آپ کے وجودِ بابرکت سے گجرات برسوں تک مہکتا رہا۔
آخر ۱۹۶۰ء میں آپ گجرات میں فوت ہوئے اور گجرات شہر میں قبرستان خواجگان میں
دفن ہوئے۔ جنازہ گاہ کے ساتھ جانبِ جنوب ایک چھوٹا سا خوبصورت مزار ہے۔ آپ

اسی میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے:

یا اللہ جل جلالہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مزارِ پُر انوار منبع فیوض و برکات

عاشقِ رسول حضرت مولانا الحاج قاری احمد حسین نور اللہ مرقدة

صدیقی، خالقی، رہتکی

سابقہ خطیب مسجد عید گاہ۔ گجرات

تاریخ وصال

سلام بمولائے بدر و حنین ۱۳۷۹ھ عفی اللہ عن قاری احمد حسین

پیامزدش حق بحق النبی ۱۹۶۰ء امام الحرم صاحب القبلتین

۳ ذیقعد بروز ہفتہ، ۳۰ اپریل ۱۲ بج کر ۲۵ منٹ دوپہر

(قطعہ تاریخ از مولانا محمد مطیع الرضا قادری خطیب راولپنڈی)

پیر سید حاجی احمد شاہ

شیخ الحدیث سید حاجی احمد شاہ المعروف بہ سید حاجی شاہ، سید ولایت شاہ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ۱۹۳۲ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار سے درسِ قرآن لینا شروع کیا۔ سکول کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ درسِ نظامی کی ابتدا اپنے والد صاحب سے کی اور پھر علامہ قاضی عبدالسبحان کھلاٹ اور حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی سے تکملاً درسِ نظامی کی۔ ۱۹۵۴ء میں قاضی عبدالسبحان جامعہ شرقپور تشریف لے گئے تو آپ کو بھی وہاں بلا لیا۔ ۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (فیصل آباد) تشریف لے گئے اور محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد سے تعلیمِ حدیث میں سندِ فراغت حاصل کی۔ پھر اپنے والد کے زیر سایہ تصوف، طریقت و سلوک کی منازل طے کیں۔ انہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

جامعہ شاہ ولایت میں ۳۳ برس دورہ حدیث پڑھایا۔ آپ طریقت اور شریعت دونوں میں بلند مقام رکھتے تھے۔ ۱۹۸۱ء / ۱۴۰۱ھ میں فوت ہوئے۔ راقم نے سالِ وفات یوں نکالا ہے "فخر روزگار تھا، نہ رہا" = ۱۹۸۱ء۔ علی پور محلہ میں دفن ہوئے۔ مزار زیر تعمیر ہے۔ کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

مرکزِ تجلیات

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے
 یک نظر کن سوتے مایا قبلہ شیخ الحدیث من گدا تو پادشاہ یا قبلہ شیخ الحدیث
 یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا محمد

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

جناب پیر سید حاجی احمد علی شاہ صاحب المعروف سید سخی صابر

تاریخ وصال: ۳۰ شوال ۱۴۰۱ھ بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۸۱ء بروز سوموار

مہر کام ہی شاہکار تھا شیخ الحدیث کا

جب بھی تذکرہ کیا شیخ الحدیث کا
 چھوٹی ہے جان قبر کے محشر کے خوف سے
 مسجد ہو یا شاگرد ہوں یا حُسنِ درسگاہ
 اس کے عزم کی اور کیا ہوگی بڑی دلیل
 دوست تو کیا تھے ہو گئے دشمن بھی سرنگوں
 کردار و عمل و جہد میں گفت و شنید میں
 یارب تو اپنے کرم سے اس کو نواز دے
 فیضانِ شامل ہو گیا شیخ الحدیث کا
 جب سے ملا ہے آسرا شیخ الحدیث کا
 مہر کام ہی شاہکار تھا شیخ الحدیث کا
 دشمن ہے لوہا ماننا شیخ الحدیث کا
 سن کر کلامِ جانفزا شیخ الحدیث کا
 مرجع تھا دینِ مصطفیٰ شیخ الحدیث کا
 علی بھی ہے مدحت سرا شیخ الحدیث کا

پیر سید علی حسین شاہ صاحب و پیر سید نذر حسین شاہ صاحب سجادگان درگاہ شیخ الحدیث
 خادمِ درگاہ شیخ الحدیث سید ولی حسین شاہ عرف بلھے شاہ صاحب

مفتی احمد یار خاں نعیمی

شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی، بدایوں میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد یار خاں سے اور مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے حاصل کی۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے ۱۹۲۵ء میں تکمیلِ درسیات کی اور کچھوچھ شریف سے تعلیمِ معرفت پائی۔ تدریس کا آغاز جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے کیا۔ پھر کاٹھیا واڑ اور کچھوچھ سے ہوتے ہوئے گجرات کے مدرسہ خدام الصوفیہ میں تشریف لائے اور تیرہ برس تک تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر جامعہ غوثیہ نعیمیہ چوک پاکستان گجرات میں دس برس تک درس و خطابت کی خدمت بجالاتے رہے۔ آپ عالمِ باعمل اور عاملِ باکمال تھے۔ تمام عمر خطابت اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور فکری اور عملی مدد کی۔ آپ نے بلند معیار کی دینی کتب تصنیف کیں۔ جن کی تعداد تقریباً دو درجن ہے۔ "تفسیر نعیمی" زیادہ مشہور ہے۔ آپ گجرات محلہ مسلم آباد میں مین روڈ کے کنارے نعیمی کتب خانہ کے قریب دفن ہیں۔ قبر پر ایک باوقار مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ لوحِ مزار کی عبارت درج ذیل ہے:

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رسول اللہ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک و أصحابک یا حبیب اللہ
 من عمل صالحاً من ذکرٍ او انثی و هو مومنٌ فلنحییہ حیوة طیبۃ و لنجزینہم
 اجرہم باحسن ما کانوا یعملون

مزار پرنوار

شیخ التفسیر، حکیم الامت، پیرِ طریقت، فنا فی الرسول، مفتی اعظم پاکستان
 علامہ مفتی احمد یار خاں قادری نعیمی قدس سرہ العزیز

مصنف تفسیر نعیمی، شارح بخاری، شارح مشکوٰۃ، مصنف نور الفرقان فی حاشیۃ
القرآن وغیرہ

وصال بتاریخ ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز اتوار

آفتابِ شرع احمد یار خاں
ذکرِ اسمِ خدا شام و پگاہ
آں حکیمِ اُمّتِ فخرِ رسل
یافت سوتے جنت الفردوس راہ
از شرافتِ سالِ ترحیلش شنو
"مخزنِ انوار شد مستور آہ"

۱۹۷۱ء

مولانا علام احمد یار خاں
شاد خرم رفت او سوتے جناں
حسرتا! و! مجمعِ حُسنات رفت
او بیاغِ عدن از گجرات رفت
سال وصلش جُست چوں برقی حزیں
شدند۔ "اومخزنِ برکاتِ دیں"

۱۳۹۱ھ

حکیم سید ارشاد

روزنامہ "پاکستان ٹائمز" کے پرانے قاری اس نام سے یقیناً شناسا ہوں گے۔ حکیم سید ارشاد تقریباً ۴۰ سال تک اس اخبار میں لکھتے رہے۔ آپ ۸ فروری ۱۹۰۸ء کو مالیر کوٹلہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور مختلف اسکولوں میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔

بچوں کے رسالہ "غنجیہ" سے لکھنے کا آغاز کیا۔ پھر ڈان دہلی، سول اینڈ ملٹری گزٹ، کراچی اور زمیندار، کوہستان لاہور سے منسلک رہے۔ حکیم صاحب کو انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ پھر "پاکستان ٹائمز" میں لکھنا شروع کیا اور مدیر کے نام خطوط میں سب سے زیادہ، اچھے اور قومی سوچ سے بھرپور خطوط آپ کے ہوتے تھے۔ آپ کے خطوط اور مضامین آپ کے صاحبزادے سید مسعود ارشاد نے ۴ کتب کی صورت میں چھپوا دیئے ہیں۔

۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد گجرات میں "سٹینڈرڈ کالج" کے نام سے پرائیویٹ ادارہ قائم کیا اور انگریزی کی اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ "مبارک دواخانہ" کے ذریعے بھی انسانی فلاح کے لئے کوشاں رہے۔ آپ ۱۹۸۷ء میں فوت ہوئے۔ دربار سائیں کانوانوالہ کے جانب مشرق واقع مختصر قبرستان میں مدفون ہیں۔ قبر پختہ ہے۔ سنگ مرمر کے کتبہ پر یہ تحریر کندہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اے شانِ کریمی مجھے مایوس نہ کرنا

تقدیر بدلتی ہے دعاؤں کے اثر سے

حکیم سید محمد ارشاد

تاریخ پیدائش: ۸ فروری ۱۹۰۸ء۔

تاریخ وفات: ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

علامہ اصغر علی روحی

گجرات نے ایک طرف غنیمت کجی، جیسا فارسی شاعر پیدا کیا جس کی فارسی کو اہل فارس نے پسند کیا تو دوسری طرف علامہ اصغر علی روحی جیسا عربی کا شاعر اور عالم و ادیب پیدا کیا جس کی عربی کو اہل عرب نے تسلیم کیا۔

اصغر علی ۱۸۶۷ء میں گجرات کے گاؤں کٹھالہ میں قاضی شمس الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جو مقامی مدرسہ میں مدرس اور علاقے کے قاضی تھے۔ ان کی وفات کے بعد شادیوال اور قلعہ دار میں بھی زیر تعلیم رہے۔ پھر لاہور آئے اور حافظ عبدالوہاب سے صرف و نحو کا درس لینا شروع کیا۔ اس کے بعد اور ٹیٹیل کالج سے منشی فاضل، مولوی فاضل اور ایم او ایل کی اسناد حاصل کیں ان امتحانوں میں وہ یونیورسٹی میں اول یا دوم آتے رہے۔ آپ کی قابلیت کی بنا پر ۱۸۹۲ء میں آپ کو اسلامیہ کالج میں عربی اور فارسی کا استاد مقرر کیا گیا اور ۱۹۳۱ء میں آپ صدر شعبہ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی ریٹائرمنٹ پر انجمن حمایت اسلام نے آپ کے لئے چار سو روپے ماہوار وظیفہ تاحیات مقرر کیا۔

آپ ایک سرچشمہ فیض تھے۔ بڑے بڑے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا جن میں علامہ اقبالؒ بھی شامل ہیں۔ آپ حق گو خطیب اور بے باک مقرر تھے۔ کوئی لالچ یا دباؤ آپ کو حق گوئی سے نہیں روک سکتا تھا۔ آپ نے بہت سی بلند پایہ تصانیف رقم کیں جن میں "دبیر عجم، العروض والقوافی، امیر الکلام من کلام الامام، ترجمہ قصیدہ بردہ" وغیرہ شامل ہیں۔ "دیوان الروحی" عربی شاعر ہو چکا ہے۔ آپ کی عربی شاعری سن کر ایک عربی عالم اور ادیب نے کہا تھا "لاہور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ایک ایسا عالم اور شاعر

رہتا ہے جس کی نظیر ملنا محال ہے۔"

آپ نے ۱۹۵۴ء میں وفات پائی اور میت چند ماہ کے لئے امانتاً لاہور میں دفن رہی پھر اپنی وصیت کے مطابق اپنے آبائی گاؤں کٹھالہ میں جی ٹی روڈ کے کنارے اپنی تعمیر کی ہوئی مسجد (جامع روحی) کے ساتھ شمال کی جانب آسودہ خاک ہوئے۔ قبر پختہ ہے سرہانے کتبہ نصب ہے۔ قبر زمین کی سطح کے تقریباً ہموار ہے۔ ساتھ آپ کے بیٹوں زوجہ اور دختر کی قبریں ہیں۔ اوپر ایک سادہ سا بند طویل برآمدہ ہے۔ سنگ مرمر کے کتبہ پر مولانا کے اپنے اشعار حافظ یوسف سعیدی کے ہاتھ سے نہایت نفیس خط میں کندہ ہیں۔ کتبہ کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

یا خنی بسم اللہ الرحمن الرحیم یا قیوم

"مضجع پُر انوار"

۱۳۷۳ھ

یعنی مسکن طیب مولانا (اصغر علی) روحی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ مرقد برائے لوحِ مزار خود گفتہ

درِ راہِ شوقِ وصلِ تو عمرے دویدہ ایم	بارِ گراں بدوش بمنزل رسیدہ ایم
پہماں شکستہ ایم و محالت شفیع ماست	اشکِ ندامت و بدماں چکیدہ ایم
در بحرِ ہستی تو کہ پایاں پذیر نیست	گم گشتہ قطرہ ایم کہ از خود رمیدہ ایم
فرسودہ جاں بہ تن زغم روز باز خواست	لَا تَقْنَطُوا شَنِیدَہ بجاں آرمیدہ ایم
اے مرجبا کہ بہرِ دعا آمدی بما	دستِ دعا بر آر کہ محبت کشیدہ ایم
از تو دعائے مغفرت آئیں از قدسیاں	بارے عجب مدار کہ ماہم شنیدہ ایم

----- ایضاً -----

بے نیاز است اگر در گہت اے داوڑ ما
 ناز پروردہ لطف تو بود عذر گناہ
 ما نمودند بما سیر عتاب آدم
 گرچہ روتافتہ بودیم ازیں در عمرے
 در گلو نامہ عصیاں بزباں عذر گناہ
 تاچہ منزلی کہ بہمانی ما سازد ہند
 ماہم از عہد ازل باہمہ ناز آمدہ ایم
 در رحمت بکشائے بہر نیاز آمدہ ایم
 اے خوشا بخت کہ ما محرم راز آمدہ ایم
 اینک از کردہ پیشماں شدہ باز آمدہ ایم
 مزوہ عفو کہ ما باہمہ ساز آمدہ ایم
 خستگانیم کہ از راہ حجاز آمدہ ایم

----- ایضاً -----

جمال دوست بود از دیدہ پنہاں
 نہ پنداری کہ من دل ریش رستم
 جہاں ز آشوب جاں پڑیود ، خفتتم
 معما بود راز ہستی ما !
 لحد گر صد مقام ہولناک است
 خدا چوں معصیت بر ما قضا کرد
 الہی گرچہ من عصیاں شمارم
 من ارصد نا سزاواریم بکردار
 مگر صاحب دلے میوں تقائے
 بجاک خفتگان بارے گذر کن
 درود بر رسول پاک بفرست
 سلاے بر روان رفتگان آر
 چو بفرستی سلام و خفتہ باشم
 خوشا مر گے کہ شد آئینہ آں
 مجالش دیدم و خویش رستم
 دریں خلوت سرا خود ! ہنہفتم
 چو جاں از تن بریدہ ایں عقدہ شدوا
 چو رحمت چشم میداری چہ باک است
 محمد را شفاعت خواہ ما کرد
 ہماں عفو ترا امید دارم
 تو پیمان ازل از دست مگذار
 بجاں آید بجانم آشنائے
 بجال خستہ شاں یک نظر کن
 راہ آوردے سوتے انفلاک بفرست
 جزائے آں زیزداں چشم میدار
 ز علییں جوابے گفتہ باشم

چہ حسرتہا کہ در دل بردہ باشی
 تو گر خواہی چنانی یا چینی
 ترا اکنوں بہ نیکی دسترس ہست
 ز احوالم چہ می پرسی کہ چون است
 بخت چوں من و تو خوش پیائیم
 دریں رہ منزل یاران ہمین است
 اِلَّا مَا دُمْتَ حَيًّا مِنْ وَرَائِي
 بدستور جو نامرد نیکو کار
 مرا در خواب زیر گل میپندار
 وَ مَنْ يُفْرِحْ بَدَوْلَاتِ مَوْلٍ
 سحر روشن شود معنی طلب را
 کہ چوں یاراں بسر بردند شب را
 کسے روحی زندرایت بمنزل
 نہ دریا بد مقام صحبت دل

تاریخ وفات از فرزند مرحوم

پتے سال وصال والد خویش
 چو روحی جانب عقبی عنان تافت
 پچشم تر ضیاء گفت و دل ریش
 "بفردوس بریں آراگہ یافت"

۱۳۷۳ھ

----- ایضاً -----

بیدار چو شد فتنہ و چوں امن بحفت
 چوں خواست ضیاء سال وفاتش ز سروش
 روحی ز جہاں زیر زمیں روئے نہفت
 "سہ یوم چو ماندہ زمرہ رمضان" گفت

۱۳۷۳ھ

(غمزدہ محمد ضیاء الحق)

نوابزادہ اصغر علی خاں

سر فضل علی چوہدری کے فرزندِ اولیٰ چوہدری اصغر علی خاں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گجرات میں حاصل کی اور اپنے والد سر فضل علی کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے۔ ۱۹۴۶ء میں یونینسٹ پارٹی کی طرف سے انتخاب میں کامیابی حاصل کی اور بعد میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۵۱ء میں مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور دوبارہ کامیابی حاصل کی۔ خان ممدوٹ کے مسلم لیگ چھوڑنے کے بعد آپ ان کے گجرات میں معتمد خاص تھے۔ مگر مسلم لیگ سے الگ نہ ہونے کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ آپ زمیندار کالج کی انتظامیہ کے صدر بھی رہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ۱۹۴۲ء سے ۱۹۵۶ء تک صدر اور سنٹرل بینک کے چیئرمین کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جنگِ عظیم دوم میں بھرتی میں مدد دینے کے صلے میں آنریری لیفٹیننٹ کرنل بنائے گئے۔

چوہدری اصغر علی خاں صوبائی اسمبلی کے بھی رکن رہے۔ کنونشن مسلم لیگ کا بھی ساتھ رہا اور قیوم مسلم لیگ میں بھی رہے۔ ۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو خان اعظم کے تاریخی جلوس کا سہرا آپ کے سر تھا۔ اس وقت گجرات میں آپ کی طاقت عروج پر تھی۔ آپ نے ۱۹۷۸ء میں وفات پائی۔ آپ کی قبر، گجرات شہر میں "کوٹھی نواب صاحب" سے جانبِ مشرق واقع ہے۔ کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہِ

نوابزادہ چوہدری کرنل اصغر علی خاں

تاریخِ وفات: ۹ جون ۱۹۷۸ء۔

پروفیسر سید اکبر علی شاہ

مترجم اقبال پروفیسر سید اکبر علی شاہ نامور ماہر تعلیم اور بلند پایہ علمی شخصیت تھے گجرات میں پیدا ہوئے۔ گجرات میں ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور میں تعلیم پائی اور ایم اے انگلش کرنے کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ پنجاب کے مختلف کالجز میں انگریزی کے استاد رہے۔ اقبال کی دو کتابوں کا انگریزی میں بلند معیار ترجمہ کیا۔ "ضربِ کلیم" کا منظوم انگریزی ترجمہ "The Rod of Moses" کے نام سے اور "بالِ جبریل" کا "Gabriel's Wing" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اور اہل فن نے اسے پسند کیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب "اقبال اور گجرات") آپ نے ۱۴ مئی ۱۹۸۳ء کو شیخوپورہ میں وفات پائی۔ راقم نے مادہ تاریخ نکالا "چراغِ جہانِ علم" = ۱۴۰۳ھ پروفیسر صاحب کی قبر گجرات کے قبرستان تریہنگ میں جانبِ مغرب واقع ہے۔ پختہ قبر پر کتبہ نصب ہے۔ اور یہ عبارت رقم ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرقد

سید اکبر علی شاہ

ایم۔ اے انگریزی، فلسفہ، فارسی

مترجم "بالِ جبریل" و "ضربِ کلیم" بزبانِ انگریزی (منظوم)

وفات

ولادت

۱۴ مئی ۱۹۸۳ء

۶ جون ۱۹۱۱ء

شیخوپورہ

گجرات

قطعہ تاریخِ وفات

مخدوم اپنے اکبر علی شاہ خوش خصال
 واحسرتا کہ چھوڑ کر ہم سب کو چل دیتے
 سید کو اہل بیت کی شفقت نصیب ہو
 نیا میں "حُسنِ خُلُق" کی بنیاد ڈھے گئی
 خوش خُلُق، باوقار، وصغدار، باکمال
 احباب و اقربا کے ہوتے قلب پُر ملال
 دائم رکھے عزیز انہیں رَبِّ ذوالجلال
 علم و ہنر پہ غم یہ پڑا ہو گئے نڈھال

۱۰۰

تاریخ کی تھی فکر کہ ہاتف نے یوں کہا
"علم کا انتقال ہے عالم کا انتقال"

۱۵۰۳-۱۰۰ = ۱۴۰۳ھ

(مظہر محمود شیرانی)

شیخ اللہ داد سمریؒ

شیخ اللہ داد سمریؒ بہت بڑے عارفِ الہی اور ولی اللہ تھے۔ قصبہ قریشیاں ضلع ملتان میں شیخ غیاث الدین قریشی کے گھر پیدا ہوئے۔ جوانی میں بڑے بھائی کے تعاقب میں اٹک آئے اور وہاں سے گجرات کے گاؤں سیدھڑی آ گئے۔ پھر گندہرہ آئے اور آبادی سے باہر ویرانے میں عبادتِ الہی میں مصروف ہو گئے اور ساہا سالِ اسی جگہ یادِ الہی میں سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے گزار دیئے۔

۱۰۰۰ھ کے قریب اکبر اعظم نے کشمیر پر یورش کی۔ جب اس کی فوج لڑ رہی تھی تو اکبر نے کشمیر جاتے ہوئے راستے میں کسی ولی اللہ کا پتہ پوچھا تاکہ کشمیر کی فتح کے لئے دعا کرا سکے۔ لوگوں نے شیخ اللہ داد سمریؒ کا پتہ بتایا۔ اکبر حاضر ہوا تو آپ نے درخت کی ٹہنی توڑ کر دی اور کہا "یہ لو کشمیر کی چابی!" بادشاہ ذرا آگے بڑھا تو کشمیر فتح ہونے کی خوشخبری سنی۔ چنانچہ اس نے خوش ہو کر آپ کے ٹھکانے کے ارد گرد ۱۵۰۰ یگھے زمین آپ کے لئے وقف کر دی اور فرمان لکھ دیا۔ یہ فرمان ابھی تک آپ کی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔ آپ کی اولاد گندہرہ، مہریہ والا، وزیر آباد، جم وغیرہ میں آباد ہے۔ آپ کا مزار گندہرہ (نزد ماڈل ٹاؤن گجرات) سے باہر واقع ہے۔ قبر کے سرہانے سنگِ مرمر کی تختی پر یہ قطعاً درج ہیں:

قطعاً تاریخ وفات

امام العارفین قدوة السالکین

حضرت شیخ اللہ داد سمری قریشی صدیقی اویسی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۹ ذی الحجہ ۹۳۵ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۵۲۸ء۔ بروز ہفتہ

تاریخ وفات: ۲۱ ماہ ذیقعد ۱۰۱۱ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۶۰۲ء۔ بروز بدھ عمر ۷۶ سال^(۱)

از "اسرار الصدق" قلمی تصنیف قاضی محمد فضل حق وزیر آبادی

چو قبله مظهر فیض الہی مزار نور بار شیخ صاحب
بود سال وصال آں مکمل ہویدا از شمار "شیخ صاحب"

ھ ۱۰۱۱

--- ایضاً ---

شیخ سیری چو گشت واصل حق ماہ چرخ مقید و مطلق
اُمّی و عارف و خدا آگاہ این چنین کس ندیدہ ام باللہ
ذات او قدوہ مشائخ بود در جہاں سمجھو کوہ شاخ بود
ماہ ذیقعد بود بست و یکم کہ زدنیا شدہ بچرخ نہم
عقل تاریخ نقل آں مسعود کرد رقم "قدوہ مشائخ بود"

ھ ۱۰۱۱

از قریشی نادر حسین نادر ناکن جم (گجرات)

شیخ سیری چشمہ رشد و ہدا مرد صوفی واقف سیر خدا
رہو بر سنت خیر الوراے افتخار اولیاء و اصفیاء
دستگیر عاصیاں وقت خطا مرد کامل شہ سوار اتقا
مرقدش شد مرجع ہر خاص و عام زاتراں بہر زیارت صبح و شام

سال فوتش آں شہ والا تبار

از شمار "شیخ صاحب" کن شمار (۲)

ھ ۱۰۱۱

از پروفیسر احمد حسین احمد قلعہ داری
 شیخ سیری کہ سقطیء ثانی
 رفت از بزمِ علمِ فانی
 گفت احمد یادِ آں مسعود
 سالِ او "قدوہ مشائخ بود"
 ۱۰۱۱ھ

--- ولہ ایضاً عنہ ---

امامِ عارفاں آں شیخِ سیری
 ازین دارِ فنا چوں رخت برداشت
 بنامِ خویش معرونی اللہ داد
 بہر سو رفت صد فریاد! فریاد!
 "امامِ عارفاں قطبِ زماں" سال
 "زشاہی او" شمر این جملہ اعداد
 ۱۰۱۱ھ سنِ فوتش بگو او "شیخِ پا کاں"
 باحمد ہاتفِ غیبی ندا داد

تجدیدِ روضہ امامِ العارفین حضرت شیخ اللہ داد سیری نور اللہ مرقدہ ۱۹۶۹ء - ۱۳۸۹ھ
 موضع گندہ خورد گجرات

بمساعی مجلس انتظامیہ اولاد حضرت شیخ سیری

(۱) اس سے نیچے کچھ نام کندہ تھے جنہیں دانستہ کھرچ کر مٹا دیا گیا ہے۔ صرف ڈاکٹر خورشید علی قریشی ایم. بی. بی ایس کا نام
 پڑھا جاتا ہے)

(۱)۔ وفات ہفتہ اور ولادت بدھ کو درست ہے یہاں الٹ لکھا گیا ہے (م۔ س) اور ہجری سن سے عیسوی سن میں تبدیلی
 بھی غلط ہے۔

(۲)۔ "شیخ صاحب" کے علاوہ کسی اور مادہ تاریخ سے مطلوبہ اعداد پورے نہیں ہوتے۔

غازی اللہ داتا شہید

اللہ داتا ایک کشمیری خاندان کا دیندار اور غیرت مند نوجوان تھا۔ کنجاہ میں رہتا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں وہاں ایک سیکھ تھانیدار نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ اللہ داتا نے غیرت ایمانی اور محبتِ آقائے دو جہاں کے جوش سے موقع پر ہی کھڑے سے وار کر کے اس شاتمِ رسول کا کام تمام کر دیا۔ اس کی سزا میں وہ پھانسی کے حقدار ٹھہرے اور فردوسِ بریں ان کا مقدر ہوئی۔

کنجاہ سے شمال مشرق کی جانب انہیں دفنایا گیا۔ جہاں ان کی قبر پر عبداللہ سلیمانی نے مزار تعمیر کرایا اور ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی جو اب "مسجد غازی صاحب" کے نام سے مشہور ہے۔ عبداللہ سلیمانی صاحب کو غازی اللہ داتا سے بہت عقیدت تھی اور انہیں ان کی وصیت کے مطابق غازی اللہ داتا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ غازی اللہ داتا کی قبر پر نصب کتبہ پر درج ذیل تحریر کندہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا

بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحْنَا بِمَا اَنْهَمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝

حضرت پیر سید حاجی محمد یعقوب شاہ صاحب کے مخلص مرید
بطلِ حریت، مجاہدِ ملت، شہیدِ امت، شیرِ اسلام، عاشقِ رسول
حاجی غازی اللہ داتا صاحب شہیدِ برد اللہ مضجعہ و روح اللہ روحہ

قطعاً تاریخیہ

پچو بر دینِ نبی جاں کرد قربان اللہ داتا کہ کم باشد مثلش

چو حاجی بود بر حاجی تبرزد نمایاں گشت در عالم کمالتش
 بشمع دیں چو پروانہ فدا شد زہے غیرت بود رحمت بجالتش
 بواصف فی البدیہ ہاتفِ غیب بگفتا "غازی" دلشاد" سالتش

۱۳۵۷ھ

--- دیگر ---

بہر قتلِ حاجی دینِ رسول ز اسماں ناگہ در حاجی زدند
 خنجر، گفتندش الا دتا میاں کُش، بکشت، افرہ شادی زدند
 روز شنبہ شانزدہ ماہِ حرام گفت واصف "گردنِ غازی زدند"

۱۳۵۸ھ

(از تصنیف مولوی مولا بخش واصف - ۱۹ مارچ ۱۹۳۸ء)

زندہ رہے گا نام شہادت سے حشر تک اولاد سے چیا تو کوئی تین چار پشت
 سر شمع کٹائیے اور دم نہ ماریے منزل مہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریے
 قربانی و ایثار ہے ایمان کی تمہید کٹ جائے جو گردن تو ہو جائے مری عید
 (از قلم مولوی مولا بخش ہاشمی - کاتب)

ڈاکٹر شیخ اللہ دتتا طالب کنجاہی

ولی کامل شیخ اللہ دتتا صاحب کنجاہ میں شیخ پیر بخش کے گھر ۱۲ فروری ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں لاہور میڈیکل سکول (موجودہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج) سے LMS کی سند لی اور انڈین میڈیکل سروس میں شمولیت اختیار کی۔ جنگ عظیم اول میں انگلینڈ، فرانس، شمالی افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں رہے۔ اور پیشہ وارانہ خدمات کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کئی انگریزوں کو مسلمان کیا پھر فوج سے استعفیٰ دے دیا اور کنجاہ میں پرائیویٹ پریکٹس شروع کی۔ حضرت امیر ملت کے مرید باصفا تھے۔ ۱۹۱۸ء میں انہوں نے خلافت سے نوازا۔

آپ نے غدھی تحریک، کشمیر ایچی ٹیشن اور تحریک پاکستان میں امیر ملت کی راہنمائی میں اپنی قوم کے مفاد کے لئے کام کیا۔ آپ کا انتقال ۳ مارچ ۱۹۵۸ء کو ہوا۔ کنجاہ میں غنیمت کنجاہی کے مزار سے جانب مشرق آپ کا مزار ہے جس پر خوبصورت خط میں کندہ کتبہ دروازے کے اوپر اور باتیں ہاتھ نصب ہے۔ اس کتبے پر درج ذیل عبارت رقم ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

روضة من رياض الجنة

اعلیٰ حضرت الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتتا صاحب طالب کنجاہی نقشبندی مجددی

جماعتی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت امیر ملت عظیم البرکت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب

نور اللہ مرقدہ

تاریخ پیدائش: ۱۲ فروری ۱۸۸۶ء۔ تاریخ وفات: ۳ مارچ ۱۹۵۸ء۔
 شیخِ کامل اللہ دتہ طالبِ حق ذوالمنن عابد و زاہد، سراپا خاکپائے پنجتن
 پیر کی شب گیارہویں شعبان پیرِ نقشبند چھوڑ دنیائے فانی کو چل بے پیرِ زمن
 جب ہوئی عاصیٰ کو تیرے فکرِ تاریخ وصال
 رحمتِ حق نے ندا دی طالب ہو "معفور بن"

۱۳۷۸ھ

سالِ وصلِ طالبِ حق فی البدیہ عاصیٰ بگفت
 روزِ دو شنبہ پگاہِ یازدہ شعبان بود
 ایں کہ گوئی یک ہزار دنہ صد و پنجاہ و ہشت
 شیخ اللہ دتہ سوتے جنت الفردوس رفت
 (از فقیر محمد امین عاصیٰ کنجاہی ضلع گجرات خطہ پاک)

☆ راقم نے "فضیلت پتہ" = ۱۳۷۸ھ سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ

ہو۔ کتاب امیر ملت اور ان کے خلفاء از صادق قسوری۔

اُستاد امام الدین گجراتی

سہل گوئی کا بادشاہ اور عوامی حلقوں میں گجرات کا سب سے مشہور شخص، استاد امام الدین ۱۸۷۰ء کے لگ بھگ گجرات میں پیدا ہوا۔ والد کا نام میر حسن دین تھا۔ ابتدائی جماعتیں پڑھنے کے بعد استاد نے میونسپل کمیٹی گجرات میں ملازمت اختیار کی اور ۲۸ سال چوکی محرر کے طور پر کام کیا۔ استاد نے ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ پنجابی چومصرے سے شاعری کی ابتدا کی مگر بعد میں دوستوں کے کہنے پر اردو میں شاعری شروع کی اور سہل گوئی میں اپنا ایک مخصوص انداز اور زبان ایجاد کی جو استاد کی پہچان ہے۔ برس ہا برس تک گجرات کے عوامی مشاعروں میں استاد کا سکہ جمارہا۔ استاد کی پہلی کتاب "بانگِ دُھل" ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ "بانگِ رحیل" اور "صورِ اسرافیل" بھی استاد کے شعری مجموعے ہیں۔ استاد نے ۱۹۵۴ء میں وفات پائی۔ استاد کی قبر، قبرستان تریہنگ کے مشرق میں سڑک کے ساتھ حاجی غلام نبی ممبر کی رہائش گاہ کے قریب واقع ہے۔ قبر پختہ ہے سرہانے یہ کتبہ نصب ہے:

۷۸۶

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

مرقد

طوطی گجرات، ملک الشعراء

حضرت استاد امام الدین صاحب استاد

وفات: ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء / ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ

حق معفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

علامہ سید امداد حسین کاظمی

نامور شیعہ عالم اور مفسرِ قرآن سید امداد حسین کاظمی گجرات میں سید عباس علی کاظمی کے گھر ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم گجرات وزیر آباد اور گوجرانوالہ میں حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل، ادیب فاضل اور مولوی فاضل اور بی اے کے امتحانات پاس کئے۔ گورکھی میں گیانی تھے۔ شیعہ مذہب کی تبلیغ کے لئے پونچھ، بنگال اور ہندوستان کا سفر کیا۔ ماہنامہ "معارف اسلام" کے نگران اور "پوسٹ آفس گزٹ" کے مدیر رہے۔ ایک درجن کے قریب کتب تصنیف کیں جن میں قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر نمایاں ہے۔ آبائی قبرستان متصل امام بارگاہ کاظمیہ پڑھے، ریلوے روڈ گجرات میں دفن ہیں۔ "سمت یزداں مولوی امداد رفت" = ۱۳۹۵ھ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ "چراغ روشن دیار" =

۱۹۷۵ء (ازراقم) سے بھی سن وفات نکلتا ہے۔ کتب پر یہ تحریر کندہ ہے:

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات خیر النساء حسین و حسن مصطفیٰ علیؑ

مَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

یا علی مدد

مِن مَاتَ عَلِيَّ حُبِّ آلِ مُحَمَّدَاتٍ شَهِيداً

مزارِ اقدس

مفسرِ قرآن، مفکرِ اسلام امداد الملت والذین علامہ السید امداد حسینؑ کاظمی المشہدی

ابن سلطان الذاکرین السید عباس علیؑ کاظمی المشہدی

تاریخ وصال: ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ بمطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۷۵ء بروز شنبہ

سید ابوالکمال برق نوشاہی

علمِ دین، شاعر، مبلغ، واعظ، مؤرخ اور صوفی نیک سیرت جناب برق نوشاہی کا اصل نام غلام رسول تھا۔ سید چراغ محمد شاہ نوشاہی کے ہاں ۶ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ کو چک سواری (میرپور، آزاد کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ ۶ سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کرنا شروع کیا اور مولوی غلام حسین کلیانوی سے کریم، پند نامہ اور پہلے پارے کا ترجمہ پڑھا۔ دارالعلوم نقشبندیہ علی پور، مدرسہ محمدیہ چونڈہ، سیالکوٹ اور دیگر مدارس سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۵۸ھ میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور سلوکِ قادریہ کی منازل کامیابی سے طے کرتے ہوئے خلافت حاصل کی۔ اپنے وعظ و خطابت اور مناظرہ و مکالمہ کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو دینِ حق کے قریب تر کیا۔ ۱۹۶۹ء میں ڈوگہ شریف میں جامعہ تبلیغ الاسلام اور چک سواری میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

سید برق نوشاہی نے درجنوں کتب تصنیف کیں جن میں تفسیر، فقہ، تاریخ و تذکرہ، تصوف، تنقید و تردید، عملیات، مکتوبات اور دیگر موضوعات پر کتب شامل ہیں۔ آپ نے ۱۹۸۵ء میں وفات پائی۔ راقم کا فکر کردہ مادہ تاریخِ رحلت ہے "مردِ ذیشانِ رفت" = ۱۹۸۵ء۔ ڈوگہ شریف نزد دولت نگر میں آپ کا مزار ہے۔ کتب کی تحریر یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الدِّیْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَاَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

مرکز تجلیات

امام الاولیاء، سلطان المشائخ علامہ پیر سید ابوالکمال برق قادری نوشاہیؒ

وصالِ باکمال: ۲، اپریل ۱۹۸۵ء - ۱۰ رجب ۱۴۰۵ھ

پیر بہاؤن شاہ

بہاؤن شاہ، حضرت شاہدولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے (دوسری روایت کے مطابق متنبی) تھے۔ حضرت شاہدولہ کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ مشتاق رام نے اپنے کرامت نامہ میں لکھا ہے کہ جب شاہدولہ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو بہاؤن شاہ حسن ابدال میں کسی کی عیادت کو گئے ہوئے تھے۔ جب انہیں شاہدولہ صاحب کی بیماری کی اطلاع ملی تو فوراً گجرات پہنچے۔ شاہدولہ نے آپ کو خرقة خلافت عطا کیا اور اپنے سامنے مسند پر بٹھایا اور نعمتِ باطنی سے سرفراز کر دیا۔

مشتاق رام نے مزید لکھا ہے کہ آپ اوصافِ حمیدہ کے مالک، زاہد و عابدِ شب بیدار اور شناور بحرِ معرفت، صاحبِ صدق و صفا اور سرشارِ نشہ آگئی تھے۔ آپ نے ۱۱۰۸ھ بمطابق ۱۶۹۶ء میں رحلت فرمائی اور قبرستان آل شاہدولہ (نزد مسجد حاجی صاحب۔ شاہدولہ روڈ گجرات) میں آپ کی پہلی قبر بنی۔ یہ قبر آج بھی محفوظ ہے۔ کتبہ نصب نہیں لیکن قبر پختہ ہے۔

آپ کی وفات پر مشتاق رام نے یہ قطعہ سن رحلت لکھا تھا۔

پیر دولائے آزادہ مشرب ز غم ایزد ہمیشہ شاد بودے
 ز جام بخش مست آل شاہ بہاؤن کہ رنداں درجہانش در سجودے
 بیدارِ ارم چوں گشت مشتاق خس و خارا ز چمن رضوان زودے
 چو رحلت کرد از دنیا بعقبی نمودم با خرد گفت و شنودے
 کہ تاریخش بگو گفتا کہ دیں است "وصالش زد بحق دل وہ درودے"

حضرت پیر محمد سچیارؒ

نوشاہی سلسلہ کے یہ عظیم ولی نوشہرہ میانہ میں دفن ہیں۔ آپ کا نام پیر محمد تھا مرشد نے سچیار بنا دیا۔ آپ گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں نرطالی کے ایک رئیس، ملک وارث خاں کے ہاں پیدا ہوئے جو قوم لکھڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن میں یتیمی کا داغ پایا اور بے سروسامانی اور بے کسی کی حالت میں سفر کرتے ہوئے وزیر آباد کے گاؤں "کالیکی" پہنچے۔ آپ کی والدہ آپ کو تلاش کرتی ہوئیں کالیکی پہنچیں اور یہیں فوت ہو کر دفن ہوئیں۔ پیر محمد، ہادی کی تلاش میں نکلے اور حضرت حاجی نوشہ گنج بخشؒ کی خدمت میں ساہنپال پہنچے۔ مرشد نے کمال عنایت سے پیر محمد کو سچیار بنا کر بلند مقام عطا کیا اور فرمایا کہ نوشہرہ مغلاں میں شمع حق روشن کرو۔ چنانچہ آپ نے نوشہرہ میں قیام کیا جو دریائے چناب کے کنارے ایک بہت بڑا تجارتی قصبہ تھا۔ آپ نے زندگی کے بقیہ ایام اسی قصبہ میں یا دِ الٰہی اور منازل سلوک طے کرتے ہوئے گزارے۔ آپ حضرت نوشہ گنج بخش کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی کرامات اور برکات کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ آپ کی جلالتی ہوتی شمع رشد و ہدایت کی روشنی دور دور تک پھیلی اور آپ طویل عمر پا کر ۲۵ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ / ۱۶ جون ۱۷۰۷ء کو فوت ہوئے۔ (بحوالہ اذکارِ نوشاہیہ از شریف احمد شرافت)

موجودہ قبر نوشہرہ میانہ سے جانب مغرب ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ جہاں آپ کو دسمبر ۱۹۸۵ء میں سہ بارہ دفنایا گیا۔ اس سے قبل ۱۸۲۵ء اور ۱۸۹۰ء میں بھی دریائے چناب کے کٹاؤ کی وجہ سے آپ کے جسد مبارک کو قبر سے نکال کر محفوظ جگہ پر دفنایا گیا تھا۔ مہربار آپ کا جسد مبارک صحیح و سلامت حالت میں پایا گیا۔ آپ کے لوح

مزار کی تحریر حسب ذیل ہے۔ (کتبے پر تاریخِ رحلت درست نہیں)

یا محمدؐ

یا اللہؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

حضرت غازی سخی پیر محمدؐ سچیار کسبل پوش

قطبِ زماں، غوثِ زمانہ، عالمِ علمِ الہی، نوشہرہ شریف

تاریخِ پیدائش: ۱۰۱۳ھ

تاریخِ رحلت: ۱۱۲۲ھ

آخری زیارت: ۲ ستمبر ۱۹۸۵ء

ملک جسرتھ کھوکھر

پنجاب نے ہر بیرونی حملہ آور کو خوش آمدید کہا مگر حملہ آور کو خوش آمدید نہ کہنے اور خون کے آخری قطرے تک ڈٹے رہنے کی روایت گجرات کے ایک غیرت مند بیٹے پورس نے قائم کی تھی۔ اس روایت کو آگے بڑھانے والوں میں گجرات کی دھرتی کے ہی ایک اور سپوت ملک جسرتھ کھوکھر کا نام آتا ہے۔ مگر شہنشاہوں کے قصیدہ گو مورخوں نے اسے غدار، باغی اور حرام خور کے القابات سے یاد کیا کیونکہ ان کی نظر میں جذبہ۔ حب الوطنی کے تحت مقامی رعایا کی طرف سے اٹھنے والی کوئی بھی آواز قابل قبول نہ تھی۔ جسرتھ کے دور کی تاریخیں اسے نظر انداز نہ کر سکتی تھیں مگر ہمارے ضلع کے مورخین اب تک اسے نظر انداز کرتے آتے ہیں۔ مرزا اعظم بیگ نے جسرتھ کی قبر ماڑی میں بتائی تو باقی "محققین" نے بھی ماڑی ہی لکھا کسی نے عملی تحقیق نہیں کی۔ قبر دراصل کڑی اور خلیل پور کے درمیان ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔

ملک جسرتھ کھوکھر سرزمین گجرات کا ایک بہادر جنگجو تھا۔ والد کا نام ملک شیخا کھوکھر تھا۔ سلسلہ۔ نسب قطب شاہ سے ہوتا ہوا حضرت علیؑ سے ملتا ہے۔ شیخا کھوکھر، کھوکھر قبیلے کا سربراہ تھا اس نے سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ کے دور میں صوبہ لاہور پر قبضہ کر لیا تھا اور جنوری تا اکتوبر ۱۳۹۸ء تک یہ قبضہ قائم رکھا تھا۔ شیخا نے سارنگ خان (حاکم دیپالپور) کے ہاتھوں شکست کا بدلہ لینے کے لئے اکتوبر ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور کے حملے کے وقت اس کی مدد کی تھی مگر جلد ہی بغاوت کر کے دوبارہ لاہور پر قبضہ کر لیا تھا۔ تیمور نے جواباً دھوکے سے شیخا اور اس کے بیوی بچوں کو قید کر لیا تھا اور بعد میں شیخا کو بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ جسرتھ نے تیمور کی قید سے بھاگ کر جان بچائی تھی۔

جسرتھ کی تاریخ اور جائے پیدائش حتمی طور پر معلوم نہیں مگر اندازہ ہے وہ ۱۳۶۵ء کے لگ بھگ موجودہ گجرات کے علاقے میں پیدا ہوا۔ جنگجو باپ نے پرورش کی اور تمام امور حرب سے آشنا کیا۔ شیخا کی وفات کے بعد جسرتھ کھوکھروں کا سردار بنا اور رفتہ رفتہ اپنی طاقت میں اضافہ کرتا رہا۔ مسیٰ ۱۴۲۰ء میں جسرتھ کی مڈ بھیر بادشاہ کشمیر، سلطان علی سے ہوئی۔ جسرتھ کو فتح حاصل ہوئی اور یوں اس کی جنگجویانہ اور باغیانہ زندگی کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد جسرتھ نے یکے بعد دیگرے لدھیانہ، جالندھر، سرہند اور دہلی پر حملے کیے۔ لدھیانہ میں اس نے مبارک شاہ کی فوجوں کو دریائے ستلج پار کرنے سے چالیس روز تک روکے رکھا مگر جب وہ دریا پار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جسرتھ کو کوہ تیکھر (جموں کی پہاڑیوں کا نقطہ۔ آغاز (نزدکری۔ ہلوپور؟) کی طرف بھاگنا پڑا۔ مسیٰ ۱۴۲۲ء میں جسرتھ نے ایک جمعیت کشر کے ساتھ دریائے چناب اور راوی کو عبور کیا اور لاہور میں آ کر شیخ حسین زنجانی کے روضہ مبارک میں قیام کیا۔ ۲ جون ۱۴۲۲ء کو جنگ ہوئی۔ فیصلہ نہ ہو سکا جسرتھ نے اپنی طاقت میں مزید اضافہ کیا، سامان خوردنوش اکٹھا کیا۔ ۱۲ جون کو دوبارہ جنگ شروع ہوئی جو ۳۵ روز تک جاری رہی مگر جسرتھ کو کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر جسرتھ کلانور کی طرف چلا گیا جہاں اس کا مقابلہ راجہ بھیم سے ہوا جو شاہی لشکر کی مدد کے لئے آیا تھا مگر یہ جنگ بھی بے فیصلہ رہی اور اگست ۱۴۲۲ء میں دونوں نے صلح کر لی۔

اس کے بعد جسرتھ نے کھوکھروں کی طاقت کو ایک بار پھر منظم کیا۔ ادھر سکندر تحفہ ایک بڑی فوج لے کر جسرتھ کے مقابلے کے لئے آیا۔ چنانچہ جسرتھ کو واپس آنا پڑا۔ سکندر تحفہ، راجہ بھیم کی مدد سے جموں کی حدود میں داخل ہوا اور جسرتھ سے کٹے ہوئے کھوکھروں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا لاہور واپس ہوا۔

اپریل ۱۴۳۳ء میں جسر تھ اور راجہ بھیم کی فوجوں کے درمیان رن پڑا۔ راجہ مارا گیا اور بہت سارا جنگی سازوسامان جسر تھ کے ہاتھ لگا۔ اسی سال جسر تھ نے دیپالپور اور لاہور کے گرد نواح پر حملہ کیا۔ اگست ۱۴۲۸ء میں جسر تھ نے کلانور پر قبضہ کر لیا۔ سکندر تحفہ، امیر لاہور، اہل کلانور کی مدد کے لئے جسر تھ کے مقابلہ میں آیا۔ جنگ میں جسر تھ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ حصار جالندھر پر بھی حملہ ہوا۔ کانگرہ میں ملک جسر تھ اور سکندر تحفہ کی فوجوں کے درمیان ٹکڑ ہوئی اور جسر تھ کو واپس اپنی پناہ گاہ تیکھر آنا پڑا۔

نومبر ۱۴۳۱ء میں سکندر تحفہ نے جب جالندھر کی طرف فوج کشی کی تو جسر تھ پرانی شکستوں کا بدلہ چکانے کے لئے ایک بڑی فوج لے کر دریائے چناب، راوی اور پیاس کو عبور کرتا ہوا جالندھر کے قریب جا پہنچا اور سکندر تحفہ کی فوج کو شکست دے کر سکندر تحفہ اور اس کے کئی اہم ساتھیوں کو پکڑ لیا اور حصار لاہور کا محاصرہ کر کے بیٹھ رہا۔ مگر جب مبارک شاہ نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ جسر تھ کی طاقت کا قلع قمع کرنے کی غرض سے چڑھائی کی تو جسر تھ، سکندر تحفہ کو ساتھ لے کر اپنے ہیڈ کوارٹر کوہ تیکھر واپس آ گیا۔ جون ۱۴۳۳ء میں جسر تھ نے ایک بار پھر لاہور پر حملہ کیا، کافی عرصہ تک نصرت خاں سے مدد بھیڑ رہی آخر واپسی ضروری ہو گئی۔ ستمبر ۱۴۳۲ء میں جسر تھ نے ملک الہ داد لودھی جو نصرت خاں کے بعد اقتدار لاہور اور جالندھر کا حاکم بنا تھا، سے جنگ میں فتح پائی۔

۱۴۳۵-۳۶ء میں محمد شاہ بن فرید شاہ نے ایک بڑی فوج جسر تھ کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جو اس کی ریاست کو تاخت و تاراج کر کے دہلی واپس چلی گئی۔ ۱۴۴۱ء میں جسر تھ نے ملک بہلول لودھی سے صلح کر لی جو محمد شاہ کی طرف سے دیپالپور اور لاہور کا حاکم مقرر تھا۔ جسر تھ نے بہلول کو دہلی پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور اسے مدد کا یقین

دلایا مگر خدا کی قدرت کہ اگلے سال جسرتھ فوت ہو گیا (۱۴۴۲ھ - / ۱۸۴۶ھ)۔ چند سالوں بعد بہلول اس مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جموں کے راجے (راجہ بھیم؟) کی بیٹی سے جسرتھ نے پیاہ کیا تھا۔ راجہ کو جسرتھ نے ہلاک کر دیا تھا چنانچہ اس کی بیٹی نے باپ کا بدلہ لینے کے لئے جسرتھ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ جسرتھ کی اولاد اس تمام علاقے میں موجود ہے اور کڑی، بہلولپور، ماڑی کھوکھراں، شام پور کھوکھراں وغیرہ میں اس کی نسل خوب پھلی پھولی ہے۔ اس کے علاوہ جہلم اور کٹی اور شہروں میں بھی جسرتھ کی اولاد موجود ہے۔

جسرتھ کی قبر کے ساتھ دو اور قبریں ہیں ایک سید نظام الدین شاہ کی جو سادات معین الدین پور، مدینہ سیداں اور جمالپور کے جد امجد تھے۔ روایت ہے کہ وہ جسرتھ کے داماد تھے۔ دوسری قبر جسرتھ کی بہن کی ہے۔ یہ قبریں جس ٹیلے پر ہیں وہاں ایک تباہ شدہ بستی اور قلعے کے آثار پائے جاتے ہیں۔ علاقے کے لوگ جسرتھ کے بارے میں یہ جانتے ہیں کہ وہ ان کے جد امجد تھے اور اس علاقے کے سردار تھے۔ تفصیلات سے وہ بے خبر ہیں۔ تاہم بابا محمد حسین نے جو جسرتھ کی سولہویں پشت میں سے ہیں راقم کو جسرتھ کا شجرہء نسب حضرت قطب شاہ تک لکھوایا اور جموں کے راجہ کی بیٹی سے شادی کے متعلق بتایا۔ اکثر لوگ جسرتھ (جسے وہ بابا جسرس کہتے ہیں) کو روحانی بزرگ خیال کرتے ہیں۔ جسرتھ کی قبر پختہ ہے اور اردگرد چار دیواری بنائی گئی ہے۔ بجلی بھی ٹیلے پر پہنچائی گئی ہے۔ ۱۸۶۸ء کے کاغذات مال کے مطابق ۱۴۳۷ء میں کڑی کے ویران گاؤں کو جسرتھ نے آباد کیا تھا۔ اور اس کا نام "کھوکھر" رکھا تھا (جو اس کے جد امجد کا نام تھا) بعد میں یہ کڑی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

حکیم سید حملے شاہ

ماہر طبیب، عاشقِ رسولؐ، نعت گو شاعر اور خادمِ خلق سید حملے شاہ ۱۸۹۸ء کے قریب موضع جھنڈے والی (تحصیل کھاریاں) میں سید کرم شاہ کے گھر تولد ہوئے۔ طبیہ کالج دہلی سے طب کی تعلیم پائی اور قوی راج آیورویڈک کالج لکھنؤ سے مولوی فاضل اور گیانی کی سند حاصل کی۔ آپ کے والد بھی ماہر طبیب اور مرد باخدا تھے۔ آپ نے جھنڈے والی میں مطب سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۰ء کے قریب گجرات میں جلالپور جٹاں روڈ پر مطب قائم کیا اور تازیست ڈکھی انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ آپ سچے مسلمان تھے۔ رسولِ عربیؐ کی محبت میں ڈوب کر اُردو فارسی میں بلند پایہ نعت کہتے تھے۔ ناداروں، بیواؤں، اور مساکین کا مفت علاج کرتے۔ مذہب اور روحانیت سے گہرا لگاؤ تھا۔ اور قرآن کی تعلیمات پر عمل کو سب مسائل کا علاج سمجھتے تھے۔ جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملتا ہمیشہ کے لئے گرویدہ ہو جاتا۔ اس سرچشمہ فیضِ شخصیت نے ۹ مارچ ۱۹۹۴ء کو معالجِ حقیقی کے حضورِ حاضری دی اور جھنڈے والی میں سپردِ خاک ہوئے۔ قبر کے کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حکیم سید حملے شاہ صاحب المشہدی

تاریخ وفات: ۹ مارچ ۱۹۹۴ء۔

آسماں تیری لحد پر شبِ نیم افشانی کرے

سبزہ نورِ ستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بابا جنگو شاہؒ

بابا جنگو شاہ مشہور مجذوب ولی تھے۔ ملہو کھوکھر (جو ان کی وجہ سے "بابے دا ڈیرہ" بھی کہلاتا ہے) میں ان کا مزار ہے۔

آپ سید نہیں تھے بلکہ ایک غریب تیلی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شادیوال میں پیدا ہوئے وہاں سے گوری سول آئے وہاں سے لالہ موسیٰ اور پھر ملہو کھوکھر میں قیام کیا۔ ویرووال اور چکوڑی میں بھی قیام رہا۔ بڑی کڑی ریاضتوں اور چلوں سے گزرنا آپ کا معمول تھا۔ کئی کئی پہر کھڑے رہتے تھے۔ جسم سُکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ سردی گرمی سے بے نیاز! دنیا کے لوبھ لالچ سے پاک! میاں محمد بخش (سیف الملوک والے) آپ کے بہت معتقد تھے اور آپ کے پاس حاضری دیا کرتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ "بابا جنگو شاہ صاحب اپنے عہد میں بے نظیر ولی تھے اور ان کا مقام بہت بلند تھا۔" آپ نے شاہدولہؒ سے بھی اویسی فیض پایا۔ تذکرہ غوثیہ (از حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتی۔ مطبوعہ دہلی بار چہارم صفحہ ۱۶۷) میں ہے "قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا اور بے پرواہ ہو اور تمام عالم کا حال اس پر آئینہ ہو اور جو وصف کہ عارفوں میں ہوتا ہے اس میں بے مثل ہو۔ شرط یہ ہے کہ مجذوب بھی ہو اور سالک بھی! جیسے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر تھے یا اس زمانے میں حضرت بابا جنگو شاہ گزرے ہیں"

بابا جنگو شاہ صاحب کی تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تذکروں میں سن وفات ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء لکھا ہے۔ اور شیخ عبداللہ ساکن چک عمر کی کمی ہوتی تاریخ سے بھی یہی سن برآمد ہوتا ہے۔

جناب شاہ جنگو تودہ، خاکستر عشقش چو او مجذوب ذات کبریا کمتر شود پیدا
 بجوای شیخ تاریخش ز "خاکستر" علی گوید کہ زرگم گشتہ از آتش ز خاکستر شود پیدا
 ۵۱۲۸۱

مگر دربار کے بیرونی دروازے کے اوپر جو کتبہ نصب ہے۔ اس پر سن وفات
 ۱۸۴۲ء درج ہے۔ اس کتبے کی اصل عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

دربار عالیہ

حضرت بابا جنگو شاہ صاحب ولد شہاؤ الدین صاحب

وصال ۱۱ دسمبر ۱۸۴۲ء۔

کتابی نام: اللہ دین صاحب بھائی: بابا عیسیٰ صاحب

کشتگان خنجر تسلیم را

بر زماں از غیب جان دیگر است

حکیم چراغ علی

فوجداری مقدمات کی وکالت میں گجرات نے جو سب سے نامور وکیل پیدا کیا وہ حکیم چراغ علی ہے۔

حکیم چراغ علی ۱۸۹۸ء میں جلالپور جٹاں میں حکیم کرم الہی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گجرات میں اور بی اے، ایل ایل بی کی سند علی گڑھ سے حاصل کی۔ ۱۹۲۱ء میں گجرات سے پریکٹس کا آغاز کیا اور اپنی ذہانت، محنت اور خوش بختی سے ضلع کے سب سے بڑے وکیل کا مقام حاصل کیا۔ وقت اور اصولوں کے سختی سے پابند تھے۔ ہمہ وقت مصروف رہتے اور وکالت کے پیشے میں ایک Legend کی حیثیت پائی۔ حکیم صاحب ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء میں گجرات بار کے صدر بھی رہے۔

۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلم لیگ کے لئے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ قائد اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کی گجرات آمد پر میزبانی کا شرف حاصل کیا جو بذات خود ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ آپ گجرات میں مسلم لیگ کے بانیوں میں شامل تھے۔ آپ نے مسلم لیگ کو اس وقت مضبوط کیا جب گجرات میں یونینسٹ پارٹی کا زور تھا۔ آپ نے نہایت مصروف اور با اصول زندگی گزار کر ۱۷ ستمبر ۱۹۷۷ء کو گجرات میں وفات پائی۔ آپ کے سوگ میں اس روز تمام ضلع میں تعطیل کر دی گئی تھی۔ آپ کو آپ کی کوٹھی (واقع جیل چوک) کے صحن میں دفن کیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حکیم محمد حسین آسودہ خاک ہیں جو خالصہ کالج گوجرانوالہ کے پہلے مسلمان پرنسپل تھے۔ دونوں بھائیوں کی قبریں پختہ ہیں مگر کتبے نصب نہیں کیے گئے۔

میاں حبیب اللہ فقیر درزی

پنجابی زبان کے بلند پایہ صوفی شاعر میاں حبیب اللہ فقیر درزی چوہدریوں میں مدفون ہیں۔ "فقہ اصغر" اور "اخبار الآخرت" ان کی دو کتابیں ہیں جو عہد اورنگ زیب میں تصنیف ہوئیں۔ اول الذکر میں فقہی مسائل اور ثانی الذکر میں قیامت کی نشانیاں وغیرہ ہیں۔

حبیب اللہ کے والد کا نام طیب اور دادا کا نام طاہر تھا۔ آپ ملک جسر تھ کھوکھر کی اولاد میں سے ہیں۔ یوں آپ کا شجرہ نسب حضرت علی سے ملتا ہے۔ آپ چوہدریوں میں پیدا ہوئے۔ یہیں زندگی گزاری۔ گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ اس نسبت سے "میاں جی" کہلاتے تھے۔ آپ علومِ دینیہ میں بلند مقام رکھتے تھے "فقہ اصغر" میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

نام حبیب فقیر دا ، طیب دا فرزند
 درزی عرف فقیر دا ، کہتر ہے دو چند
 وچ صوبے لاہور دے ، پرگنہ وچ گجرات
 وطن چوہدریوں ہے ، مسکن دن تے رات

میاں حبیب اللہ چوہدریوں میں ہی فوت ہوئے اور چوہدریوں میں ہی دفن ہوئے۔ آپ کا عرصہ حیات ۱۰۴۵ھ اور ۱۱۲۰ھ کے درمیان قیاس کیا جاتا ہے۔ چوہدریوں، جلالپور جٹوں سے کھاریاں جانے والی سڑک سے جنوب کی جانب تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ میاں حبیب اللہ کی قبر گاؤں سے مغرب کی جانب واقع قبرستان میں ہے۔ قبر پر کتبہ نصب نہیں ہے۔

مولوی محمد حفیظ اللہ قادریؒ

گجرات کے ایک سرحدی قصبے "بڑیلہ" میں ایک بہت بڑے روحانی بزرگ حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ صاحب کا مزار ہے۔ جن کے فیض عام سے مستفید ہونے کے لئے دُور دُور سے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔

خواجہ صاحب، چٹھہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے جد امجد بڑیلہ آئے۔ یہیں آپ ۹، اپریل ۱۹۰۱ء کو مولوی عبدالغنی کے گھر پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے ابتدائی ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ مختلف مقامات پر ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اسلامیہ ہائی سکول لاہور سے ۱۹۰۱ء میں میٹرک پاس کیا۔ خیر المدارس ملتان اور جامعہ نظامیہ دہلی سے دینی تعلیم مکمل کی۔ طیبہ کالج دہلی سے "حکیم حاذق" کی سند حاصل کی۔ مشن سکول جلالپور جٹاں میں عربی ٹیچر رہے اور یہاں مطب، مسجد اور روحانی مرکز بھی قائم کیا۔ برس ہا برس تک مُرشِدِ کابل کی تلاش میں رہے۔ ساتیں احمد خاں (عالم گڑھ) شیخ غلام محی الدین (جلالپور جٹاں) سید غلام محی الدین بٹالوی اور خواجہ گوہر الدین صاحب سے ملاقاتیں رہیں اور آخر حضرت بابو غلام سرور سے فیض حاصل ہوا۔

اس کے بعد بڑیلہ کو اپنی روحانی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور سلسلہ قادریہ چشتیہ کی مہک سے پورا علاقہ مہک اُٹھا۔ آپ نے روحانی اور جسمانی عارضوں کو دور کرنے کا کچھ ایسا انداز اپنایا کہ دُور دُور تک آپ کی شہرت پھیل گئی اور آج پورے پاکستان میں آپ کے فیض کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

آپ نے ۱۹۰۶ء / ۱۳۹۶ھ میں وفات پائی۔ بڑیلہ شریف سے جنوب میں آپ کا مزار ہے جس کے ارد گرد ایک پورا کمپلکس تعمیر کیا گیا ہے۔ قبر کے سرہانے کی

جانب دیوار میں ایک بڑا کتبہ نصب ہے جس کی عبارت درج ذیل ہے :

فَحَمْدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

"مورد الطاف الہی و فیضان ایزدی"

۱۳۹۶ھ

"مرکز تجلیات صیب ربانی"

۱۳۹۶ھ

آفتاب علم و عرفانی، شہباز لامکانی، سلطان الفقراء، اعلیٰ حضرت مولانا الحاج خواجہ پیر حکیم

مولوی محمد حفیظ اللہ قادری چشتی بڑیلہ شریف

"نور رب مصجعة، مجوده"

۱۳۹۶ھ

قطعہ تاریخ وصال

گنج بخش فیض عالم مظهرِ جودِ الہ
مطلع صبح صفا و جلوہ نورِ خدا
زینت کون و مکاں و رونق بزمِ یقین
باعث آرام جاں شاہِ لولاک لما
نورِ چشم حضرت خواجہ پیر عبدالغنی
پر تو خواجہ غلام سرور نور الہدای
آفتاب علم و عرفان مرکزِ رشد و ہدے
آں حکیم آند معالج ظاہر و باطن چناں
شہ حفیظ اللہ میر کاروانِ اولیا
شد بڑیلہ تا ابد از فیض او دارالشفاء

۱۳۱۸ھ

۷۸

مونسِ دل خستگان و چارہ بے چارگان
اند مالِ زخم ہر قلب و جگر درد آشنا

اندریں عالم بود وجہ، ظفر، وجہ سکون
شدند از غیب "اوشہ ہفت کشور زندہ باد"
آنکہ وجہ درگزر در عرصہ روز جزا
"چوں بخت رفت حبیب حق شہنشاہ اولیاء"

۱۳۹۶ھ

۲۰۳۲ب

آں قلندر فخرِ اسلام ست در گاش بہیں
تا ابد جاریست بہر طالبان بحرِ سخا

۱۹۷۶-

خواجہ "محمد حفیظ اللہ پیر باخدا"

۱۹۷۶-

"ناقصاں را پیرِ کامل، کمالاں را راہنما"

نتیجہ فکر: خاکپائے حضور سرورِ پاک قبلہ عالم، حافظ محمد اسحاق

ساکن ہمیر شریف، خادم در گاہِ بڑیلہ شریف

ولادتِ باسعادت: ۱۳۱۸ھ

عمر مبارک: ۷۸ سال قمری

وصال: ۵ شوال ۱۳۹۶ھ / ۱۵، ۱۵ سوج ۲۰۳۳ بکرمی بمطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۷۶-

بروز جمعرات

چودھری حمید اللہ خاں

چودھری حمید اللہ خاں، چودھری خوشی محمد ناظر کے فرزند ارجمند اور تحریک کشمیر کے صفِ اول کے راہنما تھے۔ آپ کشمیر میں ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ علیگڑھ یونیورسٹی سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور جموں میں وکالت شروع کی۔ چند ہی سالوں میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے۔ تحریک آزادی کشمیر کے آغاز ہی سے سرگرم رہے اور کشمیر اسمبلی کے قیام پر جموں کی دیہاتی مسلم نشست پر مسلم کانفرنس کے امیدوار کی حیثیت سے کامیاب ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں دوبارہ انتخاب لڑا، کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور مسلم کانفرنس کی پارلیمنٹری پارٹی کے لیڈر منتخب ہوئے اور اسی حیثیت سے ۱۹۴۷ء تک ملک و قوم کی خدمت کرتے رہے۔ اس دور میں اسمبلی میں آپ انتہائی جرأت و پیاکی سے اپنی قوم کے مسائل کو پیش کرتے اور کسی قوت سے ٹکرانے سے نہ ڈرتے تھے۔ کوئی خوف، لالچ یا تعلق آپ کو حق گوئی سے نہ روک سکا۔ آپ مسلم کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات سے چند روز قبل تحریک کے تقاضوں کے پیش نظر آپ اکیلے سیالکوٹ آ گئے۔ بیوی بچے جموں ہی میں تھے جہاں چند روز میں محشرستان بننے والا تھا۔ چنانچہ ان کے دو جوان بیٹے ارشد حمید اور انور حمید وہاں شہید کر دیئے گئے اور بیوی شدید زخمی ہو گئی۔ لاکھوں کی جائیداد لوٹ لی گئی۔ اس جاں سوز المیہ کو آپ نے بڑی ہمت اور جوانمردی سے برداشت کیا اور قومی مفاد کے پیش نظر، ذاتی سود و زیاں کو بھول کر پھر سے تحریک کے لئے سرگرم ہو گئے۔ مگر

پتر موتے نیتیں بھلے بھانویں ہو کے من فقیر

کے مصداق یہ نعم اندر ہی اندر انہیں کھاتا رہا۔ آپ کے بڑے بھائی چودھری فیض

اللہ خان (جو بارہ مولا میں وزیر وزارت تھے) کو قید کے دوران شہید کر دیا گیا۔ آپ کی سادگی اور صاف گوئی کی وجہ سے بھی آپ کو بہت دکھ اٹھانے پڑے۔ مگر آپ نے ہمیشہ عظیم تر مقصد کو سامنے رکھا۔ آپ نے ہمیشہ قائد اعظم کو اپنا سپاہی پیشوا سمجھا اور انتہائی لگن اور خلوص کے ساتھ کشمیر کا زکے لئے کام کیا۔

چودھری حمید اللہ خاں مسلم کانفرنس کے نائب صدر اور قائم مقام صدر بھی رہے۔ ۱۹۵۲ء میں جب وہ آزاد کشمیر کے وزیر خزانہ تھے تو روسیوں کے ایک وفد کے سامنے مسئلہ کشمیر پر آپ نے اپنے موقف کی وضاحت کچھ ایسے موثر پیرائے میں کی کہ وفد کے سربراہ نے کہا:

"حمید اللہ خاں کے سوا ہمیں آج تک کوئی دوسرا شخص مسئلہ

کشمیر کی اصل نوعیت سے روشناس نہیں کر سکا۔"

اسی دور میں آپ وزیر اعظم پاکستان محمد علی بوگرہ سے اختلافات کی وجہ سے اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے کیونکہ حکومت ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی جبکہ چودھری صاحب Now or Never پر ڈٹے ہوئے تھے۔

آخری دور میں آپ نے سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کر دی تھی۔ سہروردی حکومت نے آپ کو امریکہ کی سفارت اور بعد میں صدارت کشمیر کے لئے کہا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ جگر کے ناسور سے ۱۰ اگست ۱۹۵۷ء کو صرف ۴۸ برس کی عمر سیالکوٹ میں فوت ہو گئے اور تحریک آزادی کشمیر کا ایک زریں باب ختم ہو گیا۔ وفات کے وقت آپ کے ہونٹوں پر یہ الفاظ تھے۔

"میری خواہش تھی کہ مسئلہ کشمیر میری زندگی میں حل ہو جاتا مگر

افسوس میں اپنے قائد کا مشن پورا نہ کر سکا"

آپ کو آپ کے آبائی گاؤں سرہیہ والا کے شاہ مجید قبرستان (بطرف مغرب) میں شاہ مجید کے مزار کے جانب جنوب دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر کے ساتھ دوسری قبر (جانب مشرق) آپ کی زوجہ اختر جہاں میگم کی ہے جو ۲۶ اگست ۱۹۹۴ء کو مرحومہ ہوئیں۔ دونوں قبریں پختہ ہیں اور اردگرد چار دیواری ہے۔ چودھری صاحب کی قبر کا کتبہ اس تحریر کا حامل ہے۔

یا محمدؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

آخری آرامگاہ

چوہدری حمید اللہ خاں

خلف الرشید

خان بہادر چوہدری خوشی محمد ناظر مرحوم و معذور

تاریخ وفات

۱۰ اگست ۱۹۵۷ء بمطابق ۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

مفتی حمید اللہ

مفتی حمید اللہ، مفتیان شادیوال کے علمی گھرانے کے فرد تھے۔ آپ کے والد مفتی محمد حسین بھی بلند پایہ علمی و ادبی ذوق رکھتے تھے اور شاعر تھے۔ مفتی حمید اللہ ۱۹۰۹ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ریلوے میں ملازمت اختیار کی۔ علمی ذوق ورثے میں ملا تھا۔ چنانچہ شاعری سے ابتداء کی اور کلاسیکی غزل سے آغاز کرتے ہوئے حلقہ ادب میں متعارف ہوئے۔ آپ وسیع المطالعہ شخص تھے۔ آپ کی فکر کا محور "اقبال" تھا۔ چنانچہ آپ نے اقبال کی بلند پایہ کتاب "جاوید نامہ" کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ جسے علمی حلقوں سے بہت پذیرائی ملی۔ (یہ ترجمہ ایک سرکاری ادارے کی بے توجہی کی وجہ سے ابھی تک شائع نہیں ہو سکا) آپ کی اردو غزلیں قدیم اور جدید آہنگ کا خوبصورت امتزاج ہیں۔

آپ نے ۱۹۹۱ء میں وفات پائی۔ آپ کی قبر، امین فین (جی ٹی روڈ) کے عقب میں واقع جھنگی والا قبرستان کے مشرقی نصف حصے میں ہے۔ قبر پختہ ہے۔ کتبے کی تحریر یہ ہے۔

یا محمد

یا اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مفتی حمید اللہ

وفات: ۱۳، اگست ۱۹۹۱ء۔ بروز منگل

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ

حکیم خدا بخش حاذق

بے مثل طبیب، مدرس، شاعر اور ماہرِ علمِ جفر حکیم خدا بخش گجرات کے قریشی ہاشمی خانوادے کی علمی راویت کے امین تھے۔ ۱۸۴۰ء کے لگ بھگ گجرات میں حکیم غلام حسن کے گھر پیدا ہوئے۔ جو زاہد و عابد اور متقی و متشرع بزرگ تھے۔ خدا بخش نے ابتدائی تعلیم والد ماجد اور اپنے دادا شیخ نور محمد سے پائی۔ عربی فارسی علوم کی تکمیل مختلف اساتذہ سے کی۔ ۱۸۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ علومِ ریاضی، طب، جفر اور انشاءِ عربی و فارسی میں اپنی صلاحیت سے استعداد پیدا کی۔ سرکاری مدارس میں استاد رہے۔ بندوبست ۱۸۸۷ء میں بعہدہ تاریخ نویسی مامور رہے ازاں بعد سرکاری اسکول میں مدرس اول بھی رہے۔ آپ تاریخ گوئی میں بھی یدِ طولی رکھتے تھے۔ اور عربی فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

۳۰ سال سے زائد عرصہ گجرات میں مطب کرتے رہے جسے یاد کرتے ہوئے قاصی

عطا محمد نے ایک قصیدے میں یوں کہا تھا

کجا آں مطبِ خدا بخش ثانیؑ لُقمائے

مہاراجہ رنبیر سنگھ والی جموں بھی آپ کا مریض اور قدردان تھا۔

آپ نے بہت سی بلند پایہ کتب تصنیف کیں جن میں خطِ دانیال، برزخِ صغریٰ، برزخِ کبریٰ (علمِ جفر پر)، مرآة التحقیق (علمِ کلام)، ثمرۃ الیقین (خواصِ قرآن پر)، رسالہ نور البصر فی تحقیق شق القمر، کرسی نامہٴ عرب، کلامِ عربی فارسی وارد اور کتبِ طب شامل ہیں۔ اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع کمالات شخصیت تھے۔

آپ نے ۱۹۰۳ عیسوی میں وفات پائی اور قبرستان شاہ حسین میں جانبِ جنوب آپ کی قبر بنی جو کچی اور لوحِ مزار کے بغیر ہے۔

دِٹے شاہ

فرقہ ملائیہ کے ایک ایسے بزرگ بھی گجرات میں دفن ہیں جن کی جماعت کی ایک الگ پہچان ہے اور یہ جماعت "دِٹے شاہی" کہلاتی ہے۔ بلکہ یہاں کی مقامی زبان میں یہ ایک کیفیت ہے کہ جب کوئی دنیا کے آسائش و آرام کو تیاگ کر اپنے نفس کو مار لے تو "دِٹے شاہیہ" کہلاتا ہے۔

آپ کا نام میاں اللہ دِٹا تھا۔ آرائیں برادری کے فرد تھے۔ آپ شیخ پور کے میاں محمد پناہ شاہ کے مرید تھے۔ اور دادا پیر حضرت میاں محمد خورشید (سیالکوٹ) کے ہاں بھی باقاعدگی سے حاضر ہوتے تھے۔ آپ تمام عمر مجبور رہے۔ اور من کی ہر دنیاوی خواہش کو رد کر کے استغنا و تقویٰ پر کار بند رہے۔ میاں محمد ہاشم آپ کے بڑے بھائی تھے وہ شریعت کے سختی سے پابند تھے جبکہ آپ بظاہر ان پابندیوں سے لاپرواہ تھے۔ آپ کی جماعت دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہے۔ آپ نے ۱۸۷۸ء۔ بمطابق ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۹۳۵ء بکرمی وفات پائی۔ سوک کلاں میں اپنی بہن کے پاس رہتے تھے۔ یہیں دفن ہوئے۔ قبر پر پہلے قدیم طرز کا مزار تھا اب تعمیر نو کی گئی ہے تاہم بہت سے پرانے حصے ابھی قائم ہیں۔ قبر کے سرہانے کتبہ نہیں ہے۔ باہر دروازے کے اوپر سنگِ مرمر کی تختی پر یہ تحریر کندہ ہے:

"ہو"

قطعہ تاریخ وفات^(۱)

حضرت دتے شاہ صاحب

چوں جناب دتے شاہ آل مردِ حق عارفِ کامل، ولیٰ نکتہ سنج
در قناعت تقویٰ و تحریکِ فرد در حقیقت مخزنِ انوار و گنج
روزِ جمعہ نہ ز بھادوں ^{مقتضیٰ} رفت سوتے خلد بے اندوہ و رنج

وصلِ او با حق ز سنِ بکرمی

"یک ہزار و نہ صدوسی بود و پنج"

۱۹۳۵ بکرمی

(۱)۔ ریاض مفتی صاحب کے بقول یہ قطعہ غلام مصطفیٰ ایڈووکیٹ (لاہور) کا ہے۔ دتے شاہ کا عرس ۹ بھادوں کو

ہوتا ہے۔

بیگم راج محل، ملکہ اورنگ زیب عالمگیر

اورنگ زیب عالمگیر کی زوجہ راج محل بھی گجرات میں آسودہ خاک ہے۔
 ملکہ راج محل راجوری کے راجہ چترسین کی بیٹی تھی۔ راجہ شاہدولہ کامرید تھا اور
 اکثر حاضری دیتا تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ شاہدولہ صاحب سے طالب دعا ہوا۔ اللہ تعالیٰ
 نے ایک دختر عطا کی۔ حضرت شاہدولہ کی خدمت میں نومولود کو لے کر حاضر ہوا تو آپ
 نے فرمایا "اسے قتل نہ کرنا، اللہ تعالیٰ اس کے بطن سے اولاد دے گا جو ہندوستان پر
 حکومت کرے گی" لڑکی کا نام راج بائی رکھا گیا، راجہ مسلمان ہو گیا اور اس کا اسلامی نام
 تاج الدین رکھا گیا۔

۱۰۵۴ھ میں شاہجہاں دہلی سے لاہور اور لاہور سے عازم کشمیر ہوا۔ راستے میں
 نوشہرہ کے مقام پر راجہ چترسین (تاج الدین) نے بادشاہ کا استقبال کیا اور نذرانے پیش
 کئے۔ شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر بھی ساتھ تھا، اس کی پہلی شادی ۱۰۴۶ھ میں ہو چکی
 تھی۔ اب اس کی دوسری شادی راجہ چترسین کی بیٹی راج بائی سے طے پائی۔ راجہ نے
 شاہدولہ صاحب سے اجازت کی شرط رکھی اور اجازت ملنے پر بیٹی شہزادہ عالمگیر سے پیاہ
 دی۔ راج بائی (جو ملکہ بننے کے بعد راج محل کہلائی) کے بطن سے تین شہزادے بہادر
 شاہ، سلطان محمود اور معظم شاہ پیدا ہوئے۔

راجہ چترسین کا انتقال ۱۰۵۶ھ میں ہوا اور اس نے ملکہ راج محل کے علاوہ چار
 اولادیں چھوڑیں۔ ملکہ راج محل کا انتقال ۱۱۳۱ھ میں ہوا۔ ملکہ حضرت شاہدولہ کی مرید
 تھی اور اس کی وصیت تھی کہ اسے شاہدولہ کے قدموں میں دفنایا جائے۔ چنانچہ ملکہ کی
 میت گجرات لائی گئی اور موجودہ جگہ دفن کیا گیا۔ اور شاہی خرچ سے مسجد، تالاب، باغ

اور مقبرہ تعمیر ہوتے اور ملحقہ وسیع اراضی اس کے لئے وقف کر دی گئی۔ باقی چیزیں آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں، مسجد (نو تعمیر شدہ) باقی ہے۔ جو "میگم شاہی مسجد" کہلاتی ہے اور قرب و جوار کی آبادی "محلہ میگم پورہ" مشہور ہے۔

۱۔ دربار شاہدولہ اور میگم مسجد کے درمیان تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ اور میگم کی قبر دربار شاہدولہ سے جنوب کی جانب (قدموں میں) واقع ہے اور یہ قبر مسجد کے صحن کے عین درمیان میں ہے۔ قبر کی تعمیر نو کی گئی ہے۔ قبر کے سرہانے جو کتبہ نصب ہے وہ سرمئی رنگ کے پتھر کا ہے۔ سائز تقریباً 1 x 1.5 فٹ ہے۔ لفظوں کے علاوہ باقی حصہ کھرچ کر قطعہ تاریخ لکھا گیا ہے یعنی لفظ اُبھرے ہوئے ہیں۔ یہ کتبہ کافی قدیم لگتا ہے۔ اس پر قطعہ تاریخ وفات کے چار مصرعے اوپر تلے لکھے ہوئے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

نیک خو میگم ، فرشتہ خصال
چشم بست از جہانِ بی بنیاد
گفت ہاتف کہ قاسم الجنت
"جای مریم بہشتِ اعلیٰ داد"

۱۱۳۱ھ

مگر ۱۸۶۸ء میں شائع ہونے والی "تاریخ گجرات" از مرزا اعظم بیگ صفحہ ۹۱ کی

عبارت یہ ہے۔

"قبر پر دو کتبہ سنگ مرمر کے لگے ہوئے ہیں اور ان پر آیات قرآن بخط طغرانی عمدہ و خوشخط کھودے ہوئے ہیں اور یہ تاریخ اس پر لکھی ہوئی ہے۔

میگم نیک خو فحستہ نہاد
 سفر کرد از جهان بے بنیاد
 گفت ہاتف کہ قائم الجنت
 جای مریم بہشت اعلیٰ داد"

قبر کے ساتھ مشرق کی جانب دیوار پر صاحبزادہ مشتاق احمد ہاشمی کی کمی ہوئی تاریخ
 بھی پینٹ سے لکھی ہوئی ہے جو یہ ہے۔

یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نور افشاں سچو ماہے میگم اورنگ زیب
 آخری آرامگاہے میگم اورنگ زیب
 مرج خلق الہیے میگم اورنگ زیب
 ہجرت خیر الوراے میگم اورنگ زیب

خوبصورت نیک سیرت پاک باطن بانوے
 زیر قدم شاہدولہ گنج بخش دو جہاں
 درمیان صحن مسجد ، مرقد او فیض بار
 ہاتفم گفتہ بگو "آں منبع فیض وحید"

۵۱۱۳۱

نتیجہ فکر :- صاحبزادہ مشتاق احمد ہاشمی

شہزادی راج محل ، میگم اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

سائیں رحمت اللہ رحمت

سائیں رحمت ایک درویش منش، مست الست پنجابی شاعر تھے۔ پیر فضل گجراتی کے پہلے شاگرد اور گجرات کی شاعرانہ روایت کے امین تھے۔ محلہ نور پور میں رہتے تھے۔ اسی بنا پر "نور پوری" بھی کہلاتے تھے۔ وہ ۱۹۰۸ء میں بینڈھر ضلع پورچھ آزاد کشمیر میں منشی کرم الہی کے گھر پیدا ہوئے جو تحصیلدار تھے۔ خاندان مغلیہ سے نسب ملتا ہے۔ دو سال کی عمر میں والد صاحب فوت ہو گئے جو ریٹائرمنٹ کے بعد گجرات میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ آپ کے دادا منشی نظام دین ایک علمی ادبی شخصیت تھے اور ان کی میل ملاقات بھی ایسے ہی لوگوں سے تھی۔ اس ماحول میں رہنے کی وجہ سے رحمت اللہ بھی شاعری کی طرف مائل ہو گئے اور ۱۹۲۴ء میں باقاعدہ پیر فضل کی شاگردی میں آ گئے۔ آپ نے مڈل تک تعلیم حاصل کی اور کچھ عرصہ زیندار کالج کی لیب رٹری میں بھی کام کیا۔

پنجابی شاعری میں آپ نے خوبصورت کلام یادگار چھوڑا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پمفلٹس کے علاوہ باقی کلام ابھی تشنہء اشاعت ہے۔ البتہ "چنگیاڑے"، "ہمیر" اور "پتے دیاں گلاں" تین کتابوں کے مسودے مکمل ہیں۔ شاکر چھیپانوی اور خموش چھیپانوی صاحبان جلد آپ کا کلام چھپوائیں گے۔ آپ نے ۱۹۸۸ء میں بعارضہ۔ فالج وفات پائی۔ آپ کی قبر نور پور کے قبرستان میں سسرک کے جانب جنوب واقع ہے۔ قبر پر کتبہ نصب ہے۔ جس کی تحریر حسب ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آخری آرامگاہ

گداگر سائیں رحمت اللہ رحمت

تاریخ وفات

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ بروز ہفتہ (۱)

میرے محسنو مرن دے بعد مرے حال تے کرم فرما دینا
 میں جتے بھنگی دی لاش نوں واسطہ جے بوہے ربدے اگے دفنا دینا
 مدح خواں تیرے صیب داسی شاہدوں اپنی وی غرض جتا دینا
 تینوں تیرے صیب دا واسطہ ای ایس رحمت تے رحمت کما دینا
 کتبہ قبر تے چاہو جے کجھ لکھنا مصرع پتھرتے ایہ لکھا دینا
 صدقہ نبی کریمؐ دا یا مولا میری رہندی بخش خطا دینا
 تیرے فضل کرم تھیں باہجھ سائیاں کوئی نہیں جھدا عرض الا دینا
 غوث پاک دا ہاڑا ای یا مولا رحمت دا مینہ وسا دینا
 (محسن خاص خالد حسین اقبال ایکساٹروالے)

(۱) اس تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ یہ کلام سائیں نے خود اسی مقصد کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے زمین کا ایک قطعہ

مسجد بنوانے کی غرض سے وصیت کیا تھا اور اس کے دروازے کے سامنے دفن ہونا چاہا تھا مگر یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

حاجی رحمت علی سرکار آف چڑیاولہ

مشہور صوفی بزرگ جناب حاجی رحمت علی ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء کو ناروالی ضلع گجرات میں ایک نیک سیرت بزرگ صوفی فتح علی کے گھر پیدا ہوئے۔ پیر ولایت شاہ کے درس میں رہ کر ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی اور قرآن پاک حفظ کیا۔ انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی اور تعلیم دین کی تکمیل کے بعد مرشد کے حکم سے مغلوہ (آزاد کشمیر) میں امامت و تدریس کے فرائض پر مامور ہوئے۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۲ء تک حضرت شاہدولہؒ کے دربار پر ریاضت و خدمت میں مشغول رہے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ ۱۹۵۲ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور ۱۹۶۱ء تک دوبارہ دربار شاہدولہؒ پر خدمت و تزکیہ نفس میں مصروف رہ کر منازل عرفان طے کیں۔ قاضی سلطان محمودؒ، پیرے شاہ غازیؒ، داتا صاحبؒ اور حضرت طانوخ سے بھی فیض حاصل کیا۔ زہد و عبادت اور خلق کی خدمت میں آپ نے زندگی بسر کی۔

کئی مساجد کی تعمیر آپ کا خصوصی کارنامہ ہے۔ آپ نے چڑیاولہ کے علاوہ اس علاقے میں بہت سی شاندار مساجد تعمیر کرائیں۔ خود تعمیر میں حصہ لیتے اور مریدین بھی آپ کی تقلید کرتے۔ آہستہ آہستہ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہو گیا اور اب دور دور تک آپ کے چاہنے والے موجود ہیں۔

آپ نے ایک سال جذب کی حالت میں گزار کر ۸ نومبر ۱۹۸۵ء کو رحلت فرمائی اور چڑیاولہ بس سٹاپ کے قریب مسجد سفینہ، غوثیہ کے ساتھ آپ کی ابدی آرام گاہ بنی۔ مزار کے اندر دوسری قبر آپ کے مرید صادق خواجہ شمس الدین کی ہے۔ جو ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو فوت ہوئے تھے۔ آپ کے لوح مزار پر یہ الفاظ کندہ ہیں۔

یا اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا محمدؐ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ اطاعتِ بے ریا

حضرت قبلہ و کعبہ پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، واقفِ اسرارِ حقیقت،

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین،

الحاج قبلہ حاجی رحمت علی سرکارؒ

۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ بمطابق ۸ نومبر ۱۹۸۵ء بروز جمعۃ المبارک

اپنے خالقِ حقیقی سے واصل ہوئے۔

مولانا رحمت علی خاں سامی

مبلغِ اسلام مولانا رحمت علی خاں سامی عربی زبان کے بہت بڑے عالم، شاعر اور مترجم تھے۔ یوگنڈہ زبان میں قرآنِ پاک کا سب سے پہلے ترجمہ اور تفسیر لکھی۔ اور ساہا سال تک یوگنڈہ (کمپالہ) میں دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے عظیم کام میں مصروف رہے۔

مولانا رحمت علی کا تعلق پٹھان قبیلہ بارکزئی سے تھا۔ ان کے دادا خوندا عظیم خاں ہندوستان آئے اور تحصیل کھاریاں کے گاؤں سیکریالی میں اقامت اختیار کی۔ رحمت علی کے والد امیر خاں نے سیکریالی میں مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی۔ اسی گاؤں میں رحمت علی ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے اور لاہور میں حافظ محمد مقیم سے حاصل کی۔ مولوی علی حیدر سے علومِ دین کی تکمیل کی۔ ۱۹۰۱ء میں اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۷ء تک السنہ شرقیہ کے تمام امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کر لئے۔ محکمہ تعلیم میں آئے اور ریواڑی اور پاک پتن میں مدرس رہے۔ ۱۹۲۵ء میں مسلم انجمن کی دعوت پر یوگنڈہ میں تبلیغِ اسلام کی خاطر گئے۔ کمپالہ میں ایک دینی درسگاہ قائم کی۔ قرآنِ پاک کا یوگنڈہ زبان میں ترجمہ کیا اور تفسیر لکھی۔ اس عظیم دینی و علمی کارنامے کے علاوہ یوگنڈہ میں تبلیغِ اسلام کی غرض سے چار درجن کتب (یوگنڈہ زبان میں اور عربی میں) تصنیف و تالیف کیں۔ یوں اُس ملک میں اسلام کو مضبوط کرنے اور پھیلانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ عربی شاعری بھی کرتے تھے اور فارسی زبان و ادب پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ "شیخ الہند" کے مرید تھے۔

افسوس کہ اس نابغہ روزگار کی زندگی کے آخری ایام بہت کسمپرسی میں گزرے

اور آخر ۱۹۶۵ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

گجرات میں سرگودھا روڈ پر بجلی گھر کے پیچھے ایک قبرستان ہے۔ اس قبرستان کے تقریباً درمیان میں مولانا کی پختہ قبر ہے۔ لوحِ قبر کی تحریر درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مرکز تجلیات

علامہ عصر، فاضلِ اجل، شیخ التفسیر والادب استاد العلماء، مبلغِ اسلام

اخوندزادہ حضرت مولانا الحاج رحمت علی خاں سامی مرحوم و معذور

ابن قطبِ زماں حضرت اخوند حافظ امیر خاں صاحبِ افغانی

تاریخِ وفات: ۲۲، اگست ۱۹۶۵ء - / ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ (۱) بروز پچھنبنہ بوقت ظہر

(۱)۔ ہجری اور عیسوی تاریخوں کا تبادلہ درست نہیں۔

حکیم پیر سید رشید الدولہ

صاحبِ نظر، عالم و فاضل، علمی و روحانی شخصیت پیر رشید الدولہ، شاہ دولہ کی نسل سے بیان کئے جاتے ہیں۔ چھٹی نسل میں پیر بھاون شاہ سے آپ کا شجرہ نسب ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام پیر سید گلاب شاہ تھا۔ آپ گجرات میں پیدا ہوئے۔ مولوی محب اللہ سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ مشن سکول گجرات سے میٹرک کیا۔ مولوی غلام حیدر سے عربی فارسی کتب پڑھیں۔ اور قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ سب پر عبور حاصل کیا۔ ۱۹۳۵ء میں حکیم مولوی احمد دین نندووالی سے طب کی تکمیل کی اور گجرات میں مطب کا اجرا کیا۔ رفتہ رفتہ یہ مطب، روحانی مرکز بھی بن گیا۔ اور لوگ اپنی جسمانی تکالیف کے علاوہ باطنی بیماریوں کے لئے شفا کی تلاش میں حاضر ہوتے۔ گویا پیر صاحب "طیب الارواح والاجساد" کی حیثیت سے عوام الناس کی خدمت بجالاتے رہے۔ کچھ عرصہ خواص کے لئے درس کا انتظام بھی رکھا جہاں مذہب، فلسفہ، تصوف اور حکمت کے اسرار و رموز پر آپ لیکچر دیتے اور طالبان علم مستفید ہوتے۔ اور آپ کو "فقیر اولیٰ مرد درویش" کا نام دیتے۔

آپ تحریکِ خاکسار میں شامل ہوئے اور برسوں اس کے مقاصد کے لئے کام کرتے رہے۔ آپ مناظرے میں کمال رکھتے تھے۔ اور اپنی مدلل گفتگو سے مخاطب کو لا جواب کر دیتے تھے۔ آپ انسان دوستی اور خدمتِ خلق کے علمبردار تھے۔

آپ نے ۱۹۸۶ء میں وفات پائی۔ راقم نے آپ کی تاریخ وفات "فقیر روشن ضمیر" = ۱۹۸۶ء سے برآمد کی ہے۔ آپ کی قبر، آپ کے گھر واقع شاہ دولہ روڈ کے پاس، آپ کے خاندانی قبرستان میں ہے۔ کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا علیؑ

یٰوَلّٰیئِکَ یا علی یا علی

یا محمدؐ، یا علیؑ، یا فاطمہؑ، یا حسنؑ، یا حسینؑ

لَا اِلهَ اِلا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اک فقر ہے شتیری، اس فقر میں ہے میری

میراثِ مسلمانی، سرمایہ شتیری

حکیم پیر سید رشید الدولہ مرحوم و معذور

خلف الرشید حافظ پیر سید گلاب شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

وفات: ۱۵، اگست ۱۹۸۶ء۔ جمعۃ المبارک

ملکہ موسیقی روشن آراء بیگم

موسیقی کی دنیا کا ایک بہت بڑا نام۔ ملکہ موسیقی روشن آراء بیگم کا اصل نام وحید النساء بیگم تھا۔ کلکتہ میں پیدا ہوئیں۔ اپنے وقت کے نامور موسیقاروں سے تلمذ اختیار کیا جن میں استاد ممتاز حسین، استاد عبدالکریم خان جیسے ناموران فن شامل ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں فن کے شاندار مظاہروں پر "سنگیت سمراتن"، "دائم باڑی" اور "ملکہ موسیقی" کے خطابات ملے۔ ۱۹۳۴ء میں بمبئی میں تعینات پولیس افسر چوہدری احمد خاں آف سہنہ تحصیل کھاریاں سے شادی ہو گئی۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں پنجاب آ گئیں۔ یہاں بھی ان کے فن کی عظمت کو تسلیم کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں تمغہ حسن کارکردگی اور تمغہ افتخار فن ملا۔ دسمبر ۱۹۶۱ء میں "تان سین ثانی" کے خطاب اور ستارہ امتیاز سے نوازا گیا۔ اگست ۱۹۶۷ء میں پشاور ریڈیو سٹیشن کی تیویں سالگرہ کے موقع پر جب سخت خشک سالی تھی، ملکہ موسیقی نے راگ ملہار چھیرا تو بارش ہو گئی ملکہ ترنم نور جہاں نے بھی ملکہ موسیقی سے فن کے رموز سیکھے۔

۵ دسمبر ۱۹۸۲ء کو فوت ہوئیں۔ اور لالہ موسیٰ کے محلہ صادق آباد کے بالمقابل جی ٹی روڈ کے جانب شمال چوہدری احمد خاں مرحوم کے زرعی فارم کے ساتھ دفن ہوئیں۔ قبر پر مزار بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میں دوسری قبر ان کے میاں چوہدری احمد خاں کی ہے جو ۲۰ جولائی ۱۹۷۷ء کو فوت ہوئے۔ ملکہ موسیقی کی قبر پختہ ہے اور سرہانے نصب کتبے پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا محمد

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

مرقد

ملکہ موسیقی روشن آراء بیگم

بیوہ چوہدری احمد خاں مرحوم

تاریخ وفات: ۱۸ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

میجر سید ریاض منظور شہید ستارہ جرات

گجرات شہیدوں کی سرزمین ہے اس کی تاریخ شجاعت و شہادت میں ۵ جون ۱۹۹۳ء کو ایک اور زریں باب کا اضافہ ہو گیا جب اس سرزمین وفا کے ایک جری سپوت سید ریاض منظور نے موغادیشو (صومالیہ) میں شہادت کا عظیم رتبہ پایا۔

سید ریاض منظور گجرات کے نواحی قصبے معین الدین پور سیداں کے رہنے والے تھے۔ اپریل ۱۹۹۳ء میں جب وہ ۱۰ بلوچ رجمنٹ میں کیپٹن کے عہدے پر فائز تھے ان کا دستہ اقوام متحدہ کی امن فوج میں شامل ہونے کے لئے صومالیہ روانہ ہوا۔ صومالیہ میں امن و امان تہ و بالا ہو چکا تھا۔ ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں تھا اور انسانیت قحط اور بارود کا نشانہ بن رہی تھی۔ پاکستانی فوج کے دستے اس صورت حال میں گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ۵ جون ۱۹۹۳ء کے روز باغی جنرل فرح اعدید کے فوجیوں نے پاکستانی فوج کے ایک گشتی دستے پر اچانک حملہ کر دیا۔ بہت سے جوان شہید و زخمی ہوئے۔ کیپٹن ریاض اس وقت شدید علیل تھے مگر انہوں نے خود کو رضا کارانہ طور پر پیش کیا اور شدید اصرار کر کے جائے حادثہ پر پہنچ گئے۔ وہ زخمی فوجیوں کو گاڑی میں واپس لا رہے تھے کہ ان پر حملہ کر دیا گیا۔ گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا اور کیپٹن ریاض گولی لگنے سے زخمی ہو گئے۔ انہوں نے گاڑی سے اتر کر حملہ آوروں کا تنہا مقابلہ شروع کر دیا اور ڈرائیور سے کہا کہ جیسے بھی ہو زخمی جوانوں کو کیمپ میں پہنچا دو۔ آپ نے دشمن کا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کیا اور ان کی توجہ گاڑی سے ہٹ گئی۔ زخمی کیمپ میں پہنچ گئے اور دوسری طرف کیپٹن ریاض دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے۔ تا آنکہ شہادت کا عظیم لمحہ آن پہنچا۔ اس فقید المثال بہادری کے صلے میں آپ کو بعد از شہادت میجر کا عہدہ اور ستارہ جرات کا اعزاز عطا کیا گیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۹۳ء کو صدر پاکستان فاروق احمد لغاری نے شہید کے والد کو یہ تمغہ دیا۔ معین الدین پور کے بٹہ قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے جس پر فوج کے زیر انتظام خوبصورت مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے جو سنگ مرمر سے مزین ہے۔ مقبرہ پر ریاض منظور کے واقعہ شہادت کی تفصیل اور ساتھی شہداء کے نام مغربی دیوار میں نصب تختی پر کندہ ہیں۔ کتبہ قبر کی تحریر یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یُقْتَلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ

بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ

میسجر ریاض منظور شہید

سارہ جرات

ولد سید منظور حسین

تاریخ شہادت: ۵ جون ۱۹۹۳ء۔

بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ بروز ہفتہ

مقام شہادت: موغادیشو (صومالیہ)

زینب بی بی زوجہ ڈاکٹر عطا محمد

زینب بی بی، شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبالؒ کی خوشدامن اور خان بہادر ڈاکٹر شیخ عطا محمد کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ۱۸۵۸ء کو اٹاواہ (ضلع گوجرانوالہ) میں کشمیری شیخ فیملی میں پیدا ہوئیں۔ ۱۸۷۳ء میں ڈاکٹر شیخ عطا محمد سے پیاہی گئیں۔ ان کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ زینب بی بی ۹۷ سال کی عمر میں فوت ہوئیں اور اپنے جوانمرگ بیٹے اور شوہر نادر کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ قبرستان بھٹیاں (مسلم آباد گجرات) میں ان کی قبر، قبرستان کے جنوبی حصے میں ان کے آبائی احاطے میں موجود ہے۔ چند سال قبل اس پر سید نور محمد صاحب قادری کی مساعی سے میگم رشیدہ آفتاب صاحبہ نے کتبہ لگوا دیا ہے۔ کتبہ کی عبارت یہ ہے۔

یا اللہ

یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زینب بی بی

زوجہ

خان بہادر حافظ ڈاکٹر شیخ عطا محمد

خوشدامن

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات

اگست ۱۹۳۸ء۔ عمر ۷۹ سال

عطیہ منجانب محترمہ رشیدہ میگم آفتاب اقبال صاحبہ

مولوی محمد سلام اللہ شائق

یکتائے روزگار مولوی سلام اللہ شائق، مولوی شیخ عبداللہ کے بھتیجے اور علمی و ادبی جانشین تھے۔ آپ کے والد کا نام مولوی امان اللہ تھا۔ آپ علوم دینیہ پر دسترس رکھنے کے علاوہ اردو، فارسی اور عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے اور تاریخ گوئی میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ سے علمی فیض پانے والوں میں بڑے بڑے نام آتے ہیں۔ اپنے دور کے بہت سے علمی مشاہیر بشمول اقبالؒ سے آپ کے مراسم تھے۔ آپ کے صاحبزادے حکیم محمد مظفر علی بھی اپنے بزرگوں کی علمی وراثت کے امین تھے۔ وہ بھی آپ کے قریب ہی (مولوی شیخ محمد عبداللہ صاحب کے پہلو میں) دفن ہیں۔ مولوی سلام اللہ نے ۱۹۴۵ء میں وفات پائی اور مولوی شیخ عبداللہ صاحب والے قبرستان (چک عمر سے جانب شمال) میں آسودہ خاک ہوئے۔

راقم نے "آں طوطی شیریں سخن" = ۱۳۶۵ھ سے آپ کی تاریخِ رحلت نکالی ہے۔ آپ کے بائیں ہاتھ (جانب مشرق) آپ کے ماموں زاد منشی شیر عالم (م = ۸ ستمبر ۱۹۷۵ء) دفن ہیں۔ آپ کے کتبے کی تحریر حسب ذیل ہے۔

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا محمدؐ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مزارِ پُر انوار

حضرت مولانا قاضی محمد سلام اللہ شائقؒ

وفات: ۱۳ دسمبر ۱۹۴۵ء۔ بمطابق: محرم ۱۳۶۵ھ۔ ۲۸ گھنٹہ ۲۰۰۲ ب

بروز جمعرات ظہر

ڈوب جاتے دین کی تعلیم کا جب آفتاب غمزدہ کیونکر نہ ہو دنیا جہاں کا شیخ و شباب
 جس کے نیچے علم کی آراستہ مجلس تھی کل شامیانہ گر گیا ہے آج ٹوٹی ہے طناب
 سید عالم اور مظفر، اصغر معروف بھی یہی نشانی باپ کی روشن رہیں جوں آفتاب
 تیرہ صد پینسٹھ ہجری اور محرم ماہ میں اخترِ عمل و شرافت آگیا زیرِ سیما^(۱)

روزِ پنجشنبہ بوقتِ ظہرِ صادق اے دریغ

ہو گئے واصل الی اللہ مٹ گیا نقشِ جناب

قبر کے تعویذ کے دائیں طرف دائم اقبال دائم کی حاضری کی یاد، ایک شعر کندہ ہے

سلام اللہ کی ثربت پر سلامی دینے آیا ہوں

دعائیں مانگ کر دائم مرادیں لینے آیا ہوں

۱۔ کتبہ پر سیما لکھا ہے۔ سیما ہونا چاہیے۔

حضرت قاضی سلطان محمودؒ

سلطان العارفین حضرت قاضی سلطان محمودؒ عصرِ حاضر کے عظیم قادری بزرگ تھے۔ آپ بلند درجہ کے عالم اور عظیم المرتبت سالک تھے۔ ضلع گجرات کے سرحدی گاؤں "اعوان شریف" میں جناب غلام غوث کے گھر ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور قریب کے دیہات کے مدارس سے حاصل کی۔ علومِ متداولہ کی تکمیل کے لئے پشاور، جہلم اور کیمبل پور کا سفر اختیار کیا۔ ۲۵ برس کی عمر میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، ادب، ہندسہ، ہیئت اور فلسفہ میں دسترس حاصل کر لی مگر مزید تعلیم کی غرض سے حضرت اخوند عبدالغفور سیدو شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علومِ ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے علاوہ علومِ باطنی سے بھی نوازے گئے۔ ۱۲۹۰ھ میں درجہٴ خلافت پر فائز کئے گئے اور شاہدولہ گجراتی کے حضور حاضری کا حکم لے کر گجرات تشریف لے آئے۔ شاہدولہ سے بھی باطنی فیض حاصل کیا۔ دربار شاہدولہ کی تعمیر نو کرائی اور ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی۔

اعوان شریف میں آپ نے ایک عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد رکھی جہاں نفسِ انسانی کی تہذیب اور عقلِ انسانی کی تربیت کی جاتی تھی۔ دُور دُور سے علم کے متلاشی حاضر ہوتے اور فیض پاتے تھے۔ درس و تدریس آپ کا وظیفہٴ حیات تھا۔ آپ نے ۱۹۱۹ء بمطابق ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی۔ علامہ اقبالؒ آپ کے مریدین میں شامل تھے۔ انہیں کے تین مصرعوں سے راقم نے تاریخِ رحلت نکالی۔

"اک دانش نوزانی، اک دانش برہانی" = ۱۳۳۷ھ

"کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں" = ۱۳۳۷ھ

"ہر شے مسافر، ہر چیز راہی" = ۱۳۳۷ھ

آپ کے وسیع حلقہ مریدین کے علاوہ آپ کے ارادتمندوں میں حکیم اجمل خاں اور میاں محمد بخشؒ بھی شامل تھے۔ آپ کا مزار اعوان شریف کے جنوب میں مرجع خلافت ہے۔ ساتھ مسجد میں آج بھی سلسلہ درس و تدریس جاری ہے۔ (تفصیلی حالات کے لئے دیکھیے "مقامات محمود" از معشوق یار جنگ، قبر کے کتبہ کی تحریر یہ ہے:

یا اللہ
یا محمدؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولیاء راہست قدرت از الہ

تیر جستہ باز گردانند ز راہ

مرکز تجلیات

زبدۃ العارفین، سراج السالکین، محبوب سبحانی، قطب ربّانی، شہباز لامکانی غوثِ زماں

غریب نواز سرکار حضرت قاضی سلطان محمود صاحب اعوانی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۲ مئی ۱۹۱۹ء / یکم شعبان ۱۳۳۷ھ جمعۃ المبارک

خواجہ سنا اللہ پیر خرابات

فارسی کے عظیم شاعر، کتبِ کثیرہ کے مصنف اور روحانی شخصیت، خواجہ سنا اللہ پیر خرابات جلالپور جٹاں کے قریب کلاچور کے قبرستان میں دفن ہیں۔

آپ ۱۸۰۹ء کو بنگاہ ضلع بلند میر سرینگر (کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا سید عبدالغفور شاہ جو صاحبِ کرامت ولی تھے، نے آپ کی روحانی تربیت کی اور آپ انہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ سیاحت میں بیشتر عمر گزاری اور دورانِ سیاحت بہت سے بزرگوں مثلاً شاہدولہ دریائی (گجرات)، حضرت عبدالوہاب (کلکتہ)، شاہ محمد صادق، حضرت طیب (کشمیر)، شاہ قلندر (کابل)، حضرت غلام الدین خراسانی سے فیض پایا۔ جموں میں آپ محمد جیو اور کشمیر میں پیر سنہ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وزیر توشہ خانہ بھی رہے۔ آخر جلالپور جٹاں میں اپنی ہمیشہ نسبتی کے ہاں آکر ٹھہرے اور باقی عمر یہیں عبادتِ الہی اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ آپ کی کتب کی تعداد ایک سو سے زائد ہے۔ زیادہ تر تصوف پر ہیں۔ آپ کو تصنیف و تالیف میں غیبی مدد حاصل ہوتی تھی۔ آپ نے ایک ایک دن میں ایک ایک کتاب اس ضخامت کی لکھی کہ اس کو پڑھنے کے لئے بھی کئی روز درکار ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے "پیر خرابات" از ڈاکٹر احمد حسین قریشی)۔

جلالپور جٹاں سے کلاچور کو جانے والے رستے میں جو قبرستان آتا ہے اسی میں آپ کا مزار ہے۔ اس مزار کی تعمیر نو حکومتِ پاکستان اور حکومتِ ایران کے تعاون سے ۱۹۷۶ء میں مکمل ہوئی اور نئے مقبرے کا سنگ بنیاد ۱۱ نومبر ۱۹۷۶ء کو ایران کے جناب ڈاکٹر سید علی اکبر جعفری اور مولانا کوثر نیازی (وزیر مذہبی امور حکومتِ پاکستان) نے رکھا تھا۔ قبر کے سرہانے کتبہ پر یہ تحریر کندہ ہے۔ (۱۸۸۰ء - ۱۲۹۷ھ) آپ کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

مرقدِ منور

قدوة العارفين، امام السالکین حضرت خواجہ سنا اللہ شاہ پیر خرابات رحمۃ اللہ علیہ

"مرقدِ عالی جاہ پیر خرابات" = ۱۸۸۰ھ (۱)

"گرامی داعی حق پیر خرابات" = ۱۸۸۰ھ

"زبزم دہراے صادق نہاں گشت" = ۱۲۹۷ھ

"زہے خواجہ سنا اللہ چو رضوان" = ۱۸۸۰ھ

"بالودن امام عارفاں گشت" = ۱۲۹۷ھ

"ازیاد قریشی احمد حسین احمد قلعداری" = ۱۲۹۷ھ

۱۱ نومبر ۱۹۷۶ھ

(۱) - تذکرہ مشائخ قادریہ میں سنِ رحلت ۱۸۷۹ھ لکھا ہے۔

حکیم سوہنے شاہ

حکیم سید سوہنے شاہ گجرات کے نامور معالج اور درویش صفت انسان تھے۔ اخروٹ سیداں (سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۰ء سے حکیم صدر الدین سے اکتساب علم الابدان کیا پھر حکیم غلام مصطفیٰ کے شاگرد ہوئے اور فن کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں حکیم غلام مصطفیٰ نے آپ کو سند فراغت عطا کی۔ آپ نے کچھ عرصہ سیالکوٹ، پھر ڈھلو شرتی جلالپور جٹاں میں مطب کیا۔ ۱۹۳۱ء میں مستقلاً گجرات تشریف لائے اور بالمقابل مزار شاہدولہ مطب قائم کیا۔ جو رفتہ رفتہ مرج خلاق بن گیا۔ ۱۹۵۲ء میں ریکس سینما کے پاس مطب بنایا اور آخری دم تک یہیں خدمتِ خلق کا سلسلہ چلتا رہا۔ آپ نے کئی نامور شاگرد پیدا کئے۔ درس و تدریس آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ آپ نے نصف صدی تک گجرات میں بیمار انسانیت کو صحتیاب کیا۔ نادار اور مساکین کا علاج بلا معاوضہ کرتے۔

آپ خوش مزاج انسان تھے۔ آپ کے دوستوں کی یادیں آج بھی مسکراہٹوں سے آباد ہیں۔ آپ نے تقریباً ۹۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور قبرستان بھٹیاں میں جانبِ شمال (نزد قبر سید محمد اقبال ہیڈ ماسٹر) آپ کی قبر بنی جس پر یہ کتبہ نصب ہے۔

۷۸۶

حکیم سوہنے شاہ

ولد سکندر شاہ

وفات: ۳۱ مارچ ۱۹۶۷ء

سہیل جیلانی تبسم

اُردو اور پنجابی کا جواں مرگ شاعر سہیل جیلانی تبسم ۱۱ اپریل ۱۹۴۴ء کو گجرات میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم گجرات میں حاصل کی۔ زیندار کالج سے بی اے کیا اور لاہور کی ایک فرم میں ملازمت اختیار کی۔ گجرات میں فرینچر کا کارخانہ قائم کیا۔ پھر یونائیٹڈ بینک میں ملازم ہوئے اور ۸ مارچ ۱۹۷۲ء کو اچانک اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

سہیل تبسم، پیر فضل گجراتی کا چھپتا نواسہ تھا۔ اور کم عمری میں شاعری پر سہیل کی مضبوط گرفت سے لگتا تھا کہ وہ پیر صاحب کا صحیح جانشین ہو گا مگر اجل کے بے رحم ہاتھوں نے پنجابی ادب سے یہ نوحہ سخن ور چھین لیا۔ پیر فضل کی اپنی زرینہ اولاد نہیں تھی اور سہیل سے بہت پیار کرتے تھے اور وہی ان کی امیدوں کا سہارا تھا مگر سہیل کی بے وقت موت پیر صاحب کے لئے سوہانِ رُوح ہو گئی اور وہ بھی چند ماہ بعد رونقِ جہاں سے رُکش ہو گئے۔ سہیل تبسم کی خوبصورت پنجابی اور اُردو غزلیں مختلف جراتد و رسائل میں چھپتی تھیں اور اس کے تابناک مستقبل کی غماز ہوتی تھیں۔

سہیل تبسم کو "قبرستان آلِ شاہدولہ" شاہدولہ روڈ گجرات (نزد مسجد حاجی صاحب) میں دفن کیا گیا۔ سہیل کی قبر پیر فضل کی قبر سے شمال کی جانب ہے۔ کتبہ کی تحریر حسبِ ذیل ہے۔

لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ

تبتّم دی سزا اونہاں نوں پُچھو
وچارے پھل جیہڑے مُرجھا گئے نیں
(تبتّم)

آخری آرامگاہ

سید سہیل جیلانی تبتّم بی۔ اے

تاریخ پیدائش: ۱۱، اپریل ۱۹۴۴ء۔

تاریخ وفات: ۸ مارچ ۲۰۰۲ء۔

دکھ قضیے شکہ سمجھ کے ہس ہس جھاگن والا
ہوٹھاں اُتے دھر کے لے گیا جاڈی وار تبتّم
اکو تار رہے گی وِجدی، فضل کھلونی ناہیں
درد اپنے دی پھیر گیا اے جیہڑی تار تبتّم

(پیر فضل حسین فضل گجراتی)

مولانا حافظ سید علی نقشبندی

علم دین اور مردِ سالک جناب حافظ سید علی صاحب میاں محمد علی کے گھر موضع کلا بھنڈ میں کٹھانہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ تعلیم القرآن گجرات میں قرآن پاک حفظ کیا پھر حضرت ولایت شاہ صاحب کے مدرسہ خدام الصوفیہ میں مفتی احمد یار خاں نعیمی سے دینی علوم کی تکمیل کی اور مفتی صاحب کے بعد آپ ہی اس مدرسہ کے صدر معلم بنے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب کی مشہور تفسیر نعیمی آپ کے ہاتھ سے تسوید ہوئی۔ مولانا حافظ سید علی جامع مسجد عید گاہ اور مسجد میاں جلال دین میں ساہا سال درس و تدریس اور خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

راہِ سلوک میں آپ چورہ شریف اور علی پور شریف کے آستانوں سے مجاز تھے۔ حضرت شاہ ولایت اور سید حبیب اللہ شاہ صاحب سے بھی اجازت حاصل تھی۔ آپ نے تحریکِ پاکستان اور تحریکِ ختمِ نبوت میں مقدور بھر کردار ادا کیا۔ تحریکِ جہادِ کشمیر میں بھی خانوادہ حضرت شاہ ولایت کی سرکردگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کی مجلسِ عمل کے آپ چیئرمین تھے۔ اس مجلس میں ہر مسلک کے علما شامل تھے۔ آپ کردار و گفتار میں اسلاف کا نمونہ تھے۔

آپ نے ۱۹۸۲ء میں رحلت فرمائی اور قبرستان خواجگان میں مولانا احمد حسین رہتلی کے مزار سے جانبِ مغرب تین چار گز کے فاصلے پر دفن ہوئے۔ مزار زیرِ تعمیر ہے۔ فی الحال کتبہ نصب نہیں۔ قریشی احمد حسین نے "معزو حافظ سید علی رفت" = ۱۹۸۲ء سے سنِ رحلت برآمد کیا ہے۔

حضرت شاہدولہ دریائی گجراتیؒ

شاہدولہ برصغیر کے عظیم ترین روحانی بزرگوں میں سے ایک ہیں۔ اور گجرات آپ کے بابرکت وجود کی وجہ سے "شاہدولہ دی نگری" بھی کہلاتا ہے۔ آپ کا مزار صحیح معنوں میں مرجع خلائق ہے اور گجرات کی حد تک اتنی رونق کسی اور دربار پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ مگر کتنی عجیب بات ہے کہ آپ کے حالات زندگی کے بارے میں ہمیں کچھ بھی وثوق کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔ ویسے تو آپ پر کتابیں لکھی گئی ہیں (مثلاً کرامت نامہ مشتاق رام، کرامت نامہ چراغ قادری، کرامت نامہ پیر خرابات، تذکرہ شاہدولہ از ایس ایم نسیم، حیات و تعلیمات شاہدولہ از شریف کنجاہی)، مگر آپ کے نام سے لے کر تاریخ پیدائش، وفات، خاندان، عمر، طریقت کا سلسلہ، کرامات، واقعات زندگی، تعمیرات کی بات کچھ بھی حتمی طور پر معلوم نہیں بہت سی روایات ایسی ہیں جن کو تاریخ کی تائید حاصل نہیں۔ تاہم آپ کا گجرات میں وجود، مغلیہ دور میں ثابت ہے۔ درج ذیل حالات اجمالاً بیان کیے جاتے ہیں:

آپ کے باپ کا نام عبدالرحیم لودھی اور والدہ کا نام نعمت خاتون تھا۔ عبدالرحیم لودھی سلطان سکندر لودھی کے قبیلہ سے تھے۔ (کچھ لوگوں نے آپ کو سید ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو تاحال کامیاب نہیں ہو سکی) شاہدولہ ۹۸۸ھ میں پیدا ہوئے (دوسری روایت کے مطابق ۹۵۵ھ میں)۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر پوٹھوہار میں آگئیں اور پانچ سال تک سہالہ میں محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالتی رہیں۔ پھر موضع کالا (نزد جہلم) میں چار سال گزار کر راہی ملک عدم ہوئیں۔ شاہدولہ کہ طفل یتیم و میکس تھے در یوزہ گری کرتے سیالکوٹ جا پہنچے۔ وہاں مہتہ کبھاں نے آپ کو اپنا متنبی بنا لیا۔ پھر قانونگوؤں کی قید میں رہے۔ آزاد ہوتے

تو شاہ سید اسرمست (یا سیدنا سرمست) کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ ۱۲ سال خدمت میں گزارے اور باطنی دولت پائی۔

مرشد کی وفات کے بعد آپ نے مرشد کے حکم سے گجرات میں اقامت اختیار کی۔ جہاں چار دانگ عالم سے دنیا آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہونے لگی۔ آپ بنیادی طور پر انسان دوستی کے قائل تھے۔ آپ کا غیب کے خزانوں پر تصرف تھا۔ آپ نے فلاح و رفاہ عامہ کے لئے سیالکوٹ اور گجرات میں پل، سرائے اور کنویں بنوائے۔ سیالکوٹ میں نالہ ڈیک کا پل، شاہ سید اسرمست کا مزار، خانقاہ کی فصیل، خانقاہ امام علی الحق وغیرہ بنوائے۔ گجرات میں پل شاہدولہ کے آثار چند برس پیشتر تک موجود تھے۔

آپ کے سلسلہ طریقت کے بارے میں اکثریت کا خیال ہے کہ آپ سلسلہ سہروردیہ سے منسلک تھے۔ تاہم کچھ مصنفین نے آپ کو قادری اور کچھ نے سہروردی قادری لکھا ہے۔ شاہ سید اسرمست کے ذریعہ سے آپ کا شجرہ طریقت، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے ملتا ہے۔ آپ نے اکبر شہنشاہ، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کا عہد دیکھا۔ یوں ہم آپ کو عہد مغلیہ کے دور عروج کی شخصیت کہہ سکتے ہیں۔

سید اسرمست سے نعمت باطنی ملنے کے بعد آپ کئی برس تک ویرانے میں سکرو جذب و مستی میں رہے اور جنگلی جانوروں سے بلا خوف و خطر محبت کرتے رہے اور جب ہوش میں آئے تو فتوحات ظاہری و باطنی کا کثرت سے مظاہرہ کیا۔ ۱۰۲۲ھ میں گجرات پہنچے۔ عمارات بنوائیں، لنگر جاری کیا اور بے شمار بے حساب دولت راہ خدا میں لٹائی۔ دنیا و عقبی کے حاجت مند، غریب و امراء، مرد، عورتیں سبھی چلے آتے تھے اور انسان ہی کیا آپ پرندوں اور حیوانات کے لئے بھی سراپا شفقت تھے۔

جہاں تک "شاہدولہ کے چوہوں" کا ذکر ہے، یہ بعد کے زمانہ کی اختراع ہے۔

معاصر حوالوں میں ایسی کسی کرامت کا ذکر نہیں ملتا۔ خواجہ گوہر الدین احمد نے جو کشفِ قبور کے ماہر تھے۔ ایک دفعہ بیان فرمایا کہ میں نے صاحبِ قبر سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں (شاہدولہ) نے جواب دیا کہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ تاریخ کے علاوہ سائنس اور منطق پر بھی یہ بات پوری نہیں اُترتی۔ کیونکہ اول تو چھوٹا سر (Microcephaly) ایک جینیاتی بیماری ہے اور دوسرے یہ پوری دنیا میں ہوتی ہے۔ امریکہ میں بھی ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں اور خود پاکستان بلکہ گجرات میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بغیر منت مانے اور کئی نارمل بچوں کے بعد "چوہا" یعنی خورد سر بچہ پیدا ہوا۔

شاہدولہ صاحب (جن کا اصل نام سید کبیر الدین بیان کیا جاتا ہے جو مشکوک ہے) یوں تو اُمی تھے لیکن باطنی نظروں اور بصیرت سے علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ تاہم ایک اور روایت کے مطابق آپ شادی شدہ تھے اور پیر بھاون شاہ آپ کے فرزند تھے۔ جن کی اولاد آج تک سجادہ نشین چلی آتی ہے۔ حضرت شاہدولہ دریائی کی زندگی کی باقی تفصیلات کی طرح آپ کے سن وفات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ چراغِ قادری نے سن وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۰۸۶ھ لکھا ہے اور مادہ تاریخ لکھا ہے "محبوبِ مولا شیخِ دولا" = ۱۰۸۶ھ

۲۔ مشتاق رام کا لکھا ہوا مادہ تاریخ ہے۔ "خدا دوست بود" = ۱۰۸۷ھ

۳۔ فرحت الناظرین میں ۱۰۹۷ھ سن وفات دیا ہے۔

۴۔ گنیش داس نے ۱۰۸۶ھ کی تائید کی ہے۔

۵۔ صاحبِ شجرہٴ پشتیہ نے سن وفات ۱۰۷۵ھ درج کیا ہے اور مادہ تاریخ ہے

"بجنت رسیدہ دولا" = ۱۰۷۵ھ

۶۔ غلام سرور لاہوری نے بھی "شاہنشاہ دولا قطبِ دوراں" = ۱۰۷۵ھ مادہ تاریخ نکالا ہے۔

۷۔ تاریخِ گجرات میں مرزا اعظم بیگ نے بھی ۱۰۷۵ھ لکھا ہے۔

۸۔ تحفۃ الابرار اور تذکرہ اولیائے ہند نے ۱۰۷۵ھ کو سالِ وفات قرار دیا ہے۔

۹۔ خلاصۃ التواریخ اور مخبر الواصلین اور مقاماتِ محمود نے ۱۰۸۵ھ لکھا ہے۔

۱۰۔ سلیم التواریخ نے مادہ تاریخ کے لئے یہ شعر دیا ہے۔

سرخیل آں عارفِ حق گزیدہ

بگو "شاہِ دولا" بجنت رسیدہ

۱۰۸۵ھ

شاہدولہ صاحب کے مزار کے دروازے کے اوپر یہ شعر درج ہے۔

بتوحید آں عارفِ حق گزیدہ

بگو شاہِ دولا بجنت رسیدہ

وصال ۱۰۸۵ھ، ہجری

راقم نے "لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" = ۱۰۸۵ھ سے سنِ رحلت نکالا ہے۔

شاہدولہ صاحب کا مزار اولاً بھاؤن شاہ نے بنوایا تھا۔ کتبہ نصب ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ ۱۸۶۷ء میں چبوترے کو بلند کر کے بتایا گیا۔ اس مرتبہ بھی کتبہ نہیں لگایا گیا۔ موجودہ گنبد نامزار ۱۸۹۹ء میں قاضی سلطان محمود اعوان شریف حکیم محمد سعید روڈس اور حافظ غلام احمد کی کوشش سے تعمیر ہوا تھا اور "سید کبیر الدین شاہدولہ دریائی" کی تختی نصب کروائی گئی تھی۔

حافظ شمس الدین گلیانوی

حافظ شمس الدین گلیانوی اپنے وقت کے کامل ولی، شاعر اور کشف القبور کے ماہر تھے۔ آپ ۱۸۳۷ء کے لگ بھگ گلیانہ نزد کھاریاں میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا پھر عربی فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پہلے کٹر مولوی تھے۔ پھر صوفیانہ رنگ اختیار کیا اور ہر دلعزیز ہو گئے۔ حنفی صوفی تھے۔ ذات کے گوجر اور گوت کے بڑے تھے۔ پنجابی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ سی حرفی، مناجات، ثنوی، توبہ نامہ، بارہا ماہ، خمس، مسدس، ستوارہ، گیت، نعت، قصیدہ سب کچھ لکھا مگر سب میں عشقِ حقیقی کا اظہار ہے۔ قصے کہانیوں اور عام عشقیہ داستانوں سے متفر تھے۔ فنی لحاظ سے علی حیدر سے بہت متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "انوار الشمس" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ کی شخصیت کا دوسرا اہم پہلو علم کشف القبور پر آپ کی دسترس ہے۔ آپ اس میدان میں نہایت بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ نے گجرات اور دیگر کئی شہروں میں مدفون بزرگوں کی قبور کی نشاندہی فرمائی اور کچھ مزار خود بھی تعمیر کروائے۔ حضرت قاضی سلطان محمود فرمایا کرتے تھے "آپ سیر طریقت، کشف القبور کے بحر میکران اور معرفت کے میدان کے شیر ہیں۔"

آپ نے ۶۴ برس کی عمر میں ۱۸ شوال ۱۳۱۹ھ بمطابق ۲۹ جنوری ۱۹۰۲ء بمطابق ۱۷ ماہ ۱۹۵۸ء بکرمی کو گلیانہ میں وفات پائی۔ آپ گلیانہ میں محلہ قریشیاں میں مسجد قریشیاں کے ساتھ دفن ہیں۔ مزار کی تزئین و آرائش جاری ہے۔ کتبہ نصب نہیں۔

مولوی صالح محمد کنجاہی

مولوی صالح محمد نامور عالم، شاعر اور بہترین خطاط تھے۔ تصوف میں بھی بلند درجے پر فائز تھے۔ آپ ستائیس رجب ۱۲۲۲ھ بمطابق ۱۸۰۷ء بروز جمعہ کنجاہ میں شیخ محمد یار کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان مغلیہ عہد میں ایران سے ہندوستان آیا تھا۔ اور اس سے پہلے ان کا مسکن عرب کی سرزمین تھی۔ صالح محمد نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا محمد ابراہیم کنجاہی سے حاصل کی۔ پھر قرآن پاک حفظ کیا اور علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی۔ عربی اور فارسی میں کمال پایا۔ فارسی شاعری میں آپ استادانہ مقام کے مالک تھے۔ تمام عمر مسجد میں درس و تدریس، قرآن خوانی، خطاطی، تصنیف و تالیف اور عبادت میں بسر کی۔ آپ نے ۱۲۶۷ء میں اپنی مشہور تصنیف "سلسلۃ الاولیاء" لکھی جس میں آپ نے بہت سے اولیاء کے حالات و کرامات درج کیں۔ آپ سچے عاشقِ رسول تھے۔ خواجہ غلام محی الدین قصوری کے خلیفہ تھے اور تصوف کے اسرار و رموز سے خوب آگاہ تھے۔ اپنے وقت کے اہل تصوف اور اہل علم سے دوستی رکھتے تھے۔

آخری عمر پے در پے خدمات میں گزری۔ پہلے آپ کا جواں سال، نہایت قابل فرزند حافظ غلام محی الدین فوت ہو گیا (جو فارسی کا عظیم شاعر اور تاریخ گو تھا اور "مجمع التاریخ" کا مصنف تھا) پھر والدہ، بیٹی، داماد اور بیوی کی ناگہانی اموات نے آپ کو غم کے اتھاہ سمندر میں پھینک دیا۔ آخر اسی غم میں ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء میں فوت ہوئے۔ کنجاہ کے سبزغازی قبرستان میں دربار سبزغازی کے سامنے (بطرف بڑا دروازہ) آپ کا مزار ہے۔ پختہ مزار کے سرہانے لوہے کی پلیٹ پر یہ عبارت رقم ہے۔

تاریخ ارتحال

خواجہ جناب صالح محمد کنجاہیؒ

صالح محمد یکہ عزیز زمان خود بود
 ہمہ دوستانش منبع نورِ ہدیٰ بگفتہ
 سالِ وصالِ او چو ز ہاتفِ سوالِ کردم
 ناگہ سروش گفتا "وے باخدا برقتا"

۱۳۰۷ھ

(صاحبزادہ محمد رفیق فاروقی نمبرہ حضرت صالح کنجاہی حال مچھیانہ)

☆ تختی پر کتابت کی غلطی سے ۱۳۵۷ھ لکھا گیا ہے۔ ۱۳۰۷ھ ہونا چاہیے۔

یہ قطعہ تاریخ مولانا تاج الدین سکندہ باگرایانوالہ نے لکھا تھا۔ انہیں کی دوسری تاریخ "اوپہ بود شیریں سخن" =

۱۳۰۷ھ ہے۔

حضرت سید صالح محمد گیلانی قادری نوشاہی

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے خلیفہ اور سلسلہ قادری نوشاہیہ کے سربر آوردہ ولی جناب سید صالح محمد گیلانی قادری نوشاہی سادہ چک میں مدفون ہیں۔ آپ کے دادا حضرت سید روح اللہ اویچ گیلانیاں سے گجرات تشریف لائے اور یہاں ان کی نسل پروان چڑھی۔ سید صالح محمد کے والد سید میراں عبدالوہاب گیلانی قادری بھی اپنے وقت کے عالم باعمل تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی سے ملتا ہے۔

سید صالح محمد نے سادہ چک میں ایک مسجد اور مدرسہ بھی قائم کیا۔ آپ ہی کی نگاہِ کیمیا نے علم سے دور بھاگنے والے محمد اکرم کو "غنیمت کنجاہی" بنا دیا جس کی فارسی دانی کا لوہا اہل فارس نے بھی مانا۔ غنیمت نے اپنے کلام میں کئی جگہ آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

آپ کا مزار سادہ چک میں مرجع خلائق ہے۔ کتبہ مزار پر سن وصال ۱۱۱۸ھ درج ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ (آپ کے والد صاحب ۱۰۲۱ھ میں فوت ہوئے)۔ صحیح سال وصال ۱۰۷۴ھ ہے (بحوالہ اذکارِ نوشاہیہ از شریف احمد شرافت)۔ سادہ چک میں سید معصوم شاہ نوری کے مزار کے اندر ہی آپ کی اور آپ کے بزرگوں کی قبریں ہیں۔ آپ کی قبر کے سرہانے یہ کتبہ نصب ہے۔

یا اللہ

یا رسول اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مركز نزول رحمت

امام العاشقین حضرت سید صالح محمد گیلانی قادری نوشاہی
بن

سید میراں عبدالوہاب گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

سن وصال ۱۲۱۸ھ

حسب الارشاد

مخدوم اہلسنت ابوالحسن پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری قدس سرہ

طالب دعا

میاں غیاث الدین سجادہ نشین داتا دربار لاہور، ۱۹۹۰ء

صاحبزادہ پیر سید ظفر علی شاہ عباسی الہاشمیؒ

چکوڑی بھیلوال میں پیر سید غلام سرور شاہ کے مزار میں دو قبریں ہیں۔ مغرب والی قبر پیر غلام سرور کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ سید ظفر علی شاہ عباسی الہاشمی کی ہے، جو طریقت میں بلند مقام کے مالک تھے۔ اُردو فارسی کے بلند پایہ شاعر اور عالم تھے۔ آپ سنتِ رسولؐ کے سختی سے پابند تھے اور ہزاروں لوگوں کو اس راہ پر ڈالا۔ آپ سید محمد چراغ کے فرزند تھے۔

شاعری میں آپ علامہ اقبالؒ سے متاثر تھے اور آپ کی شاعری میں اقبال کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ "نعرہٴ حریت" آپ کی شاعری کا مجموعہ ہے جو قومی جذبات سے لبریز ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد پیامِ زندگی کی تبلیغ تھا، فقط شاعری نہ تھا اسی لئے وہ علامہؒ کے ہم زبان ہو کر کہتے ہیں۔

نغمہ کجا و من کجا سوزِ سخن بہانہ ایست

سوئے قطارِ می کشم ناقد بے زمام را

آپ کی قبر کا کتبہ اس تحریر کا حامل ہے۔

یا اللہ حق یا محمدؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

پیر طریقت منبع فیوضاتِ سروریہ

صاحبزادہ پیر سید ظفر علی شاہ صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وصال

۳ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ بمطابق ۶ جون ۱۹۷۳ء

چوہدری ظہور الہی

نامور سیاستدان چوہدری ظہور الہی، گجرات کے ایک قصبے نت میں چوہدری سردار خاں کے گھر ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ زیندار ہائی سکول گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ پولیس کی ملازمت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ تقسیم پاکستان کے بعد گجرات میں ٹیکسٹائل ملز قائم کی اور ایک کامیاب صنعتکار اور سماجی شخصیت کے طور پر سامنے آئے۔ ۱۹۵۸ء میں سیاست کے میدان میں وارد ہوئے۔ پہلے ریپبلکن پارٹی میں آئے پھر کنونشن مسلم لیگ سے ہوتے ہوئے کونسل مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۶۳ء میں ایم این اے بنے۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھی کامیابی حاصل کی اور گجرات کی سیاست میں پرانے اجارہ داروں کو مات دے دی۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ اور قومی اتحاد میں چوہدری صاحب بہت سرگرم رہے اور کمال جرات کا مظاہرہ کیا۔ مارشل لا دور میں افرادی قوت اور سمندر پار پاکستانیوں کے وفاقی وزیر رہے۔

چوہدری ظہور الہی پاکستان پروگریسو پیپرز کے مینجنگ ڈائریکٹر بھی رہے۔ صدر ایوب کے دور میں پنجاب کے گورنر امیر محمد خاں سے شدید اختلافات ہوئے اور کئی جھوٹے مقدمات میں ملوث کئے گئے۔ بھٹو دور میں بھی اپنی بے باکی کی وجہ سے جیل میں رہے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۸۱ء کو لاہور میں انتقامی سیاست کا شکار ہوئے اور گجرات میں دفن ہوئے۔ محلہ مسلم آباد میں ان کا مقبرہ خوبصورت فنِ تعمیر کا نمونہ ہے۔ اس مقبرے میں چوہدری صاحب کے علاوہ ان کے خاندان کے کچھ دیگر افراد بھی دفن ہیں۔ قبر کو سنگ مرمر سے پختہ کیا گیا ہے۔ تاحال کتبہ نصب نہیں کیا گیا۔

عالم لوہار

پنجاب کی لوک موسیقی کا شہنشاہ محمد عالم لوہار یکم مارچ ۱۹۲۸ء کو تحصیل کھاریاں کے گاؤں آچھ گوچھ میں پیدا ہوا۔ عام محفلوں سے نکل کر عالم لوہار کی آواز پورے ملک میں مقبولیت کے بلند ترین مقام تک پہنچی۔ عالم لوہار کا ایک مخصوص انداز تھا، جسے ان کے صاحبزادے عارف لوہار نے زندہ رکھا ہوا ہے۔

لاکھوں دلوں کی دھڑکن عالم لوہار اپنے فن کے عین زمانہ عروج میں ۳ جولائی ۱۹۷۹ء کو مانگا منڈی کے قریب ٹریفک کے ایک حادثے میں جاں بحق ہوئے۔ راقم نے "غریقِ رحمت ہوئے" = ۱۹۷۹ء سے تاریخِ وفات نکالی ہے۔

عالم لوہار کو لالہ موسیٰ میں دفن کیا گیا کیونکہ اب وہ مستقلاً لالہ موسیٰ میں رہائش پذیر تھے۔ جی ٹی روڈ پر لالہ موسیٰ سے گزر کر نوگڑہ قبرستان میں لبِ سڑک عبدالکریم اجمیری کے مزار کے ساتھ ان کی قبر ہے۔ کتبہ کی تحریر حسبِ ذیل ہے۔

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا محمد

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

یا علی یا فاطمہ یا حسن یا حسین

ترتیب مبارک

گلوکار حاجی محمد عالم لوہار

تاریخِ وفات: ۳ جولائی ۱۹۷۹ء بروز منگل / ۷ شعبان ۱۳۹۹ھ

خدا کی تجھ پہ رحمت ہو محمد کی شفاعت ہو

دعا میری یہ ہے تجھے جنت کی راحت ہو

قاضی محمد عبدالحق

مردِ خدا صاحبِ حال و قال حضرت قاضی عبدالحق کا جلالپور جٹاں میں مزار مرجعِ خلاق ہے۔ جہاں عام دستور کے برعکس کوئی نذرانہ، چڑھاوا یا چندہ قبول نہیں کیا جاتا۔ آپ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے عبداللہؓ کی نسل سے ہیں۔ آپ کے بزرگوں میں سے قاضی محمد رضا لاهور سے گجرات آئے۔ قاضی گجرات مقرر ہوئے۔ یہ تمام خانوادہ سلسلہ طریقت قادری میں بلند حیثیت پر فائز تھا۔

آپ ۱۶ مارچ ۱۸۹۴ء کو قاضی عبدالعزیز کے ہاں جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ تمام عمر زہد و عبادت میں گزری۔ آپ نے ۷ جولائی ۱۹۶۰ء کو انتقال فرمایا اور جلالپور جٹاں کے محلہ سادھواں میں آسودہ خاک ہوئے۔ جہاں خوبصورت مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ مزار کے دروازے کے ایک طرف سنگِ مرمر کے کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

چشمہ فیض طاہر و باطنی

معصوم۔ پاک۔ عالم۔ کابل

حضرت قاضی محمد عبدالحق صاحب قریشی قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۶ مارچ ۱۸۹۴ء کو عالم آب و گل میں تشریف فرما ہوئے اور ۷ جولائی ۱۹۶۰ء کو زندہ

جاوید ہو گئے۔

لیفٹننٹ کرنل چوہدری عبدالرحمن شہید، ستارہ جرات

بہادری کی داستانیں رقم کرنے والے عزیز بھٹی شہید، شبیر شریف شہید اور اکرم شہید کے شہر گجرات نے جہاں تین نشانِ حیدر حاصل کر کے منفرد اعزاز حاصل کیا، وہاں بہادری کا دوسرا بڑا اعزاز "ستارہ جرات" حاصل کرنے والے کئی سپوت بھی اسی دھرتی نے پیدا کئے ہیں۔ عبدالرحمن شہید بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔ گجرات کی ایک نامور فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کی قبر شاہ حسین ملتانی کے مزار سے جانبِ مغرب، مسجد کی جنوبی دیوار کے ساتھ واقع ہے۔ کتبہ کی تحریر سے ان کے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ سنگِ مرمر کے کتبے کی تحریر درج ذیل ہے۔ (انہیں کے نام پر گجرات شہر کی ایک اہم سڑک "رحمان شہید روڈ" کہلاتی ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

لیفٹیننٹ کرنل چوہدری عبدالرحمن شہید

ستارہ جرات

ولد چوہدری عبدالغنی خان ایم۔ اے، بار ایٹ لا۔

آنریری مجسٹریٹ گجرات

یومِ پیدائش: ۱۱ اپریل ۱۹۲۶ء۔

یومِ شہادت: ۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء۔

شہید ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران سیالکوٹ سیکٹر میں چونڈہ کے محاذ پر توپ خانے کی (۱) ایس پی رجمنٹ کے کمانڈنگ آفیسر تھے۔ آپ نے دشمن کی اگلی صفوں پر دلیرانہ یلغار کرتے ہوئے چونڈہ کے مقام پر وطن عزیز کی خاطر عظیم قربانی دے کر حیاتِ جاوداں پائی اور اہل وطن کے لئے ادائیگی فرض کی ایک تابندہ مثال قائم کی۔ ع

"شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے"

حکیم محمد عبدالرحیم جمیل

گجرات کے بہت بڑے معالج، ادب دوست اور دوست پرور شخصیت اور طب میں صدی رازوں سے پردہ اٹھانے والے حکیم جمیل، گجرات کے نواحی گاؤں رتی میں حکیم شمس الدین کے ہاں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ طب میں زبدۃ الحکماء کی سند حاصل کی اور ۱۹۲۹ء میں گجرات میں شاہدولہ روڈ پر "دارالعلاج" کے نام سے مطب قائم کیا۔ جہاں نصف صدی سے زائد عرصہ دکھی انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ لاکھوں لوگوں کو آپ کے دستِ شفا سے فیض پہنچا۔ آپ نے طب کی بھرپور خدمت کی۔ ۴۰ سے زائد کتبِ طب تصنیف کیں۔ "طیب حاذق" (ماہنامہ) کا اجرا کیا اور ساٹھ سے زیادہ خصوصی نمبرز شائع کئے۔ طب کی خدمت کا یہ سلسلہ آج بھی ان کے صاحبزادے ضیا الرحمن اور پوتے منیر اختر اور نعیم اختر قائم رکھے ہوئے ہیں۔

حکیم جمیل صاحب کا مطب گجرات میں اہل شعر و سخن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ جہاں حکیم صاحب میزبان اور پیر فضل میر مجلس ہوا کرتے تھے۔ حکیم اجمل خاں، حکیم محمد حسن قرشی، جوش ملیح آبادی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خاں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ مولانا ظفر علی خاں کی پہلی کتاب "بہارستان" آپ نے ہی چھپوائی تھی۔

تھے جس سے دل و دیدہ احباب منور

رخشنده تھی انجم کی طرح بزمِ ندیمیاں

آپ حکیم الطبع، فیاض، صوفی منش اور انسان دوست شخص تھے۔ غرباء کا علاج بلا

معاوضہ کرتے۔ دُور دُور سے لوگ آپ کے پاس آتے اور شفا پاتے تھے۔ آپ نے

۱۹۹۱ء میں وفات پائی اور فاروقی فیملی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ راقم نے آپ کی تاریخ وصال "مخزنِ رحمت اللہ" = ۱۴۱۱ھ اور اُودر خلدِ بریں شد = ۱۴۱۱ھ سے نکالی ہے۔ شاہدولہ روڈ پر حکیم جمیل صاحب کے مطب کے بالمقابل مقبول دواخانہ ہے اس کے عقب میں یہ قبرستان واقع ہے۔ دروازے سے داخل ہوں تو دائیں ہاتھ آپ کی قبر ہے۔ پختہ قبر پر کتبہ نصب ہے جس کی تحریر درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جسم تو خاک ہے اور خاک میں مل جائے گا
روح روشن ہے چراغوں میں نظر آئے گی

خاکستانِ گلِ مہر و وفا

حکیم محمد عبدالرحیم جمیل

پہر نامدار حکیم مولوی شمس الدین۔ المعروف حکیم رتی والے

حکیم حاذقِ دوراں محمد عبدالرحیم جمیل اسمِ مبارک شعاعِ شمسِ حکیم
ضیائے نورِ حقیقت، ثنائے خلقِ عظیم^۱ دعائے سفیٰ عاصی، رضائے ربِّ کریم

تاریخ وصال۔ "طبع حکیم محمد عبدالرحیم جمیل گجرات" = ۱۴۱۱ھ / ۷ جون ۱۹۹۱ء۔

درج بالا تحریر تعویذ کی سمت لگے ہوئے کتبے پر کندہ ہے۔ دوسری طرف بھی دو کتبے نصب ہیں۔ پہلے مغرب کی جانب لگے کتبے کی تحریر درج کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم محمد عبدالرحیم جمیل

جمیل آں مردِ عارفِ مردِ کامل میجائے زماں او در شفا بود

ز حرص و آز او آزاد گشتے سدا یک دوست دارِ باوفا بود
 مریضاں را سراپا فیض بخشے ضیا را و ثنا را یک ہما بود
 کسے پرسید گر سالِ وصالش بگویم "کم کہ حاتم در سخا بود"

۱۴۱۱ھ

بگویم راست اے رازِ این مقولہ مرا ہمزاز بود و ہمنوا بود
 (بابو غلام حسین راز گجراتی)

مشرق کی جانب کے کتبے پر یہ قطعہ کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسرتا از دارِ دنیا رخت بست از فراقش قلب ما منموم گشت
 در اطباء بود آں عالی وقار عالمے از رفتن او سوگوار
 پیکرِ اخلاص آں مردِ صمیم صاحبِ اوصاف حکیم عبدالرحیم
 یا الہی۔ دارشاد اولادِ او کہ کافی بود برائے یادِ او
 گل زہجری شد ندائے قیل و قال لفظ "غایت" مادہٗ سالِ وصال

۱۴۱۱ھ

(حکیم گل حسین شاہ چھوکر کلاں)

(۱)۔ ضیاء الرحمن اور ثنا الرحمن حکیم جمیل صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز بشتدوری

ولی کامل حضرت دیوان شاہ عبدالعزیز، حضرت دیوان حضور می عبداللہ شاہ قادری بشتدوری کے فرزندِ اولیٰ تھے۔ حضرت دیوان حضور می پوٹھوہار کے گاؤں بشتدور (جو اب کوٹ دیوان صاحب کہلاتا ہے) کے عظیم الشان ولی تھے۔ اکابر اولیاء ہند کی تبلیغ اسلام کی روایت نبھاتے ہوئے اس علاقے میں اسلام کی روشنی پھیلانی۔ آپ نے ۲۰ شوال ۱۰۷۲ھ ہجری کو وفات پائی۔ حضرت قاضی سلطان محمود، میاں محمد بخش، پیر مہر علی شاہ، پیر غلام حیدر شاہ (جلالپور شریف) آپ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ داراشکوہ بھی آپ کا معتقد تھا۔

شاہ عبدالعزیز دیوان صاحب کی وفات کے بعد بشتدور میں مسند نشین ہوئے۔ اسی دور میں داراشکوہ نے حضرت دیوان حضور می کا مزار تعمیر کرایا تھا۔ شاہ عبدالعزیز اس کے بعد موضع گولیکی (گجرات) میں تشریف لے آئے اور یہاں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ جہاں ظاہری و باطنی علوم کے حصول کے لئے لوگ دور دور سے کھنچے چلے آتے تھے۔ رفتہ رفتہ سارا علاقہ آپ کا ارادتمند بن گیا۔ آپ ایک مرتبہ داراشکوہ کے ساتھ شاہجہان کے دربار میں تشریف لے گئے تو آزمائش کی غرض سے تمام شمعدان گل کر دیتے گئے مگر آپ کے وجود پر نور سے تمام محل جگمگا اٹھا۔ آپ حضرت شاہدولہ دریانی، سید محمد صالح (سادہ چک) اور سید میراں محمد فاضل گجراتی کے ہم عصر تھے۔

آپ کا مزار گولیکی سے باہر جانب جنوب مشرق واقع ہے۔ چھوٹا سا چھپرنا مقبرہ بنایا گیا ہے۔ اردگرد اس خاندان کے متوفیان کی قبور ہیں۔ پختہ قبر کے سنگی کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

لوحِ مزار

حاجی دیوان شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

خلفِ اکبر

سلطان الموحدین، محبوبِ غوثِ الاعظم،

الحاج دیوان حضورِ عبداللہ شاہ قادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

اخلاف

علمدارِ کربلا۔ عباسِ باوفا۔ برادرِ سید الشہدا

ابن

امام الاولیا علی المرتضیٰ خلیفہ الرسول اللہ

ولادت: ۴ جمادی الثانی ۱۰۳۸ھ بروز دو شنبہ

وصال: ۲۱ رجب المرجب ۱۱۰۵ھ بروز چہار شنبہ

خان بہادر شیخ عبدالعزیز

گجرات کی ایک مقننہ شخصیت شیخ عبدالعزیز، گجرات شہر کے محلہ چاہ بھنڈر میں ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ عبداللہ تھا۔ ابتدائی تعلیم گجرات میں اور اعلیٰ تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ پولیس کی ملازمت سے ترقی کرتے کرتے ڈی آئی جی ریٹائر ہوئے۔ پیشہ ورانہ خدمات کے صلے میں ۳ جون ۱۹۱۸ء کو "خان صاحب" اور پھر "خان بہادر" کا خطاب ملا۔ شیخ عبدالقادر کے قریبی دوست تھے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سیکرٹری بھی رہے۔ جب گجرات سے لاہور منتقل ہوئے تو گجرات میں اپنا مکان انجمن حمایت اسلام لاہور کے نام وقف کر دیا۔ یہ مکان بابو محمد منصور صاحب کے گھر سے قریب ہے اور اب انہوں نے انجمن سے خرید لیا ہے۔

جنگ عظیم اول کے دوران ڈپٹی سیکرٹری پبلسٹی کمیٹی تھے اور اخبار "حق" نکالا کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ سے بھی راہ و رسم تھی۔ اور لاہور کے اس دور کے سبھی نامور لوگوں سے مراسم تھے۔ ۱۹۳۰ء کے قریب ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں فوت ہوئے۔ گجرات میں رحمان شہید روڈ پر جامع مسجد شادمان کالونی کے جانب مشرق ایک احاطے میں خاندان کے دیگر مرحومین کے ساتھ آپ کی قبر ہے۔ ۱۹۹۳ء میں راقم نے جب یہ قبر دیکھی تھی تو کتبہ صحیح سلامت تھا مگر ۱۹۹۵ء میں کتبہ ٹوٹ کر گر چکا تھا۔ راقم نے ۱۹۹۳ء میں درج ذیل تحریر ان کی قبر کے کتبے سے نوٹ کی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

آخری آرامگاہ

خان بہادر شیخ عبدالعزیز

سی۔ آئی۔ ای، او۔ بی۔ ای

ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب

خلف عبداللہ خان قریشی شیخ

تاریخ پیدائش: ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۵ء۔

تاریخ وفات: ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء۔

مولانا عبدالغفور اسلم جالندھری

پنجابی زبان میں کلام حکیم کی آسان تفسیر نظم کرنے کی سعادت حاصل کرنے والے مولانا عبدالغفور اسلم جالندھری کپور تھلہ ریاست کی تحصیل بھوستھ کے قصبے مانا تلونڈی میں ۱۹۰۱ء میں میاں امیر الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ ایف اے، ایس وی اور اوٹی کی اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۴۰ء تک ملک وال ضلع گجرات (موجودہ ضلع منڈی بہاؤ الدین) میں مدرس رہے۔ چند ماہ خان آف قلات کے بچوں کے اتالیق رہے۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۴ء تک فوج میں سویلین کلرک رہے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد جالندھر شہر سے ملحقہ گاؤں "بوٹ" میں رہائش پذیر ہو گئے اور تبلیغ الاسلام ہائی سکول جالندھر چھاؤنی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے گجرات تشریف لے آئے اور پبلک ہائی سکول نمبرون میں اپنی سروس کے اختتام تک بطور اور نٹیل ٹیچر تعینات رہے۔ کئی سال تک سنہری مسجد گجرات میں امامت و خطابت کے فرائض فی سبیل اللہ سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد قرآن حکیم کی منظوم پنجابی تفسیر شروع کی اور دو سال میں مکمل کر لی۔ اس آسان اور عام فہم تفسیر کا نام "تفسیر یسیر" ہے جو تین جلدوں اور ۱۴۹۴۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

آپ رسول اکرمؐ کے سچے شیدائی اور اسلام کے مخلص مبلغ تھے۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ "عقیدت کے پھول" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ کتاب اللہ کا یہ بے مثال مفسر ۶ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بمطابق ۹ جولائی ۱۹۸۱ء کو اس دارِ فنا سے دارالبقا کو سدھارا۔ آپ کی قبر، قبرستان بھٹیاں کے جنوبی نصف میں واقع ہے۔ کتبہ پر نام اور تاریخ وفات درج ہے۔

خان بہادر سردار عبدالغفور خان ڈرانی

گجرات کی مشہور ڈرانی فیملی کے چشم و چراغ، ریٹائرڈ ایس ایس پی، صدر مسلم لیگ گجرات شہر اور اقبال کے دوست اور شاگرد سردار عبدالغفور ڈرانی عرف "ابوصاحب" ۱۸۸۳ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سردار محمد حسین خان تھا۔ عبدالغفور نے ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ ان کے اساتذہ میں اقبال کے علاوہ سر آرنلڈ بھی شامل تھے اور یہ ان کے چہیتے شاگرد تھے۔ (ان کے نام آرنلڈ کے خط اور دیگر تفصیلات کے لئے راقم کی کتاب "اقبال اور گجرات" ملاحظہ ہو) پولیس سروس میں آئے اور ترقی کرتے ہوئے ایس ایس پی کے عہدے تک پہنچے۔ پیشہ ورانہ خدمات کے صلے میں انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیا گیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد گجرات میں مسلم لیگ کے استھام کے لئے سرگرم رہے اور سماجی خدمات میں بھی حصہ لیتے رہے۔

ابوصاحب، اقبال اور شیخ عبدالقادر، دونوں کے قریبی دوست اور مداح تھے۔ اقبال نے خود اعتراف کیا کہ اگر عبدالغفور ان کا ابتدائی کلام محفوظ نہ رکھتا تو "بانگِ درا" مرتب نہ ہو سکتی۔ ابوصاحب ۱۹۵۲ء میں فوت ہوئے اور محلہ بیگم پورہ میں بیگم مسجد کے ساتھ اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ کتبے کی تحریر نقل کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سردار عبدالغفور خان

خلف سردار محمد حسین خان

وفات : ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۲ء۔

ڈاکٹر عبدالغنی جلالپوری

ڈاکٹر محمد عبدالغنی ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ جلالپور جٹاں میں مولوی عبدالصمد کے گھر ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جلالپور جٹاں میں اور میٹرک مشن ہائی سکول گجرات سے کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۸۸۳ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کیا۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے وظیفہ ذہانت پر اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے سات برس قیام کیا اور وہاں سے ایم۔ بی، ایل۔ آر۔ سی۔ پی اور ایم۔ آر۔ سی۔ پی کی موقر اسناد حاصل کیں۔ وہاں خلافت ترکیہ کی حمایت میں بہت سرگرم رہے اور دارالعلوم (House of Commons) میں بحیثیت مبصر انگریزوں کے خلاف فصیحانہ و بلیغانہ تقاریر کرتے رہے جن کا جواب گلیڈ اسٹون سے بھی نہ بن پایا۔ اس حق گوئی کی پاداش میں آپ کا وظیفہ بند کر دیا گیا۔ انگریزی حکومت نے آپ کو خریدنے کے لئے ایک بڑی جاگیر اور ملازمت کی پیش کش کی جسے آپ نے ٹھکرا دیا۔ ۱۸۹۰ء میں آپ افغانستان کے امیر عبدالرحمن کے پرائیویٹ انگلش سیکرٹری مقرر ہوئے علاوہ ازیں افغانستان میں تعلیم کے فروغ کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی جس کے لئے آپ نے ہندوستان سے اور فضلا۔ کو بلایا جن میں آپ کے دو بھائی مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے افغانستان کو عمومی تعلیم سے منور کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب صبیہ کالج کے پرنسپل اور کابل کے چیف میڈیکل افسر بھی تھے۔ شہزادہ صیب اللہ خاں ۱۹۰۰ء میں افغانستان کا امیر بنا اور اس نے افغانستان کی پہلی لیجسلیٹو کونسل قائم کی۔ ڈاکٹر ایم اے غنی اس کے ممبر تھے۔ اس کے بعد بننے والی مجلس شرفا میں بھی آپ شامل تھے۔

ڈاکٹر ایم اے غنی نے تمام ملک میں عمومی تعلیم کا جال پھیلا دیا تھا اور علم سے نفرت کرنے والے افغان اب اس نور سے متعارف ہوتے جا رہے تھے۔ اسی دوران ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۴ء سے ۱۰ ستمبر ۱۹۰۶ء تک آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کی درخواست پر اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل رہے اور نہایت خلوص سے یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ (عبدالقدیر نحفی نے اپنی "تحقیقی" کتاب "ڈاکٹر عبدالغنی جلالپوری" میں یہ عرصہ ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۶ء بتایا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ تفصیل کے لئے صد سالہ تاریخ اسلامیہ کالج ملاحظہ ہو) اس کے بعد آپ دوبارہ افغانستان چلے گئے اور تعلیمی نظام میں مزید وسعت پیدا کی اور افغانستان میں جدید تعلیم کے بانی قرار پائے۔ آپ نے امیر کا اعتماد بھی حاصل کر لیا مگر یہ سب دیکھ کر حاسد میدان میں آ گئے اور امیر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے افغانستان میں جمہوری قدروں کے فروغ اور دیگر اصلاحات کے لئے "مجلس جانثاراں" قائم کر رکھی تھی۔ مخالفین نے امیر سے کہا کہ یہ مجلس حکومت حاصل کرنا چاہتی ہے چنانچہ اس "سازش" کے جرم میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے بھائیوں اور ساتھیوں کو قید کر دیا گیا۔ جہاں وہ مارچ ۱۹۰۹ء سے اپریل ۱۹۱۹ء تک ارگ شاہی (کابل) میں جرم بے گناہی کی سزا بھگتتے رہے۔ تاآنکہ امیر امان اللہ خاں نے انہیں رہا کر دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب معاہدہ راولپنڈی میں بھی شریک تھے جس کی رو سے افغانستان کو برطانیہ سے آزادی ملی۔

ڈاکٹر ایم اے غنی نے قیام افغانستان کے دوران ہندوستان کی آزادی کی خاطر بھی فکری محاذ پر بہت کام کیا۔ ان کی لکھی ہوئی کتب

A Review of Political situation in Central Asia

A Brief political History of Afghanistan

میں برصغیر پاک و ہند کے مستقبل پر نہایت فاضلانہ مباحث موجود ہیں۔ آزادی ہند کے لئے آپ نے کابل میں حاجی ترنگ زئی اور شیخ اقبال شیدائی سے مل کر انڈیا انڈیپنڈنس لیگ کی بنیاد رکھی تھی۔ آپ نے ۸ کتب تاریخ، دینی علوم اور شاعری یادگاری چھوڑی ہیں۔

افغانستان سے واپسی پر ڈاکٹر صاحب تحریک ترک موالات کے تحت قائم ہونے والے آزاد ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کے اعزازی ڈائریکٹر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ پھر جلالپور جٹاں آگئے اور بقیہ عمر دکھی انسانیت کی خدمت میں گزار دی۔ آپ تمام دن مریضوں کا علاج معالجہ کرتے اور شاہانہ کی بجائے اس عوامی زندگی سے لطف اندوز ہوتے۔ آپ نے ۱۹۴۳ء میں وفات پائی اور قبرستان بٹہ (جلالپور جٹاں) میں چوٹی پر دفن ہوئے۔ قبر کچی ہے کتبہ نصب نہیں اور قبر کی حالت بھی خراب ہے جسے دیکھ کر خیال آتا ہے۔

جلتا ہے اب پڑا نخس و خاشاک میں ملا
وہ گل کہ ایک عمر چمن کا چراغ تھا

حضرت سید عبدالقادر قادری کلانوریؒ

قادری مسلک کے ایک بلند پایہ بزرگ جناب سید عبدالقادر قادری کلانوری المعروف بہ پیر قادر شاہ جلالپور جٹاں میں مجواستراحت ہیں۔ آپ کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے تاہم آپ کا کلانوری ہونا ثابت ہے۔ اور آپ کے معتقدین میں بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ایک غیر مصدقہ روایت یہ بھی ہے کہ ابتدائی دور میں علامہ اقبالؒ بھی آپ کے خلیفہ شیخ محی الدین صاحب سے روحانی فیض کے حصول کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

آپ کا سنِ وفات ۱۸۹۳ء ہے۔ اور ہجری سن ۱۳۱۰ھ ہے جسے راقم نے "نشان مہر و مروت بود" سے برآمد کیا ہے۔

آپ کے مزار سے ملحق جانبِ مشرق آپ کے خلیفہ شیخ محی الدین مدفون ہیں۔ وہ ۶ جولائی ۱۹۵۲ء کو فوت ہوئے۔ آپ کا مزار جلالپور جٹاں میں عبدالحق اسلامیہ کالج کے قریب واقع ہے۔ دروازے کے اوپر سنگِ مرمر کی تختی نصب ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ تاریخ وصال

غواص بحرِ ہویت، مظہرِ انوارِ احدیت حضرت سید عبدالقادر قادری کلانوریؒ
سید عبدالقادر سے شیریں مقال شہبازِ معرفت شمعِ ہدے
"نورِ احد بود آہ روشن ضمیر" رفت زین عالم سوتے دارالبقا

سالِ وصلش "سبع فیض رحیم"

۱۳۱۰ھ

گفت مشتاق^(۱) حزیں اے نیک را

وفات: ۸ جون ۱۸۹۳ء۔ بمطابق ۱ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ^(۲)

دربار کی تعمیر نومبر ۱۹۸۸ء۔

۱۔ یہ قطعہ تاریخ مشتاق احمد ہاشمی کا کہا ہوا ہے۔

۲۔ ۸ جون ۱۸۹۳ء کو ہجری تاریخ ۲۲ ذوالقعدہ ۱۳۱۰ھ تھی جبکہ ۱ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ کو عیسوی تاریخ ۱۱

اگست ۱۸۹۲ء تھی یوں درج بالا تبادلہ سنین درست نہیں۔ (م۔ س)

مولوی عبدالکریم قلعدار

اس نامور اُستاد اور بلند پایہ عالمِ دین نے ۱۸۶۹ء میں قلعدار کے دینی و علمی خانوادے میں مولوی فضل احمد کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم درسِ محمدیہ قلعدار میں حاصل کی۔ پھر علامہ سید احمد ناظم سے اکتسابِ علم کیا۔ ان کی وفات کے بعد مولوی کلیم اللہ مچھیانوی سے تحصیلِ علم کی۔ جدید تعلیم کے لئے اور نیشنل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۷ء تک مولوی عالم، مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ اس دوران آپ کو شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور مولانا عبداللہ کلیم کلانوری جیسے اساتذہ اور پیرجماعت علی شاہ اور علامہ اقبال جیسے ہم سبق ملے۔ (اقبال گورنمنٹ کالج کے طالبِ علم تھے مگر گورنمنٹ کالج کے طلباء آرٹس مضامین اور نیشنل کالج میں پڑھتے تھے اور جب اقبال کا لیکچر خالی ہوتا تو وہ حماسہ پڑھنے کے لئے مولانا عبداللہ ٹونکی کی کلاس میں آیا کرتے تھے)

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا پیشہ اپنایا اور طویل عرصہ گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں عربی کے معلم رہے۔ کچھ عرصہ پنڈ دادن خان میں بھی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد خود کو درس و تدریس (بمقام جامع شاہی قلعدار) اور تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دیا۔ آپ سید غلام حیدر شاہ آف جلالپور شریف سے بیعت تھے۔ آپ کی تصانیف میں تاج المؤمنین، مسائل الاموات، روح العباد فی ذکر المیلاد، تذکرہ اسلاف و اخلاف، تاریخ فتح مکہ، تفسیر سورہ فاتحہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو وفات پائی اور قلعدار میں اپنے آبائی قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ قبر پر کتبہ نصب نہیں۔

حکیم عبداللطیف عارف

تحریکِ آزادی کے سرگرم کارکن، مصلح قوم، شاعر اور طبیب جناب حکیم محمد عبداللطیف عارف ۱۸۹۶ء میں ٹھٹھہ متصل گھڑ تل ضلع سیالکوٹ میں شیر محمد عرف میاں بلھے شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ولی اللہ اور رحانی و جسمانی معالج تھے۔ عبداللطیف نے منشی فاضل کرنے کے بعد حکیم محمد سعید صاحب روڈس سے علمِ طب میں عبور حاصل کیا اور تین سال تک مختلف مدارس میں مدرس رہے۔ پھر سید عطا اللہ شاہ بخاری کی تقریر سن کر ملازمت کو خیرباد کہا اور تحریکِ خلافت میں شامل ہو گئے اور ایک شعلہ بیان مقرر کے طور پر مشہور ہوئے۔ اسی تحریک میں گرفتار ہوئے اور سیالکوٹ اور میانوالی میں قید رہے۔ میانوالی میں سید عطا اللہ شاہ بخاری، احمد سعید صاحب دہلوی، مفتی کفایت اللہ، مسٹر آصف علی دہلوی، بابا گوردت سنگھ، سوامی شردھانند جیسے مختلف افکار رکھنے والے لیڈروں کی صحبت سے حکیم صاحب نے بہت کچھ سیکھا اور اسی قید میں آپ نے منظوم سیرتِ نبوی "کلمی والا" لکھی جو چھپ کر بہت مقبول ہوئی۔

قید سے رہائی کے بعد آپ سید عطا اللہ شاہ بخاری کے مشورے پر مستقلاً گجرات آ گئے اور یہاں مطب قائم کیا جس کے ذریعے آپ نے علاقے کے عوام کی بھرپور خدمت کی۔ علاوہ ازیں آپ نے اصلاحِ رسوم کی غرض سے ایک اور کتاب "خاتونِ جنت داویاہ" لکھی۔ "انجمن اصلاح المسلمین" کے معتمد کے طور پر بھی آپ نے ضلع بھر میں تبلیغ و اصلاح کا کام بخوبی انجام دیا۔ ۱۹۲۸ء میں آپ نے گجرات کا سب سے پہلا مفید عام ہفت روزہ "القصاص" جاری کیا۔ ۱۹۲۹ء میں "دارالبلغین گجرات" کی بنیاد رکھی جہاں آتمہ مساجد کی تعلیم و تربیت ہوتی تھی اور جس کے سالانہ جلسوں میں

علامہ انور شاہ شیخ الحدیث دیوبند جیسے علماء تشریف لاتے تھے۔

۱۹۳۰ء میں باغیانہ تقریروں کی بنا پر گرفتار ہوئے اور اگلے سال تحریک کشمیر

میں آپ نے شبانہ روز محنت سے جلسے جلوس منظم کئے اور گجرات میں تحریک کے

ڈکٹیٹر چنے گئے۔ اسی دوران آپ نے ماہنامہ "سنیاسی" اور ہفت روزہ "ترجمان" بھی

جاری کئے۔ مسدس حالی کا پنجابی ترجمہ "تصویرِ اُمت" کے نام سے کیا۔ قیامِ پاکستان

کے بعد آپ نے "شانِ ابوبکرؓ"، "شانِ عمرؓ" "شانِ بتولؓ" نامی کتب (منظوم پنجابی)،

لکھیں جو ان شخصیات کے حالات و فضائل پر مبنی تھیں۔ آپ نے لڑکیوں کی تعلیم کے

لئے "مدرستہ البنات کملی والا" کی بنیاد رکھی۔

آپ نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور حق کہنے سے کوئی طاقت، کوئی لالچ آپ کو روک

نہ سکا۔ آپ اردو، پنجابی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے مگر عشقیہ شاعری کی بجائے

آپ نے اس خدا داد صلاحیت کو اصلاحِ معاشرہ اور اشاعتِ دین کیلئے صرف کیا۔

طبابت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اس سادہ مزاج خادمِ قوم اور بطلِ حریت نے یکم

اکتوبر ۱۹۷۱ء کو داعیِ اجل کو لبیک کہا اور محلہ قاسم پورہ کے نزدیک جھنگلی قبرستان میں

خفتہ خاک ہوئے۔

مولوی شیخ محمد عبداللہ

پنجاب کے عظیم علما میں سے ایک، استادِ زمانہ، شاعرِ بے بدل جناب شیخ عبداللہ ساکن چک عمر، مولینا صدر الدین کے ہاں ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے نانا حافظ نور جی، ساکن دینہ ضلع جہلم اور حافظ نور دین ساکن چک عمر سے پائی۔ علومِ مروجہ کی تکمیل اپنے والد ماجد اور مولانا غلام یحییٰ اور میاں مخدوم عالم سے کی۔ چک عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور دُور دُور سے علم کے پیاسے آپ کے پاس آ کر فیض پانے لگے۔ آپ کے مدرسہ کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ آپ کے شاگرد بھی بڑھتے چلے گئے۔ مولانا اصغر علی روحی کی تحقیق کے مطابق ان کے عہد میں لاہور کے علما میں سے نصف سے زائد مولانا شیخ عبداللہ کے شاگرد تھے۔ امیر صیب اللہ والی کابل اور مہاراجہ رنبیر سنگھ والی کشمیر آپ کی علمیت کے مداح تھے۔ دور درزا کے مقامات سے لوگ خطوط کے ذریعے آپ سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ آپ اپنے علاقے کے شرعی قاضی بھی مقرر تھے۔ آپ کو عربی، فارسی، اردو اور پنجابی پر قدرت حاصل تھی۔ عربی اور فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ تاریخ گوئی میں آپ کمال دسترس رکھتے تھے۔ مجموعہ کلام "نشانِ شیخ" آپ کی سخن گوئی کی یادگار ہے۔ خواجہ سیالویؒ سے بیعت تھی اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔ سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دیگر سلسلوں میں بھی آپ کو اجازت حاصل تھی۔

آپ نے ۱۹۲۱ء کو وفات پائی اور اپنے گاؤں سے شمال کی جانب دفن ہوئے۔ راقم نے آپ کا سن وصال "حصارِ غم" = ۱۳۳۹ھ سے نکالا ہے۔ اس جگہ اب ان کے خاندان کے بعد میں فوت ہونے والے لوگ بھی مدفون ہیں۔ آپ کے جانبِ مغرب

آپ کے پوتے (بھتیجے کے بیٹے) محمد مظفر علی کی قبر ہے۔ پختہ قبر کے کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ

یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"موت العالم، موت العالم"

مزار مبارک

حضرت مولانا علامہ قاضی شیخ عبداللہ

وفات: ۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء۔ ۳ ذی قعدہ ۱۳۳۹ء۔ یک شنبہ

قبلہ من، کعبہ من شیخ والا دستگاہ
سال تاریخ و فاتح شائق اندوہناک
ہاتے ہاتے شد ز دنیا سوائے شیریں خواہگاہ
گفت "ہاتے قبلہ من شیخ عالی بزم گاہ"

۱۳۳۹ھ

از سرِ افسوس در تاریخِ فوتش از دلم
"قبلہ من شیخ صاحب" زندہ دل آمد ندا

۱۳۳۹ھ

بسال مسیحی چو داری خیال
بگو "کوچ شیخ المشائخ" بسال

۱۹۲۱ء۔

مولوی محمد عبداللہ سلیمانی کنجاہی

کنجاہ کی معروف شخصیت جس نے اپنی تمام زندگی دینِ اسلام کی خدمت، وعظ و تبلیغ اور قومی نلاح کے لئے وقت کر رکھی تھی۔

آپ مدرسہ عالیہ دیوبند کے فارغ التحصیل، نامور عالم دین تھے۔ کنجاہ میں مسلمانوں کے لئے سب سے پہلے آپ نے اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ آپ حزب اللہ کے سرگرم رکن تھے اور آپ کی بدولت حزب اللہ کنجاہ میں بہت فعال تھی۔ آپ نے ملکی سیاست میں بھی مثبت کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۶ء میں سول نافرمانی میں آپ نے بہت سے جلوسوں کی قیادت کی اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی بجالی کے لئے آپ نے یادگار خدمات سرانجام دیں۔

آپ نے کنجاہ میں غازی اللہ و تاشہید کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی قائم کی جہاں وہ خود سال ہا سال تک وعظ و تبلیغ اور خطابت کے ذریعے خدمتِ اسلام میں مصروف رہے۔ آپ نے ۱۹۶۴ء میں وفات پائی اور اپنی وصیت کے مطابق غازی اللہ و تاشہید کے پہلو میں دفن ہوئے۔ قبر پر مزار زیر تعمیر ہے۔ کتبے کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرقد شریف

مفتی قاضی الحاج محمد عبداللہ صاحب سلیمانی

تاریخ وفات: ۵ ستمبر ۱۹۶۴ء۔

خدا کی تم پہ رحمت ہو محمد کی شفاعت ہو

وہا میری سدا یہ ہے تجھے جنت کی راحت ہو

پہرانش: محمد احسان الحق سلیمانی، خورشید محمد سلیمانی

علامہ عبدالملک کھوڑوی

عربی و فارسی زبان و ادب کے بے مثل عالم و شاعر، علامہ ابوالبرکات محمد عبدالملک موضع کھوڑی نزد ڈنگہ میں مولانا محمد عالم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد اور برادر بزرگ مولانا غلام غوث سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے مولانا شیخ عبداللہ (چک عمر) کے پاس نو، دس برس رہے اور تکمیلِ علوم کے بعد محکمہ مال میں معاون پٹواری کی حیثیت سے ملازم ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے ترقی کرتے ہوئے افسر مال کے عہدے تک پہنچے۔ آپ کے علم و فضل اور تجربے کی شہرت نواب صادق محمد آف بہاولپور تک پہنچی تو انہوں نے آپ کو اپنی ریاست میں مشیر مال کے مقتدر عہدے پر فائز کر دیا۔ اور دیگر کئی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ علامہ عبدالملک نے تقریباً ۳۵ برس تک یہ ذمہ داریاں محسن و خوبی انجام دیں۔ قیام بہاولپور میں آپ وہاں کی علمی ادبی محفلوں کی جان تھے۔

مولانا عبدالملک تاریخ گوئی میں ایسا کمال رکھتے تھے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ اس صلاحیت کا اظہار ان کا قصیدہ بحضور نواب صادق والئی بہاولپور ہے جو ۱۳۱۰ھ میں پیش کیا گیا جس کے ۳۰ اشعار میں سے ۱۴۰ مادہ ہائے تاریخ برآمد ہوئے ہیں۔ آپ صادق تخلص کرتے تھے اور نعت بھی نہایت بلند پایہ کہتے تھے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ صادق علوم و فنون اور زبان و بیان پر جو کمال رکھتے تھے اور خدا نے انہیں جن غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ ان کا بھرپور استعمال نہ کر سکے۔ اگر وہ قصیدہ گوئی میں اپنی صلاحیتیں ضائع کرنے کی بجائے قوم کی بیداری کے لئے بروئے کار لاتے تو آج ان کا نام و مقام بہت زیادہ بلند ہوتا۔

مولانا عبدالملک ایک علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ خود باعمل عالم دین اور عاشقِ رسول اللہ تھے۔ ۱۹۱۵ء میں حج بیت اللہ کے موقع پر آپ کا منظوم ہدیہ سلام بحضور سرورِ کائنات فرطِ عقیدت اور حُسنِ بیان کا خوبصورت مرقع ہے۔ آپ نے "اطباق الثرودہ" کے نام سے قصیدہ بردہ کی مختصر شرح لکھی پھر "حسن الحبرودہ فی شرح القصیدہ البرودہ" کے عنوان سے ایک مفصل شرح رقم کی جو آپ کے علمی کمالات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں "الجواهر المزیہ فی شرح القصیدہ الغوثیہ"، "صادق الارشاد فی شرح بانہ سعاد"، "شرح درود کبریت احمد"، "شرع محمدی" (علم میراث پر)، "النبوۃ والرسالۃ"، "النکاح"، "النور" اور "المزمل" وغیرہ شامل ہیں۔ "شاہان گوجر" (تاریخ قوم گوجراں) آپ کی بلند پایہ تحقیقی تصنیف ہے۔

آپ نے ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء بمطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ کو کھوڑی میں انتقال فرمایا اور کھوڑی کے قریب سے گزرنے والی نہر آپر جہلم کے کنارے موضع نون کے قریب (نون والی پٹی کے پار) آپ کا دفن بنا۔ اس جگہ آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ دو قبریں ہیں مغرب والی علامہ صادقی کی اور مشرق والی ان کی اہلیہ کی ہے۔ علامہ کی قبر پر کبھی کتبہ نصب تھا مگر اس پر کندہ آپ کی وصیت اس کتبے کے باقی نہ رہ سکنے کی وجہ بن گئی۔ "ذی احترام" = ۱۳۶۰ھ آپ کا سنِ رحلت ہے۔ آپ کے صاحبزادوں میں اختر علی، اکبر علی، عبداللہ خاں اور اقبال شامل تھے۔ ان کی اولاد بہاولپور میں آباد ہے۔

میر عزیز اللہ فاروقی

مردِ سالک و خادمِ خلق میر عزیز اللہ فاروقی، بہلپور (نزد جلالپور جٹاں) کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے ہوتا ہوا حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے تمام عمر عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کیا۔ آپ کو زمین سے ایک خزانہ ملا تھا جس سے آپ نے ایک کنواں اور مسجد تعمیر کروائی اور عمر بھر اسی مسجد میں وعظ و نصیحت اور درس و تدریس کے فرائض فی سبیل اللہ انجام دیتے رہے۔ محبت کا درس اور انسانوں کی خدمت آپ کا شیوہ تھا۔ روحانیت میں بھی بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ ۱۲۹۰ھ میں فوت ہوئے اور اپنی تعمیر کی ہوئی مسجد کے صحن میں دفن کئے گئے۔ پختہ قبر کے کتبے پر یہ تحریر درج ہے۔

یا اللہ ج ۷۸۶ یارسول اللہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

مرکز تجلیات و جلوہ گاہ انوار الہی

مرقد میر عزیز اللہ قریشی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (بہلپور)

وفات: ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء۔

عزیز اللہ ، عزیز مصطفیٰ بود	مقامش زیر سدر منتہی بود
"زو گنج غیب او مسجد بنا بود"	بجودش چشمہ آب صفا بود
"عزیز اللہ قریشی عرف میرے"	ز فاروقِ معظم ، محبتی بود
چو سالِ رحلتش بستم اے کعبی	ندا آمد "او تنویر خدا بود"
	۱۲۹۰ھ

(منیر الحق منیر کعبی)

منجانب: مولوی محمد عظیم و برادران گجرات

میجر عزیز بھٹی شہید، نشانِ حیدر

"عزیز ملت" میجر راجہ عزیز بھٹی شہید نے عزم و شجاعت کی ایک لازوال داستان رقم کی اور وطن عزیز کی سالمیت کی خاطر جامِ شہادت نوش کر کے خود کو ہمیشہ کے لئے امر کر لیا۔

وہ ۶ اگست ۱۹۲۳ء کو ماسٹر محمد عبداللہ بھٹی کے گھر ہانگ کانگ میں پیدا ہوئے اور وہیں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں فرسٹ ریگولر پی ایم اے لانگ کورس میں داخلہ لیا اور ۴ فروری ۱۹۵۰ء کو پاسنگ آؤٹ کے موقع پر وزیر اعظم خان لیاقت علی خاں کے ہاتھوں نارمن گولڈ میڈل اور اعزازی تلوار حاصل کی۔ کئی محکمانہ کورسز کے علاوہ کینیڈا کے کنگسٹن کالج اور جرمنی سے انٹرنیٹریٹ کا کورس بھی کیا۔ وہ اردو، پنجابی، انگریزی، چینی، جرمن، بنگلہ اور عربی زبانیں جانتے تھے اور ادب کا اعلیٰ ذوق بھی رکھتے تھے۔ وسیع المطالعہ شخص تھے اور ذہانت و تدبیر کے مالک تھے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے فوجی افسروں کے لاہور، جم خانہ میں شراب پینے کے خواب، آپ کی شجاعت کے سبب خواب و خیال ہو گئے۔ آپ بی آر بی پر ایسی ڈھال بن گئے کہ دشمن اپنی عددی اور فوجی برتری کے باوجود، لاہور پر قبضہ نہ کر سکا۔ آپ نے مسلسل پانچ دن تک بغیر آرام کے اپنی منحصر فوج کو ایسی قیادت اور عزم و حوصلہ عطا کیا کہ ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اور آخر ۱۲ ستمبر کو یہ کوہِ شجاعت، سرخرو ہو کر خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ مگر اپنی شہادت سے قبل انہوں نے دشمن کے حوصلے توڑ دیتے تھے۔ انہیں ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء کو یومِ پاکستان کے موقع پر نشانِ حیدر کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ آپ اپنے آبائی گاؤں لادیاں میں سپردِ خاک کیے گئے۔ گجرات سے کوٹلہ آر ب علی خاں جانے والی سڑک پر صبور سے ایک سڑک لادیاں کو جاتی ہے۔

یہی سڑک کھاریاں کو بھی لادیاں سے ملاتی ہے۔ آپ کو آپ کی والدہ کی خواہش کے پیش نظر ان کے گھر کے سامنے دفن کیا گیا۔ قبر پختہ ہے اوپر ایک سادہ مگر پُر وقار مقبرہ (چار ستونوں پر چھت) تعمیر کیا گیا ہے۔ کتبے کی تحریر یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

میسجر عزیز بھٹی شہید

تاریخ شہادت: ۱۲ ستمبر ۱۹۶۵ء۔

(یہاں نشان حیدر کا ماڈل ابھرا ہوا ہے)

غازہٗ روتے شہادت ، زینتِ قوم و وطن
سرفروش و غازی و شہاد کش، مرحبِ نکلن
سُرخرو ہو کر جہادِ فی سبیل اللہ سے
مردِ مومن لے رہا ہے خوابِ شیریں کے مزے

عزیز بھٹی شہید کی زندگی اور کارناموں پر جناب اصغر علی گھرال نے ۵۸۳ صفحات کی ایک شاندار کتاب ۱۹۶۷ء میں لکھی تھی جس پر انہیں راسٹرز گلڈ نے اول انعام دیا تھا۔

شیخ عطا اللہ و کیل

سرخیل اہل قرآن گجرات، شیخ عطا اللہ کئی دینی کتب کے مصنف، قانون دان اور ریاست پونچھ و کشمیر کے گورنر تھے۔ ۱۸۵۷ء میں گجرات کی قانونگو فیملی میں پیدا ہوئے۔ گجرات اور علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ وہاں سر سید احمد خاں کے بہت قریب رہے۔ چیف کورٹ پنجاب اور چیف کورٹ کشمیر میں درجہ اول کے پلیڈر تھے۔ ریاست پونچھ اور کشمیر کے گورنر بھی رہے اور جج کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ جوانی سے ہی دینی علوم اور صالح اعمال کی طرف راغب تھے۔ قرآن کی محبت میں غرق تھے۔ آپ نے ایک لغت قرآن مرتب کی تھی جس کے متعلق ابوالکلام آزاد نے کہا تھا "ایسی لغت قرآن سابقہ تیرہ صدیوں میں نہیں لکھی گئی"۔ مگر افسوس اس کا مسودہ علامہ عرشی سے تقسیم کے ہنگاموں میں ضائع ہو گیا۔ آپ نے ۱۹۰۷ء میں ایک کتاب "شہادت الفرقان علی جمع القرآن" لکھی جس کے متعلق اقبالؒ نے انہیں خط میں لکھا تھا "یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت لاجواب ہے میں آپ کے طرز استدلال کی داد دیتا ہوں"۔ شیخ عطا اللہ صاحب کے علامہ سے مراسم تھے اور علامہ ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے راقم کی کتاب "اقبال اور گجرات")۔ آپ گجرات میں سر سید کے ساتھی اور نظریاتی پیروکار تھے۔ آپ کی قبر، قبرستان تریہنگ کی مشرقی دیوار کے ساتھ (تقریباً اس کی لمبائی کے نصف میں) واقع ہے۔ آپ کی قبر سے شمال کی جانب آپ کی میگم کی قبر ہے جو یکم جون ۱۹۵۲ء کو فوت ہوئیں۔ پختہ قبر کا کتبہ اس تحریر پر مبنی ہے۔

«وَعِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ»

۱۳۵۹ھ

قطعہ تاریخ وفات

محترم بزرگوار شیخ عطا اللہ صاحب مرحوم وکیل چیف کورٹ پنجاب

سابق جج گورنر ریاست پونچھ کشمیر ساکن گجرات

علمِ دین شیخ عطا اللہ	و از ہدیٰ واقف رموز آگاہ
نیک خو، نیک ذات، نیک روش	پاک دل، پاک طبع، پاک نگاہ
عشقِ او بود خدمتِ قرآن	جادہ رشد و زہد بودش راہ
پردہ از چشمِ اہل دنیا کرد	گفت لہیک بر رضائے الہ
عمرِ او از "فدا" سالِ وفات	"زاہد عصر فخرِ اہل اللہ"

۱۳۵۹ھ

۸۵

گفت حق مستحق "سہ جنت"

$۱۳۵۹ھ = ۲۵۳ \times ۳$

"خادم و ناشر کلام اللہ"

۱۳۵۹ھ

خان بہادر ڈاکٹر شیخ عطا محمد

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کے خسر، رئیسِ گجرات، وائسرائے ہند کے اعزازی سر جن خان بہادر ڈاکٹر حافظ الحاج شیخ عطا محمد ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء کو گجرات شہر کے محلہ کٹرہ شالباہاں میں شیخ عبداللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۸۷۲ء میں مشن سکول گجرات سے میٹرک اور ۱۸۷۸ء میں لاہور میڈیکل سکول سے سب اسسٹنٹ سر جن کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال انڈین میڈیکل سروس میں شمولیت اختیار کی اور پٹیالہ، جھینڈ، کوہاٹ، بنوں، قلات، گجرات، لاہور، مظفر گڑھ، امرتسر اور میانوالی و پنڈ دادن خاں میں میڈیکل آفیسر اور سول سر جن کے عہدوں پر فائز رہے۔ حکومت ہند کی طرف سے ہدیہ اور قامران میں وائس کونسل بھی رہے۔ ۱۸۸۹ء میں "خان بہادر" کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۸۹۹ء میں وائسرائے کے اعزازی سر جن بنے۔ ہندوستان کی میڈیکل ایسوسی ایشن کے دو سال صدر رہے۔ ۱۹۱۲ء میں ریٹائر ہوئے اور پھر مالیر کوٹلہ میں چیف میڈیکل آفیسر اور سینئر رہے۔ ان کی اولاد میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ ۱۸۹۳ء میں ان کی بڑی بیٹی، کریم بی بی کی شادی اقبالؒ سے ہوئی۔ ۱۹۲۱ء میں ان کے اکلوتے بیٹے ڈاکٹر غلام محمد کا عین عالم شباب میں انتقال ہو گیا۔ یہی صدمہ ان کے لئے سوہانِ رُوح ہو گیا اور وہ بیٹے کے غم میں گھل گھل کر اگلے سال راہی ملکِ عدم ہو گئے۔ انہیں قبرستان بھٹیاں میں دفن کیا گیا۔ ان کی قبر اس قبرستان کے جنوبی نصف حصے میں ایک پختہ چوکھنڈی میں ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے اور بیوی کی قبریں ہیں۔ آپ کی قبر پر دو کتبے ہیں۔ پرانے کتبے کی تحریر حسبِ ذیل ہے۔

یا محمد

۷۸۶

یا اللہ

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

كُلِّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

حافظ حاجی ڈاکٹر شیخ عطا محمد مرحوم و معذور

تاریخ وفات: ۱۴ دسمبر ۱۹۲۲ء۔

عمر ۶۶ سال

حق معفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

نئے کتبے کی تحریر درج ذیل ہے

یا رسول اللہ

یا اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

خان بہادر الحاج حافظ ڈاکٹر شیخ عطا محمد

خسر حکیم الامت، شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ

تاریخ پیدائش: ۲۰ نومبر ۱۸۵۰ء (۱)

تاریخ وفات: ۱۴ دسمبر ۱۹۲۲ء۔ بمطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۱ء۔

حق معفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

عطیہ منجانب: محترمہ رشیدہ میکم آفتاب اقبال صاحبہ

(۱)۔ درست تاریخ ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء ہے۔ (تفصیلات کے لئے دیکھیے راقم کی کتاب "اقبال اور گجرات")

قاضی عطا محمد

گجرات کے مشہور تاریخ گو شاعر قاضی عطا محمد بلند علمی مقام کے مالک تھے۔ آپ کے والد کا نام کرم دین تھا۔ قاضی عطا محمد محلہ کمال پورہ میں رہتے تھے۔ صرف و نحو، منطق، ہیئت، خوش نویسی میں طاق تھے۔ محکمہ بندوبست جہلم میں ملازم ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے تحصیلدار راولپنڈی کے عہدے تک پہنچے۔ آپ کی کہی ہوئی تواریخ وغیرہ کا مجموعہ "مخزن التواریخ" کے نام سے ۱۹۱۴ء میں شائع ہو چکا ہے اور آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔ آخری عمر میں بینائی ضائع ہو گئی تھی۔

آپ کے کتبہ، قبر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے اس کے لئے اشعار خود کہہ رکھے تھے۔ دوسرے اشعار مولوی عبدالمالک صاحب کے ہیں جو خود بھی اس فن میں کمال رکھتے تھے۔ راقم نے آپ کا سال وصال "مختصر اعظم" = ۱۹۲۷ء سے نکالا ہے۔ آپ کی قبر، قبرستان خواجگان کے شاہ بلاک میں میاں اکبر کی قبر کے قریب ایک چوکھنڈی میں واقع ہے۔ اس چوکھنڈی میں باقی دو قبریں آپ کے بیٹوں محمد اسلم اور محمد افضل کی ہیں۔ کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

تاریخ وفات

حضرت قاضی عطا محمد صاحب غفر اللہ لہ

مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء۔ بمطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ، بحری وفات یافت

از علامہ مولوی عبدالمالک صاحب مشیر مال ساکن کھوڑی

استاد من گرامی قاصی عطا اللہ
 اوج عرش اعظم روش پر سید ہیہات
 تاریخ فوت حضرت پرسیدم از فرشته
 از کان علم و فضلش دنیا گہر بچہ
 مالک ازیں مصیبت در خاک غم نہفتہ
 "قاصی عطا محمد والا گہر" بگفتہ

۱۳۴۶ھ

خود از مرحوم و معذور

کمترین استائم بندہ پروردگار
 یا الہی از طفیل لطف عامت رحم کن
 خاکپائے اہل یتیم دوستدار چار یار
 بر عطائے پر خطائے بینوائے بے قرار

--- ایضاً ---

اگرچہ غرق ہوں بحر گناہوں میں ولے مجھ کو
 سہارا ہے فقط لا تَقْنَطُوا ایک حکم فرقاں کا
 عجب کیا ہے تیرے لطف و کرم سے اے مرے مولیٰ
 کہ میرے جرم و عصیاں کو بنا دے فخر غفراں کا

حافظ عنایت اللہ الاثری

حافظ عنایت اللہ الاثری ایک جید عالمِ دین، بے مثل فاضلِ عربی اور مصنفِ کتبِ کثیرہ تھے۔ آبائی وطن وزیر آباد تھا۔ جہاں آپ ۱۲ اگست ۱۸۹۸ء کو امام دین چغتائی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جیل سکول وزیر آباد سے حاصل کی۔ تجویدِ قرآن میں آپ کے اساتذہ مولوی سراجدین اور حافظ عبداللہ، حفظِ قرآن میں حافظ غلام نبی اور ترجمہ قرآن اور دیگر کتب متداولہ میں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی تھے۔ کتبِ حدیث مولوی عبدالوہاب دہلوی سے پڑھیں۔

اکتوبر ۱۹۱۵ء میں جماعتِ مجاہدین کے ساتھ بھمرکنڈ کے محاذ پر خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۹۲۳ء میں گجرات تشریف لائے اور کٹرہ شالبافاں کی مسجد اہل حدیث کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ یہیں بقیہ عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ آپ نے ڈیڑھ سو کے لگ بھگ کتب دینیہ تصنیف و تالیف کیں۔ جن میں بیشتر کتب ردِ مرزائیت اور باپداری ولادتِ مسیح علیہ السلام پر ہیں۔ "عیونِ زمزم" بنیادی کتاب ہے۔ اس کے علاوہ سات جلدوں میں خودنوشت سوانح بھی لکھی۔ عربی تفسیر کا نام "آیات للساتلین" ہے۔ احکام الاسلام پر سنی بے نقطہ رسالے کا نام "لواء الاسلام" ہے۔

آپ نے ۲۰ مئی ۱۹۸۰ء کو وفات پائی اور روٹی والی مسجد سے جانب جنوب واقع چھوٹے سے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ دروازے سے داخل ہوں تو باتیں ہاتھ درخت کے نیچے آپ کی قبر ہے۔ کتبہ نصب نہیں اور قبر کچی ہے۔ راقم نے آپ کا سنِ رحلت "مہرِ درخشاں" = ۱۴۰۰ھ سے نکالا ہے۔

غضنفر حسین میر ایڈووکیٹ

گجرات کے نامور وکیل، غضنفر حسین میر کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کشمیر سے ہجرت کر کے جلالپور جٹاں میں سکونت پذیر ہوئے۔ میٹرک کے بعد اپنی محنت سے مزید تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۲ء میں قانونی پریکٹس کا آغاز کیا۔ بحالیات سے متعلقہ قانون کے ماہر مانے جاتے تھے مگر تمام عمر کراتے کے مکان میں رہائش پذیر رہے۔ آپ نے ہمیشہ سچ کا ساتھ دیا اور وکالت کے پیشے میں دیانت و صداقت کی ایسی مثال قائم کی جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ آپ قرآن و انجیل اور زبور و توریت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی تدبر پر مبنی آپ کی کتاب "حیات" اور آپ کے خطوط زیر طبع ہیں۔ آپ کی قبر جلالپور جٹاں کے بڑے قبرستان میں جانب مغرب واقع ہے۔ کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

بسم اللہ

هو العلی العظیم

غضنفر حسین میر ایڈووکیٹ

ولد رستم علی میر

پیدائش: ۲ جنوری ۱۹۱۴ء۔

وفات: ۲۹ جنوری ۱۹۹۶ء۔

منجانب: عارف علی میر ایڈووکیٹ

المیٹرٹسٹ لائبریری و مرکز تحقیق و تالیف

المیر، میر سٹریٹ۔ بھمبر روڈ۔ گجرات

صاحبزادہ غلام دستگیر نقشبندی

کتاب حریت کا ایک روشن باب، صاحبزادہ غلام دستگیر نقشبندی، گجرات کے مردِ سالک اور نامور عالمِ دین خواجہ محمد حسن نقشبندی (خلیفہ خاص پورہ شریف) کے بیٹے تھے۔ غلام دستگیر ۱۸۸۸ء کے لگ بھگ گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گجرات ہی میں حاصل کی اور اپنے والد کی وفات (۱۹۱۰ء) کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے اور دور دور تک آپ کا حلقہ ارادت پھیل گیا۔

تحریکِ خلافت کے سلسلے میں مولانا ظفر علی خاں اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری گجرات تشریف لائے اور روٹی والی مسجد کے قریب ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کیا۔ شاہ صاحب کی شعلہ پیانی نے ہزاروں کے مجمع پر سحر طاری کر رکھا تھا۔ اور یوں لگتا تھا کہ مسلمانوں کی نیم جاں حریتِ ایمانی کو جان مل گئی ہے۔ شاہ صاحب کی چار گھنٹے کی تقریر کے بعد ایک خوبو نوجوان سٹیج پر آیا اور اعلان کیا "میں نے خدا کو حاضر ناظر جان کر عہد کر لیا ہے کہ کل سے انشاء اللہ میرا کفن میرے ساتھ ہو گا اور میں خلافتِ ربانی کا ایک سرفروش سپاہی بن کر دکھا دوں گا"۔ یہ نوجوان صاحبزادہ غلام دستگیر تھا۔ آپ کا اعلان سنتے ہی ہزاروں لوگ جن میں نوجوانوں کی اکثریت تھی، اٹھ کھڑے ہوئے اور گجرات میں "خلافت کمیٹی" قائم ہو گئی اور صاحبزادہ صاحب اس کے معتقد چنے گئے۔

پھر کیا تھا، خلافت کمیٹی اور صاحبزادہ غلام دستگیر کا نام لازم و ملزوم ہو گئے اور ضلع بھر میں سیاسی بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ اور تھوڑے عرصے میں پونے دو سو خلافت کمیٹیاں قائم ہو گئیں۔ اس دورِ استبداد میں یہ ایک کٹھن اور عظیم کارنامہ تھا جو صاحبزادہ غلام دستگیر نے انجام دیا۔ گجرات شہر میں پہلا اسلامیہ ہائی اسکول بھی صاحبزادہ صاحب

اور امیر شریعتؒ کی کوششوں سے جاری ہوا جس کا افتتاح ابوالکلام آزاد نے کیا تھا۔ اس کا نام "آزاد اسلامیہ ہائی سکول" رکھا گیا۔ یہ اسکول آج بھی "اسلامیہ ہائی اسکول" کے نام سے قائم ہے۔ مولانا ظفر علی خاں اور سید عطا اللہ شاہ بخاری آپ کا خلوص اور انتھک محنت دیکھ کر مسرور ہوتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"یہ محض پیرزادہ ہی نہیں، ملک و ملت کا خادم اور دستگیر بھی ہے اور گجرات کے تمام مولویوں اور پیرزادوں میں سب سے پہلے ہمارے ساتھ شامل ہوا ہے"

چند ماہ بعد پنجاب خلافت کمیٹی کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں گجرات خلافت کمیٹی کے معتمد، صاحبزادہ غلام دستگیر کو بھی مدعو کیا گیا۔ آپ کفن پوش شامل ہوئے اور اجلاس میں اپنی شعلہ بیانی اور حریت ایمانی سے بڑے بڑے لیڈروں کو متحیر و متاثر کر دیا۔ تقریر کے بعد اچانک آپ کی طبیعت خراب ہو گئی اور چند لمحوں بعد ہی یہ بطل حریت و جواں مردی اپنے سر پر سرخوردی کا تاج سجاتے اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ یہ ۸ نومبر ۱۹۲۰ء کا دن تھا۔ گجرات تک جسدِ خاکی کا کئی جگہ دیدار ہوا اور نماز جنازہ ادا کی گئی۔ گجرات کی تاریخ کا شاید سب سے بڑا جنازہ آپ کے حصے میں آیا۔ راقم نے مادہ سن وصال نکالا ہے۔ "آہ! گل ہو گیا چراغِ حریت" = ۱۹۲۰ء۔

آپ کی قبر، قبرستان میراں صاحب میں ہے۔ یہ قبرستان شادیوال روڈ سے جانبِ مغرب مکی مسجد سے تقریباً ایک فرلانگ جانبِ جنوب واقع ہے۔ محلہ قاسم پورہ (ریلوے روڈ) سے بھی ایک راستہ جاتا ہے۔ اس قبرستان میں آپ کا خاندانی احاطہ ہے۔ جس میں آپ کے والد، صاحبزادے اور خاندان کے دیگر متوفیان مدفون ہیں۔ آپ کی قبر کے سرہانے کتبے پر تاریخ وصال غلط کندہ ہو گئی تھی جو کھرچ دی گئی ہے۔ اب صرف نام لکھا ہوا ہے۔

صاحبزادہ غلام ربّانی

دنیا نے صحافت کا ایک اہم نام اور تحریکِ آزادی کا ایک جادو بیان مقرر! صاحبزادہ غلام ربّانی، خواجہ محمد حسن نقشبندی کے علمی و دینی خانوادے میں صاحبزادے غلام دستگیر کے گھر ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ زمیندار سکول گجرات سے میٹرک کے بعد ۱۹۳۵ء میں روزنامہ زمیندار سے صحافت و سیاست کا آغاز کیا۔ مولانا ظفر علی خاں، ان کے والد کے دوست تھے۔ اور انہوں نے غلام ربّانی کی سیاسی و ادبی تربیت میں خصوصی دلچسپی لی۔ زمیندار کے نائب مدیر رہے۔ تحریک مسجد شہید گنج، نیلی پوش تحریک، مجلس اتحادِ ملت میں نوجوان مقرر اور پُر جوش سیاسی کارکن کے طور پر سامنے آئے۔ ۱۹۳۶ء میں جب غلام ربّانی "آہلہ فاترنگ کس" کے احتجاجی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تو مولانا ظفر علی خاں نے "زمیندار" میں "صاحبزادہ غلام ربّانی کی گرفتاری" کے عنوان سے اداریہ لکھا اور سکندر حکومت پر سخت تنقید کی۔ ۱۹۴۰ء کے بعد جب تحریکِ پاکستان سرگرمی سے شروع ہوئی تو صاحبزادہ غلام ربّانی نے ایک سرگرم کارکن کے طور پر تاریخ میں اپنا نام محفوظ کر لیا۔ وہ مسلم لیگ گجرات کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے دوسرے راہنماؤں کے ساتھ مل کر ضلع بھر میں اپنی شعلہ بیانی سے سیاسی بیداری پیدا کی اور ۱۹۴۶ء تک مسلم لیگ کو بہت مضبوط بنا دیا۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگی ایبھی ٹیشن میں گرفتار ہوئے اور میاں ممتاز دولتانہ، سردار شوکت حیات اور میاں عبدالباری کے ساتھ پسِ زنداں رہے۔ ۱۹۴۹ء میں ہفت روزہ "تعمیر نو" جاری کیا اور حق گوئی و بیباکی سے برسوں حکومتی ایوانوں میں تہلکہ مچاتے رہے۔ گجرات میں "انجمن صحافیاں گجرات" کی بنیاد رکھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مولانا ظفر علی خاں کا یادگار شعر ہے۔

فخرِ گجرات ہے لقبِ جس کا ہے وہ بیشک غلامِ ربّانی
 دیکھ کر اس کے خلق کی صورت سب لفتگوں کی مرگتی نانی
 آپ قبرستانِ میراں صاحب میں اپنے خاندانی احاطے میں دفن ہیں پُختہ قبر کے سرہانے
 سنگِ مرمر کی تختی پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

صاحبزادہ غلامِ ربّانی ولد غلام دستگیر

تاریخ پیدائش ۶ نومبر ۱۹۱۰ء، تاریخ انتقال ۱۸ فروری ۱۹۸۵ء۔

اک روشن دماغ تھا، نہ رہا شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا
 گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن بہت اداس بہت بے قرار گزرے گی

ع حقِ معفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پیر غلام سرور شاہ الہاشمی عباسی

خلیفہ مہر طریقت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، جناب پیر غلام سرور شاہ، خواجہ محمد چراغؒ، چکوڑوی کے خلف الرشید تھے۔ بلند پایہ عالم اور اُردو فارسی کے شاعر بھی تھے۔

آپ ۱۳۱۴۔ بمطابق ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد خواجہ محمد چراغ شاہ اور دادا سید محمد عالم شاہ سے حفظِ قرآن اور علومِ متداولہ کی تکمیل کی۔ پھر پیر محمد امین صاحب فاروقی سے بھی اکتسابِ علمِ ظاہری و باطنی کیا۔ آپ کے دادا اور پیر محمد امین صاحب، دونوں نے آپ کو خرقة و فقر سے نوازا تھا۔

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے حضور گولڑہ شریف کی رہبری میں فقر میں وہ کمال حاصل کیا کہ "آفتابِ چشت" ہوئے۔ (آپ کے حالات اور ملفوظات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "آفتابِ چشت" مرتبہ سید فضل حسن عباسی چشتی)۔

آپ بلا کے ذہین، طباع اور فیاض تھے۔ حافظہ بہت مضبوط تھا۔ عربی، فارسی پر زبردست عبور تھا۔ آپ نے ہزاروں غافلوں کو راہِ راست پر ڈالا اور سینکڑوں نیاز مندوں کو رہبری فراہم کی۔ آپ اخلاقِ حسنہ کا مکمل نمونہ، مشاہدہ اور مجاہدہ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے ایک عالم کو فیوضِ محمدی سے بہرہ ور کیا۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار چکوڑی شریف میں مرجعِ خلائق ہے۔ خوبصورت مزار کے دروازے سے دائیں اور کتبے پر ایک ہی تحریر کندہ ہے۔

"حق"

یا اللہ

یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلاَّ اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ

حضرت صاحبزادہ پیر سید غلام سرور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہء مجاز

قبلہ کونین حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گولڑہ شریف

تاریخ وصال: ۹ رجب المرجب ۱۳۷۱ھ

بمطابق ۶ اپریل ۱۹۵۲ء۔

پیر غلام عباس شاہ

پیر غلام عباس ابن پیر فضل شاہ ممبر، پیر ہاؤن شاہ کی نسل میں سے تھے۔ آپ کچھ سال اسلامیہ سکول گجرات کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ پھر طویل عرصہ مسلم ہائی سکول گجرات کے ہیڈ ماسٹر رہے۔

آپ پیر فضل گجراتی کے بہنوئی تھے اور قبرستان آل شاہدولہ میں پیر فضل گجراتی کی قبر سے متصل مشرقی قبر آپ کی ہے۔ آپ نہایت نیک سیرت، ہر دل عزیز اور نورانی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے شاگرد اور رفقا۔ کار آج بھی آپ کو نہایت اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ آپ اسلامیہ سکول اور مسلم سکول کی بنیادیں مضبوط کرنے والوں میں سے تھے۔ صوم و صلوة کے پابند، بارش، اور خوش شکل و خوش لباس بزرگ تھے۔ علم و ادب اور اسلامی تاریخ سے گہرا لگاؤ تھا۔ سید محمد صیب اللہ (مسلم آباد گجرات) کے مرید باصفا تھے۔ آپ نے تقریباً ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ صاحبزادہ فیض الامین فاروقی مونیان شریف نے قطعہ رحلت لکھا اور "عاشق خیر الانام" = ۱۴۰۴ھ سے سن رحلت برآمد کیا ہے۔ آپ کی پختہ قبر کے کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَعُ شَفَاعَتُهُ لِكُلِّ هَوْلٍ مِنْ كُلِّ الْاَهْوَالِ الْمُفْتَحِمِ
 آپ فضلی ہیں بچہ اللہ طفیلی ہم سب دائمی ہو یونہی رحمت یونہی شفقت آقا
 موت ہو قبر ہو برزخ ہو حشر ہو یا خلد ہو محبت تیری اور تیری امامت آقا

پیر غلام عباس رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ: ۹ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ / ۱۲ فروری ۱۹۸۴ء۔ بروز ہفتہ

غلام غوث صمدانی

چوہدری غلام غوث صمدانی، جو اپنی شنوی کی وجہ سے مشہور ہیں، اپنے مرشد جناب قاضی سلطان محمود کے قدموں میں آسودہ خاک ہیں۔

آپ ۱۸۸۹ء میں جالندھر کے ایک چھوٹے سے گاؤں "کڑیانہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری سندھی خاں تھا جو علاقے کے ایک ممتاز راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ غلام غوث نے ۱۹۰۳ء میں جالندھر شہر سے میٹرک کرنے کے بعد محمدن کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۰۵ء میں ایف اے اور ۱۹۰۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کے امتحانات پاس کئے۔ ۱۹۱۰ء میں رڑکی انجینئرنگ کالج سے یونیورسٹی میں اول حیثیت کے ساتھ سول انجینئر کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۱۲ء میں ریاست بہاولپور میں بطور ایگزیکٹو انجینئر ملازمت اختیار کی۔ جالندھر سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ دورانِ تعلیم ہی (۱۹۰۹ء میں) آپ مولوی نیاز محمد صاحب ریٹس دھوکڑی (جالندھر) کی معرفت قاضی صاحب سے بیعت ہوئے۔ قاضی صاحب سے آپ کو واہانہ لگاؤ تھا۔ جو "شنوی صمدانی" (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء) میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں

طور موسیٰ را و موسیٰ طور را

بہرمن دارد اوان آں نور را

آپ نہایت نیک طبیعت، درویش منش قادری بزرگ تھے۔ یوسف سلیم چشتی نے آپ کی شنوی کو "جاوید نامہ" کی جانشین قرار دیا ہے۔ آپ نے ۱۸، اکتوبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں رحلت فرمائی اور اپنی وصیت کے مطابق اپنے مرشد کے قدموں میں دفن ہوئے۔ آپ کی پختہ قبر، حضرت قاضی صاحب کے مزار کے دروازے کے عین سامنے

(جانب جنوب) واقع ہے۔ کتبہ کی تحریر درج ذیل ہے۔۔

یا محمدؐ

یا اللہؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مرقد

الحاج غلام غوث صدیقی

تاریخ وفات

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بمطابق ۱۸، اکتوبر ۱۹۷۲ء۔ بروز بدھ

رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيْمِيْنَ

مولانا غلام قادر اشرفی

نامور عالمِ دین، مبلغِ اسلام، کارکنِ تحریکِ پاکستان و تحریکِ نظامِ مصطفیٰ، مولانا غلام قادر اشرفی، ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء کو میاں باغ علی کے گھر فرید کوٹ بھارت میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی سایہ پداری سے محروم ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء میں میٹرک کیا اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے سند فراغت حاصل کی۔ ہندی، سنسکرت بھی سیکھی اور شُدھی تحریک کے خلاف مختلف روپ دھار کر کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۸ء تک فیروز پور میں خطیب رہے۔ پھر لالہ موسیٰ آگئے۔ ۱۹۴۵ء میں جب قائد اعظم رحمہ اللہ سے واپس آ رہے تھے تو آپ نے ان کے قافلے کو لالہ موسیٰ میں روک کر چندہ کی تھیلی پیش کی۔ آپ نے گجرات میں مسلم لیگ کے لئے اس دور میں انتھک محنت کی جب یہاں یونینسٹوں کا اجارہ تھا اور مسلم لیگی گئے چنے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت اور ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ناموسِ مصطفیٰ میں آپ نے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور قید و بند سے بھی گزرے۔ آپ سچے مومن اور عاشقِ رسول تھے۔ آپ کی تمام عمر اتباعِ سنت اور فلاحِ اُمتِ مسلمہ میں گزری۔

آپ نے لالہ موسیٰ میں انتقال فرمایا اور یہیں خانقاہ اشرفیہ جی ٹی روڈ لالہ موسیٰ میں دفن ہوئے۔ راقم نے مادہ تاریخِ رحلت نکالا ہے۔ "اشرفی غلام قادر بود" = ۱۹۷۹ء۔ مقبرہ زیرِ تعمیر ہے۔ کتبے کی تحریر درج ذیل ہے۔ جو خطاطی کا خوبصورت نمونہ

ہے۔

هو القادر

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

هو الاشرف

يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

يا الله جل جلالك

مزار پرنوار

علم ربانی، عارفِ حقانی، فخرِ ملت، اشرف المشائخ

الحاج مولانا پیر غلام قادر

چشتی نظامی اشرفی قلندر قادری رضوی ضیائی قدس سرہ العزیز

وصال مبارک: ۲ شوال ۱۱۳۹۹ھ دو شنبہ بمطابق ۲۶ اگست ۱۹۷۹ء (۱)

زاہد خوب مولوی زما عاشقِ ذاتِ صاحبِ لولاک
موت عالم چو موت عالم است از فراقش جہاں شد غمناک

چوں شرافت ز سالِ رحلت جست

گفت ہاتف "غلامِ قادرِ پاک"

۱۳۹۹ھ

(۱) - ۲۶ اگست ۱۹۷۹ء کو اتوار (یکشنبہ) تھا۔

مولوی غلام قادر رییس اعظم گجرات

علامہ زماں، سبحانِ وقت مولوی غلام قادر، گجرات کے ایک ذی وقار خاندان میں شیخ محمد سلیم ہاشمی کے گھر پیدا ہوئے۔ طویل مدت تک ضلع گجرات کے سپرنٹنڈنٹ رہے۔ پھر شاہ پور میں بھی اسی عہدے پر فائز رہے۔ دین کی لگن ہوتی تو مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ اور یادِ خدا میں اپنا وقت گزارنے لگے۔ پھر مطبع قادری جاری کیا اور قرآنِ پاک اور فقہ کی کتب شائع کرائیں۔ آپ نے خود مرآة الادب اور مرآة الاخلاق نامی کتب تصنیف کیں۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ بہادر والی جموں و کشمیر کے وقت میں حاکم عدالت صدر جموں و کشمیر مقرر ہوئے اور کچھ عرصہ کشمیر کے حاکم اعلیٰ بھی رہے۔ پھر نوکری کو خیر باد کہہ دیا اور تصوف سے لو لگالی۔ ساٹھ برس کی عمر میں اچانک فوت ہو گئے۔ آپ گجرات میں نامور سماجی اور علمی حیثیت کے مالک تھے۔ رحمان شہید روڈ پر آپ کی رہائش گاہ، گجرات میں سب سے قدیم کوٹھی تھی جسے انگریزوں نے تعمیر کرایا تھا اور آپ نے خریدا تھا۔ اسی کوٹھی میں آپ کی وفات کے بعد، گجرات کے اہل ذوق اور زندہ دلوں کے قائم کردہ "بونگا کلب" کی محفلیں ہوا کرتی تھیں جن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہوتے تھے۔ آپ کی قبر گجرات شہر میں حضرت شاہ حسین ملتانی کے مزار کے عقب میں (جانبِ شمال) واقع ہے۔ قبر پختہ ہے۔ ساتھ آپ کے والد صاحب کی قبر ہے۔ کتبہ کی تحریر ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

یا اللہ

یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 مولوی غلام قادر ہاشمی رئیس اعظم گجرات
 حاکم اعلیٰ جموں و کشمیر ریاست
 ولد مخدوم محمد سلیم ہاشمی
 قطعہ تاریخ وفات

منشی غلام قادر علامہ زماں چشم و چراغ شیخ محمد سلیم دوش
 زین خاکداں بتکہ غم خرام کرد سوتے ریاضِ خلدِ بریں ناگہاں خموش
 براتمش بریدہ حسرت گریست ابر بر نعلش او نسیم دمِ سرد خروش
 حاذق نوشت سال دو ذیقعد نیم شب
 تاریخ جلوہ کرد چناں بر لبِ سروش
 (حکیم خدا بخش)

(۱)
 ۲۔ ذیقعد ۱۳۰۴ھ

بمطابق ۱۸۸۹۔

(۱)۔ ۱۳۰۶ کی بجائے سہوا ۱۳۰۴ کذہ ہو گیا ہے۔

صوفی غلام قادر نقشبندی

علمِ دین اور مردِ سالک صوفی غلام قادر، گلزارِ مدینہ مرکزِ گجرات کے بانی الحاج محمد علی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ بدھو چک (سیالکوٹ) میں عمر حیات کے راجپوت کھوکھر گھرانے میں ۱۸۹۵-۹۶ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد باباجی محمد علی کے پاس مدرسہ گلزارِ مدینہ گجرات آئے اور یہیں ان کے زیرِ سایہ دینی و روحانی تربیت حاصل کی اور خلافت پائی۔ باباجی محمد علی کی وفات (۱۹۴۹ء) کے بعد آپ نے گلزارِ مدینہ کا انتظام سنبھالا اور اپنے حسنِ انتظام سے اس ادارے کو ایک مثال بنا دیا۔ آپ نے ۱۹۷۰ء میں داعیِ اجل کو لبیک کہا اور مسجد گلزارِ مدینہ سے ملحق مزار میں اپنے دینی و روحانی پیشوا کے پہلو میں دفن ہوئے۔ کتبے پر ذیل کی عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ جل جلالہ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلاَّ اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ

مزارِ مبارک

افتخار العباد، قطب الاقطاب، عکسِ شکلِ تراب الاقدام احمد

حضرت الحاج صوفی غلام قادر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

نقشبندی زاد ہیں صوفی ہر گھڑی ہم کو یاد ہیں صوفی

اب بھی زندہ غلام قادر ہیں "افتخار العباد" ہیں صوفی

قربانِ نظامی

۱۳۹۰

۱۳۱۴، ۱۳۹۰ ہجری تا ۱۳۹۰ ہجری

تاریخ وصال: ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ بمطابق: ۲۸ جون ۱۹۷۰ء بروز اتوار

کیپٹن ڈاکٹر شیخ غلام محمد

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ کے برادرِ نسبتی اور خان بہادر ڈاکٹر شیخ عطا محمد کے اکلوتے فرزند، ڈاکٹر شیخ غلام محمد مئی ۱۸۹۱ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سکاچ مشن سکول گجرات میں حاصل کی۔ ۱۹۰۹ء میں LMS کی ڈگری لی اور انڈین میڈیکل سروس میں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۱۲ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے لور پول یونیورسٹی لندن گئے۔ اور تکمیل کے بعد جنگِ عظیمِ اول میں فرانس میں خدمات سر انجام دیں۔ وہیں بیمار ہوئے اور واپس آ گئے۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۹۲۱ء میں عین شباب میں فوت ہوئے۔ آپ نہایت نیک طینت اور ذہین نوجوان تھے۔ اولاد میں ایک بیٹا شیخ محمد مسعود چھوڑا۔ شیخ غلام محمد کو ان کے بوڑھے باپ نے اپنے ہاتھوں سے قبرستان بھٹیاں میں سپردِ خاک کیا۔ (تفصیل کے لئے راقم کی کتاب "اقبال اور گجرات" ملاحظہ ہو) راقم نے مادہ تاریخ نکالا "آہِ لختِ جگرِ عطا" = ۱۳۳۹ھ آپ کی قبر، قبرستان بھٹیاں کے جنوبی نصف میں خاندان کے دیگر متوفیان کی قبروں کے ساتھ واقع ہے۔ جس پر دو کتبے نصب ہیں۔ پرانے کتبے کی تحریر یہ ہے۔

یا محمد

۷۸۶

یا اللہ

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

كُلِّ مَنْ عَلَيهَا فَاَنْ

کیپٹن ڈاکٹر شیخ غلام محمد آئی ایم ایس

تاریخِ وفات ۱۲ مئی ۱۹۲۱ء۔ عمر ۲۹ سال

"خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تمہیں مرنے والے میں"

نئے کتبے کی تحریر یہ ہے۔

یا اللہ

یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کیپیٹن ڈاکٹر غلام محمد

برادرِ نسبتی

حکیم الامت شاعر مشرق علامہ محمد اقبال

تاریخ پیدائش: مئی ۱۸۹۱ء۔

تاریخ وفات: ۱۲ مئی ۱۹۲۱ء۔

عمر ۲۹ سال^(۱)

خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عطیہ منجانب محترمہ رشیدہ بیگم آفتاب اقبال صاحبہ^(۲)

(۱)۔ عمر ۳۰ سال بنتی ہے۔

(۲)۔ بیگم کے بعد زوجہ آنا چاہیے تھا۔

شیخ غلام محمد احمد

علمِ دین اور مفسرِ قرآن شیخ غلام محمد احمد کا آبائی وطن جموں تھا۔ اسی نسبت سے "جموی" کہلاتے تھے۔ محکمہ کوآپریٹوز میں ملازم تھے۔ اسی سلسلے میں گجرات آئے اور یہیں پیوندِ خاک ہوئے۔ آپ نے انگریزی زبان میں تفسیرِ قرآن لکھی۔ اس کے علاوہ آپ کے علمی کارناموں میں "فلسفہ تاریخ"، "حیات بعد ممات"، "صبغۃ اللہ" جیسی کتب شامل ہیں۔ آپ کی تاریخِ وفات کے لئے مصرع "عمر دراز مانگ کے لاتے تھے چار دن" = ۱۳۷۷ھ یاد رکھیے۔ آپ کی قبر، قبرستان آلِ شاہدولہ (شاہدولہ روڈ) میں ہے۔ کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ جل جلالہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

إِنْ أَوْلِيَاءُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

مرقد مبارک

حضرت قبلہ شیخ غلام محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ

ایم۔ اے، ایم او ایل، مفسرِ قرآن مجید، ریٹائرڈ رجسٹرار کوآپریٹو جموں و کشمیر

تاریخ وفات: ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

بمطابق: ۱۷ نومبر ۱۹۵۷ء۔ بروز یک شنبہ

مرقد پہ تیری رحمتِ حق کا نزول ہو

حالی تیرا خدا اور خدا کا رسول ہو

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

(خادمان: شیخ عبدالحمید و شیخ عبدالغنی)

میاں غلام محمد سہروردی

عارفِ حق، عالمِ باعمل اور طیبِ کامل حضرت میاں غلام محمد سہروردی انیسویں صدی کے آخر میں رسول پور نزد جلالپور جٹاں میں مفتی محمد علی سہروردی ابن شیخ مسعود کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد خود بھی عالمِ دین اور صاحبِ بصیرت انسان تھے۔ میاں غلام محمد نے دینی تعلیم کی ابتدا اپنے والد بزرگوار اور دادا سے کی اور مزید تعلیم مولوی قائم الدین ساکن بھکھو، شیخ محمد عبداللہ ساکن چک عمر اور مولانا محمد عالم قلعہ داری سے حاصل کی۔ طب کی تعلیم سید احمد شاہ میانی پنڈی سے پائی۔

سہروردیہ سلسلہ میں بابا جنگو شاہ مجذوب سے فیض حاصل کیا۔ فتح پور کے میاں قطب الدین سے بھی استفادہ ہوا۔ ۲۸ برس کی عمر میں حج بیت اللہ شریف کو گئے اور ۱۳ برس تک وہیں قیام رہا۔ زہد و ریاضت، تلاوتِ قرآنِ پاک اور تزکیہ۔ نفسِ آپ کے محبوب مشاغل تھے۔ دنیاوی آرام و آسائش چھوڑ کر اللہ سے لو لگانے والے اس درویش نے ہزاروں لوگوں کو دینِ حق کے قریب کیا۔ آپ کی زندگی کا بیشتر عرصہ حیات گڑھ (نزد جلالپور جٹاں) میں گزرا، وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے خلفائے خواجہ گوہر دین صاحب، صوفی فیروز دین جہلم، اور سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ آپ کا مزار حیات گڑھ سے باہر جانبِ مشرق واقع ہے۔ ساتھ مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ قبر کے سرہانے نصب کتبے پر صرف سن وصال درج ہے۔ تاریخ اور دن دروازے کے ساتھ لگی تختی پر کندہ ہے جو ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۱ء ہے۔ لوحِ مزار کی تحریر یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے بچمن میں دیدہ ور پیدا

مرکز تجلیات

خضر صحرائے طریقت، غواض بحر حقیقت، مخدوم الاصفیاء، شیخ الاسلام
قطب عالم حضرت مولانا میاں غلام محمد سہروردی قدس سرہ العزیز

وصل ۱۳۵۱ھ

توں ہیں مالک خالق سب دا تیرا حکم سوا دے
روشن نور بنی نال ہویاں تیریاں کل مخلوقاں
سوہنا پیر قلندر میرا اپچیاں اوہدیاں شانناں
اے غلام محمد ساڈا پنڈ حیات گڑ ہے دا
واقف راز خفی حلی دا، جنگو شاہ قلندر
ڈبن وچ چناں دے عاشق پھر پار لگانویں
غوث بہاؤ الدین فرشتہ رب نال جوڑے رشتہ
کردا شاہ گداواں تائیں غوث میرا ملتانی
شاہ شہاب الدین عمر نے ایسا راز سنایا
جن بشر ملائک پرندے ہر جی تیری کھا دے
باہجہ محمد ہر شے فانی، فانی سب دیاں کواں
دنڈے پیر مراداں میرا تیرے وچ جہاناں
منکراں تائیں مومن کردا واقف راز وڈے دا
اس دے فیضوں بوٹا لایا مرشدوں لوں اندر
دسین راز رباناں سب نوں دولے شاہ سداویں
بے دیناں نوں ولی بنا دے، دیوے بدل نوشتہ
لحنت جگر فاروق سدا دے، پاک نبی دا جانی
جن بشر ملائکاں سب نے سن کے سس نوایا

محمد نذیر غوری پھویری سہروردی

منجاب: ادارہ سہروردیہ فی مخزن علوم اسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور

حکیم غلام مصطفیٰ

حکیم غلام مصطفیٰ گجرات کی تاریخ کے سب سے بڑے طبیب تھے۔ آپ گولیکی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے اور ہجرت کر کے گجرات گڑھی شاہدولہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ عباسی خانوادہ۔ گولیکی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دادا کے دادا شیخ محمد قاسم ابوالوفا (متوفی ۱۳۲۱ء) اپنے وقت کے کامل طبیب اور ولی اللہ تھے۔ حکیم غلام مصطفیٰ کے والد حکیم نبی بخش (متوفی ۱۳۲۱ء) بھی ماہر معالج اور عربی فارسی کے علم و شاعر تھے۔ انہوں نے ارجوزہ بوعلی سینا کو آسان عربی میں منظوم کیا تھا اور "واجب الحفظ" نام رکھا تھا۔ یہ تمام خانوادہ علم و دانش اور ولایت میں بے مثل تھا۔

غلام مصطفیٰ نے حکیم پیر محمد انور شاہ آف گولیکی سے طب کی تعلیم پائی اور اپنے رساذہن اور محنت سے طب کی دنیا میں وہ مقام حاصل کیا جو معدودے چند اشخاص کو حاصل ہوا۔ آپ فخرالاطباء تھے۔ پورے پنجاب میں آپ کی عظمت فن کا شہرہ تھا دور دور سے مایوس مریض اس حکیم ثانی الاستقام کے پاس آتے اور صحتیاب لوٹتے۔ مسلمان، ہندو، سکھ سبھی آپ کے مریض ہوتے۔ سب کا علاج نہایت اخلاص اور محنت سے کرتے اور ان کے مذہبی عقائد بھی پیش نظر رکھتے۔

آپ پیدائشی حکیم تھے۔ امراض پر تحقیق بھی کرتے اور نئے نئے نسخہ جات بھی مرتب کرتے۔ آپ آج سے ایک صدی قبل "ہارٹ اٹیک" کی تفصیلات سے آگاہ تھے۔ یوں تو آپ اردو، فارسی اور عربی نظم و نثر میں طاق تھے، اہل علم سے دوستانہ تھا مگر آپ نے اپنی تمام تر توانائیاں علم الابدان میں تحقیق پر صرف کیں۔

آپ پاکی نشین طبیب تھے۔ بہت سے روسا و امراء آپ کے زیر علاج رہے۔ حکیم محمد اجمل خاں نے ایک مرتبہ آپ کا تجویز کردہ نسخہ دیکھ کر کہا کہ حکیم غلام مصطفیٰ

کے ہوتے ہوئے گجرات والوں کو میری ضرورت نہیں۔ بہت سے مقتدر اصحاب سے دوستانہ تھا مگر آپ نے خود دارانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ آپ کے مریض آپ کے اوصافِ جمیلہ اور پاکیزہ طبع سے ایک نوعِ کارو حافی سکون محسوس کرتے اور آپ مرجع۔ خلائق کی حثیت سے خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دیتے۔ لوگ آپ کو مسیحا دمِ طیب کہتے تھے۔

آپ گفتگو میں نہایت فصیح و بلیغ اور برجستہ مزاج تھے۔ طبیعت میں حسِ مزاج خوب تھی۔ یہ تمام صفات ایک معالج کو کمال عطا کرتی ہیں۔ حافظِ صرف، نمودان، منطق خوان اور علومِ مروجہ پر حاوی تھے۔ آپ دیوانِ حافظ کے حافظ تھے۔ پیر فضل گجراتی نے دیوانِ حافظ آپ سے ہی پڑھا تھا۔ آپ کی شادی حافظ محمد اکرم صاحب خطیب و امام مسجد دربار شاہدولہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کی زینہ اولاد نہیں تھی ایک صاحبزادی سکینہ بی بی تھیں جن کی شادی گولیکی کے ظہور شاہ سے ہوئی تھی۔ جو نامور طبیب تھے۔ حکیم صاحب کا مکان آپ کے نواسے غضنفر شاہ کی ملکیت ہے یہ حالات بھی انہی سے میسر آتے۔ آپ نے ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۴۴ء بمطابق ۲ جولائی ۱۹۲۶ء بروز جمعۃ المبارک کو گجرات میں بعارضہٴ ہیضہ وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

آپ کی قبر مسجد شاہدولہ دربار کے ساتھ جانبِ جنوب واقع ہے۔ دام شاہ ولی کی قبر کے ساتھ جانبِ مغرب پانچ پختہ قبریں ہیں ان میں سے انتہائی مغربی قبر حکیم غلام مصطفیٰ صاحب کی ہے۔ کبھی کتبہ موجود تھا مگر اب نہیں ہے۔

حکیم غلام مصطفیٰ کثیر الاحباب شخص تھے۔ مقبول شاہ (والد پیر فضل گجراتی)، مولوی شیخ عبداللہ ساکن چک عمر، مولوی سلام اللہ شائق، مولوی محبوب عالم، مولوی نور الدین، حافظ شمس الدین اور حاجی محمد الدین قادری جیسے لوگوں سے دوستانہ تھا۔ آخری چار اصحاب

کا منتخب کلام آپ نے ۱۸۸۱ء میں شائع کروایا تھا۔ (جس کی ایک کاپی راقم کے پاس محفوظ ہے)۔ آپ کی وفات پر بہت سے اہل سخن نے اپنے اپنے انداز میں ہدیہ عقیدت پیش کیا تھا۔ مولوی نور الدین انور نے اپنے دیرینہ دوست کے لئے بائیس اشعار پر مشتمل قطعہء تاریخِ رحلت لکھا جو ان کے مجموعہء "کلام اشعۃ نور" (جس کا انتخاب از راقم زیر طبع ہے) میں موجود ہے۔ اس میں سے چند اشعار درج ہیں۔

چہ بود این نعمتِ عظمیٰ کجا بود	کہ ملجا از پتے ماوشما بود
بہ فنِ حکمت آں فرزانہ استاد	کلامش بس کلامِ جانفزا بود
ز کلیات و موجز بود آگاہ	ز اسرارِ طبابت آشنا بود
بہ تشخیصِ مرضہا صائب الرائے	بہ تجویزِ مداوا بے خطا بود
زبانِ کاشفِ اسرارِ پنہاں	دلِ او باز بانِ ہمنوا بود
ز اخلاقش یکے صدقِ مقالات	ہمہ اعمالِ او بس بے ریا بود
خسیانہ نرفتے در پتے زر	زرش سچو غلامِ اندر قفا بود
خدای داشت با تبدیل الفاظ	بہ آں طاقتِ زباں مدحت سرا بود
میجا دم برفت از شہرِ گجرات	زبانِ معجز و دستِ شفا بود
پہا گویم زمرگ ناہانش	بہر سوشیون و آہ و بکا بود
وفاتش معنی مرگِ مفاجات	بگویم سالِ ہجری تا کجا بود
ز کیش او سخنہا می سرایند	بگویم "بل غلامِ مصطفیٰ بود"

حکیم سید غلام نبی

حکیم سید غلام نبی گجرات کے نامور حکیم اور صاحب بصیرت انسان تھے۔ طبیعت میں استغنا اور درویشی نمایاں تھی۔ پہلے پرانی جیل (نزد فوارہ چوک) کے قریب مطب تھا پھر شاہدولہ روڈ پر آ گئے۔ عوام کی خدمت بغیر کسی لالچ کے کرتے تھے۔ "سائیں پیلے والے" کے نام سے معروف تھے۔ ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲-۳۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کی قبر، فاروقی خاندان کے آبائی قبرستان واقع شاہدولہ روڈ عقب مقبول دواخانہ میں دروازے کے بالکل سامنے واقع ہے۔ سنگ مرمر کے کتبے پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

فقیر سید غلام نبی بن سید غلام رسول رحمہما، المعروف سائیں پیلے والے

کہ بہر ہفتاد و شش سالگی درگذشت

غلام نبی پیلے والے فقیر
 پیمبر کے عاشق تھے وہ نیک مرد
 صفات ان میں تھے مومنوں کے تمام
 وہ تھے صوفی با صفا، قادری
 کیا تھا عطا حق نے دستِ شفا
 فقیر و غنی میں نہ تھا امتیاز
 طبابت سے مقصد تھا نفع بشر
 دعا کرتے ہیں سب امیر و غریب
 غلام نبی عارفِ پاکِ دل
 بگفتا پتے سالِ فوتش ملک

جو تھے شہر گجرات میں بے نظیر
 اور آلِ محمد کا تھا دل میں درد
 مسلمان خالص تھے وہ نیک نام
 تصوف کے میاں کے شیرِ جری
 مریض ان کا مایوسِ صحت نہ تھا
 برابر تھے محمود ہو یا ایاز
 نہ کسبِ معاش اور نہ تحصیلِ زر
 کہ ہو پیلے والے کو جنت نصیب
 چو مائلِ بعقبی دلِ آو شدہ
 "بجند بریں منزلِ او شدہ"

غنیمت کنجاہی

گجرات کی دھرتی کا وہ علمی سپوت جس کی زبان دانی کا لوہا اہل فارس نے مانا۔ فارسی زبان کا یہ عظیم شاعر گجرات کے مشہور اور قدیم علمی روایت کے حامل قصبے کنجاہ میں پیدا ہوا۔ غنیمت کا اصل نام محمد اکرم اور تخلص غنیمت تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی تاہم آپ ۱۰۴۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ شروع میں علم و ادب سے لگاؤ نہیں تھا مگر سید صالح محمد گیلانی ساکن سادہ چک (گجرات) کا مرید ہونے کے بعد غنیمت کی کایا پلٹ گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کی شاعری، علم و فضل اور روحانیت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ سید صالح محمد صاحب کمالات بزرگ تھے اور حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد سے تھے۔ اس نسبت سے غنیمت کو بھی حضرت غوث الاعظمؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ سید صالح محمد، حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید تھے اور یوں نوشہ صاحب غنیمت کے دادا پیر ہوتے ہیں۔

غنیمت گاؤں کا رہنے والا تھا۔ وہیں پل کر جوان ہوا۔ غنیمت کے والد کا نام شیخ نذر محمد تھا اور وہ کنجاہ کے مفتی پیمان کتے جاتے ہیں۔ وہ دنیاوی جاہ و منصب کے علاوہ عالم دین اور صاحب دل بزرگ بھی تھے۔ نذر محمد کے بھائی کا نام شیخ ابوالبقا تھا اور یہ دونوں بھائی حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور صاحب کشف و کرامات شمار ہوتے تھے۔ (ایک دوسری روایت کے مطابق شیخ ابوالبقا، غنیمت کے والد تھے اور شیخ نذر محمد غنیمت کے چچا کا نام تھا)

شہسوی "نیرنگ عشق" لکھنے کے بعد غنیمت کسی ایسے قدر دان کی تلاش میں تھا جو ان جو اس پر یزوں کی قدر کرتا۔ چنانچہ غنیمت، مرزا سرخوش کے پاس دہلی پہنچے۔ سرخوش

نے قدردانی کا مظاہرہ کیا اور غنیمت کی زندگی کا بقیہ حصہ نہایت آرام سے گزرا۔
 غنیمت، سید محمد زمان راسخ سرہندی کے شاگرد تھے۔ اور مولانا کو ان کی شاگردی پر
 فخر تھا۔ ثنوی "نیرنگ عشق" غنیمت کا شاہکار ہے۔ اس میں شاہد و عزیز کے ہم صنفی
 عشق کا تذکرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عزیز، غنیمت کے دوست نواب مکرم خاں گورنر لاہور کا
 بیٹا تھا اور شاہد اس کا دوست تھا۔ مگر دوسری روایت یہ ہے کہ نواب مکرم خاں لاؤڈ
 تھے (ماثر الامراء) اور یہ خود غنیمت کے عشق کی روداد ہے کیونکہ بقول غنیمت ۷

اسیرم کرد کافرِ ماجراتی

رہائی یا رسول اللہ ، رہائی

شاہد کو مولانا نے کافرِ ماجراتی کے نام سے پکارا ہے۔ ماجرہ، کنجاہ کے قریب ایک
 گاؤں کا نام ہے۔ ثنوی "نیرنگ عشق" ۱۰۹۴ھ میں لکھی گئی۔ اس میں ۱۱۵۰۰ اشعار
 ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۶۳ غزلوں کا ایک دیوان بھی غنیمت کی عظمت فن کا شاہد ہے۔
 غنیمت کی زندگی کے آخری سال لاہور کے گورنر نواب مکرم خاں کی مصاحبت میں
 گزرے وہیں آپ بیمار ہوئے۔ چھوٹے بھائی کو اطلاع دی وہ آپ کو ساتھ کنجاہ لے
 آیا، جہاں آپ نے ۱۱۰۵ھ بمطابق ۹۳-۱۶۹۲ء میں انتقال کیا۔ آپ کے بھتیجے محمد ماہ
 صداقت کنجاہی نے اپنی کتاب "ثواقب المناقب" میں یہی سن وفات درج کیا ہے۔ مزار
 پر اگرچہ ۱۱۱۰ھ درج تھا۔ لیکن ایک اور ذریعہ سے ۱۱۰۵ھ کی تصدیق اور ۱۱۱۰ھ
 کی تردید ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ مرزا سرخوش نے اپنے تذکرہ شعراء (کلمات الشعراء) میں
 غنیمت کو مرحوم لکھا ہے اور تذکرہ ۱۱۰۸ھ میں مکمل ہوا تھا۔ تاہم سن وفات ابھی مزید
 تحقیق کا مستقاضی ہے۔

غنیمت کا مزار کنجاہ کے جنوب میں باغ دیواناں کے ساتھ واقع ہے۔ غنیمت کے مقبرے کے محل وقوع سے متعلق منشی لچھمن سنگھ گجراتی کے یہ اشعار تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

ہن دینا میں روضے دا پتہ سارا، کنجاہوں طرف دکھن بھاری تال ہے وے
 کول باغ دیواناں دا خوب پُختہ روضہ خاص بنیا بَرَج نال ہے وے
 سردے نال بیری پھلدار ہے وے روضے کار نے کٹیا ڈال ہے وے
 مشہور شاعر غنیمت ہے وچ دنیا لچھمن سنگھ نہ جھوٹھ روال ہے وے
 یہ مزار ۱۳۴۲ھ میں دوبارہ تعمیر ہوا۔ پہلے مزار موجود تھا لیکن نہایت خستہ حالت میں تھا۔ بخشہ منظور علی صاحب رہتاسی (جو ان دنوں کنجاہ کے تھانیدار تھے) کی کوشش سے مزار کی مرمت ہوئی۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کہتے ہیں کہ تعمیر جدید میں بابائے اردو مولوی عبدالحق کا بھی خاصہ حصہ ہے۔ جو عوام کو کم معلوم ہے۔ یہ ان کے اوائل قیام پنجاب کے کارناموں میں سے ایک ہے۔

اس مزار کے دروازہ پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ تحریر کندہ تھی۔

"تجدید عمارت مزار منور حضرت شیخ محمد اکرم غنیمت کنجاہی

متوفی ۱۱۱۰ھ باہتمام بخشہ منظور علی صاحب تھانیدار بن بخشہ

غضنفر علی صاحب متوطن رہتاس در ۱۳۴۲ھ واقع شد"

یہ مزار اب گرا دیا گیا ہے اور نیا مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ نیا کتبہ ابھی نصب نہیں کیا

گیا۔

حضرت خواجہ فرد فقیرؒ

مردِ فقیر، فرد فقیر، اٹھارویں صدی کے نامور پنجابی شاعر، صوفی اور عالمِ دین تھے۔ اُن کی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ سنِ پیدائش و وفات اور جائے پیدائش حتمی طور پر معلوم نہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۰۷۱ء کے قریب پیدا ہوئے۔ اتنا معلوم ہے کہ خواجہ فرد فقیر قرآن، فقہ اور حدیث کے عالم تھے۔ انہوں نے تمام عمر بچوں کو قرآن اور حدیث کا درس دیتے گزاری۔ پنجابی زبان میں خوبصورت اور بلند پایہ صوفیانہ شاعری کرتے تھے۔ سی حرفیاں، بارہا ماہ، دوسرہ جات، کسب نامہ جہاں، کسب نامہ بافندگان آپ کی پنجابی تصنیفات ہیں۔ "دریائے معرفت" کے نام سے آپ کی سی حرفیاں، نصیحت نامہ اور کسب نامہ بافندگان شائع ہوتی رہی ہیں۔ کسب نامہ بافندگان ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۸۸ء میں تصنیف ہوا۔ فقہ کی کتاب پنجابی شعروں میں "روشن دل" کے نام سے شائع ہوتی رہی ہے اس کا سن تصنیف ۱۷۵۱ء ہے۔ یہ مدرسوں میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ "نعمت نامہ"، "فقر نامہ" اور ایک اُردو نظم بھی ان کی تصنیفات بتائی جاتی ہیں۔ (گجرات کے پنجابی شعراء پر تفصیلی کام جاری ہے)

آپ کے کلام میں کمزور اور پے ہوتے طبقے کی زبردست حمایت اور ظلم کے انجام پر جا بجا اشعار ملتے ہیں۔ باقی تمام صوفیانہ موضوعات پر آپ کے کلام میں استادانہ کمال موجود ہے۔ میاں محمد بخش صاحب عارف کھڑی، آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

فرد فقیر ہویا کوئی خاصا مرد صفائی والا

فقہ اندر بھی چست سخن ہے، عشق اندر خوشحالا

خواجہ فرد فقیر نے ۱۷۹۰ء کے قریب وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے اپنی موت کا خود پیشگی اعلان کیا تھا۔

خواجہ فرد فقیر کی قبر گجرات شہر میں شاہ حسین ملتانی کے مزار کے ساتھ جانب مغرب مسجد کے صحن کی شمال مشرقی نکلڑ میں واقع ہے۔ قبر پختہ ہے۔ کتبہ نہیں ہے۔ قبر کے ساتھ ایک درخت ہے۔ جس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ یہ "نخلِ سخن" ہے اس کے پتے کھانے سے کوئی بھی سخن کے لئے ضروری سوزِ دروں حاصل کر سکتا ہے۔ اور سخنور بن سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمن

کراچی ایس ایم کالج کے شعبہ فلسفہ کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمن ایک نابغہ عصر شخصیت تھے۔ وہ ۱۹۱۱ء کے قریب گجرات شہر میں پیدا ہوئے۔ کشمیری النسل تھے۔ گجرات میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ پھر افریقی جزیرے زنجبار میں شاہی محل کی حفاظتی پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ ترقی کی اور سارجنٹ ہو گئے۔ اپنی ذہانت اور محنت سے عزت اور دولت کمائی پھر مزید تعلیم کا خیال پیدا ہوا۔ زنجبار میں دس سال ملازمت کے بعد پنشن لے لی اور کچھ عرصہ سیر و سیاحت میں گزار کر ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کی فرسٹ ایئر کلاس میں داخل ہوئے۔ اپنی جماعت میں اول آئے اور مزید تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہو گئے۔ جنگ عظیم دوم کے دوران مشکلات کے باوجود آکسفورڈ سے فلسفہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پھر ریڈنگ یونیورسٹی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ وطن واپسی پر کراچی ایس ایم کالج میں فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے اور صدر شعبہ کے عہدے تک پہنچے۔ مگر قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی اور یادِ خدا سے لو لگالی۔ اب وہ گجرات شہر میں شاہدولہ دروازے کے اندر سنہری مسجد میں وعظ کرتے اور لوگوں کو محبت کا درس دیتے۔ ہمہ وقت یادِ الہی میں مصروف اور اصلاح معاشرہ کے لئے کوشاں رہتے۔ تصوف سے بھی بہت محبت کرتے تھے اور ان کی آخری عمر ایک سالک کی زندگی کا نمونہ تھی۔ ڈاکٹر فضل الرحمن نہایت ذہین اور اعلیٰ کردار کے انسان تھے۔ ۱۹۶۹ء میں فوت ہوئے۔

آپ کی قبر، قبرستان تریہنگ میں جنازہ گاہ سے جانب شمال چند قدموں پر واقع ہے۔ قبر کچی ہے۔ چھوٹے سے کتبے پر یہ مختصر سی تحریر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
الحاج پرو فیسر فضل الرحمن

تاریخ وفات: ۳ دسمبر ۱۹۶۹ء۔

مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۸۹ھ

فضل الہی چوہدری، سابق صدر پاکستان

پیکر شرافت چوہدری فضل الہی مرالہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ زرعی یونیورسٹی لائل پور (فیصل آباد) سے بی ایس سی کی ڈگری لی۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے انگلش، ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں اور ضلع کچہری گجرات میں پریکٹس کرنے لگے۔ ۱۹۳۳ء میں گجرات ڈسٹرکٹ بورڈ کے رکن چنے گئے۔ ۱۹۴۴ء میں گجرات ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے صدر بنے اور گجرات میں مسلم لیگ کو مضبوط و مستحکم کیا اور گاؤں گاؤں قائد کا پیغام پہنچایا۔ ۱۹۴۶ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد پارلیمانی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ مئی ۱۹۴۸ء میں مستعفی ہو گئے۔ ون یونٹ دور میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۶۵ء میں سینئر ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے۔

۱۹۶۹ء میں پاکستان پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کی اور دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کھاریاں سے ایم این اے کے انتخاب میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں سپیکر منتخب ہوئے اور ۱۹۷۳ء میں جب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان بن گئے تو چوہدری فضل الہی کو صدر مملکت کا ممتاز عہدہ دیا گیا۔ تاہم اصل قوت وزیر اعظم کے پاس تھی۔ جولائی ۱۹۷۷ء سے ستمبر ۱۹۷۸ء تک مارشل لاء کے دور میں بھی آپ صدر رہے۔ مگر اس دور میں بھی اصل طاقت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے پاس تھی۔ ستمبر ۱۹۷۸ء میں صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۸۲ء میں ایک حادثے میں زخمی ہوئے کچھ عرصہ ہسپتال میں رہے اور آخر یکم جون ۱۹۸۲ء کو فوت ہو گئے۔

کھاریاں کینٹ کے بس سٹاپ کے قریب سے ایک سڑک مرالہ گوجراں کو جاتی ہے۔ اسی سڑک کے کنارے مرالہ سے مشرق کی جانب ایک وسیع چار دیواری میں آپ کی قبر ہے۔ جس پر سنگِ مرمر لگایا گیا ہے۔ کتبہ نہیں ہے۔ قبر کے اوپر ایک تختی پر یہ مختصر عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضل الہی چوہدری

تاریخِ پیدائش: یکم جنوری ۱۹۰۴ء۔

تاریخِ وفات: یکم جون ۱۹۸۲ء۔

پیر فضل حسین فضل گجراتی

پنجابی غزل کے شہنشاہ، پیر فضل گجراتی، گجرات شہر گڑھی شاہدولہ میں پیر مقبول حسین شاہ مجاہد نشین دربار شاہدولہ گجراتی کے گھر ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ پیر صاحب نے گجرات میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور میونسپل کمیٹی گجرات میں کلرک بھرتی ہو گئے اور یہیں سے ہیڈ کلرک کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

شاعری کی ابتدا اُردو سے کی اور مرزا نثار حسین مبصر دہلوی سے تلمذ اختیار کیا۔ پھر سائیں احمد علی کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے پنجابی کی طرف آئے اور چومصرعے لکھنے شروع کیے۔ پھر غزل کی طرف توجہ کی اور پنجابی غزل کو اُردو کے ہم پلہ لاکھڑا کیا۔ پنجابی غزل کے علاوہ پنجابی نعت میں بھی آپ کا مقام بہت معتبر ہے۔ غزلوں اور نظموں کے دو مجموعے "ڈوہنگے پیٹھے" اور "ٹکوراں" کے نام سے شائع ہوئے جبکہ نعت کا مجموعہ "قطبی تارا" کے عنوان سے چھپا۔ پیر صاحب نہایت نورانی اور رسیلی شخصیت کے مالک تھے جو ایک بار ملتا گرودیدہ ہو جاتا۔ وہ محبتوں اور چاہتوں کے پیامبر تھے۔ سفید لباس زیب تن کرتے اور من کو ہمیشہ کدورت سے پاک رکھتے۔ ان کی محفل میں بیٹھنے والے آج تک ان کی شخصیت کی مٹھاس اور رفاقت کی لذت کو یاد کرتے ہیں۔ پیر صاحب نے ۲۲ اگست ۱۹۷۲ء / ۱۲ رجب ۱۳۹۲ھ کو وفات پائی۔ راقم نے مادہ تاریخِ رحلت لکھا، "سخن کا شہنشاہ" = ۱۳۹۲ھ اور "تربتِ فقیر" = ۱۳۹۲ھ۔ آپ کو آپ کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ یہ قبرستان شاہدولہ روڈ پر جانبِ شمال نزد مسجد حاجی صاحب واقع ہے۔

آپ کی قبر پختہ ہے اور سنگِ مرمر کے کتبے پر آپ کے اپنے منتخب اشعار کندہ کیے گئے ہیں۔ عبارت نقل کی جاتی ہے۔

محمدؐ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مرقد
پیر فضل حسین فضل گجراتی

سجادہ نشین حضرت شاہد اولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۲۲ مئی ۱۸۹۶ء۔

وفات: ۲۲ اگست ۱۹۷۲ء۔

فضل دا دل، وچ قبر دے وی اے کناں بے قرار
کوئی ہتھ دھردا اٹھا کے قبر توں سل ویکھا
میں درود و صلوة نبیؐ تے بھیجیاں مر جاواں
اٹھاں ایسے حالت اندر منگاں فضل دعاواں
دے ہمت رب سینوں کوئی کر چنگا کم جاواں
میں بن کے خود دیوا اپنی تربت اُتے جگاں
پاک باطناں دے کول بہن والے ظاہر داریاں تو دور نسدے نیں
قبراں وچ اوہ منگدے نور چانن، دیوے بلن نہ بلن مزار اُتے
چٹھی ہتھ وچ لیکے بخشاں دی فضل باغِ رضوان ول مڑی جاندا تے
اج عرصہ محشر دے وچ تیرے کم آ گئی مدح سراتی کس دی

خان صاحب پروفیسر قاضی فضل حق

علم و ادب اور تحقیق کی دنیا کا درخشندہ ستارہ، قاضی فضل حق، گجرات کے گاؤں حاجیوالہ میں ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قریب کے دیہات اور اعوان شریف میں قاضی سلطان محمود کے درس سے حاصل کی۔ جلالپور جٹاں سے امتیازی حیثیت سے میٹرک پاس کیا اور ۱۹۰۹ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ ۱۹۱۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور ایم اے عربی کے امتحانات پاس کئے۔ ایم اے میں امتیازی پوزیشن لینے پر آپ کو میکلوڈ عریبک ریسرچ سکالرشپ پر علی گڑھ بھیجا گیا۔ تحقیق کے ساتھ ساتھ آپ نے جرمن، عبرانی، فرنچ اور آسوری زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے فیلو بنے۔ ۱۹۱۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں آئے اور ۱۹۳۹ء تک صدر شعبہ رہے۔ ۱۹۳۳ء میں تدریسی خدمات پر "خان صاحب" کا خطاب ملا۔

گورنمنٹ کالج میں آپ نے ۲۵ سال بہت فعال گزارے، تدریس، تحقیق، طلباء کی غیر نصابی سرگرمیوں اور پنجابی اور فارسی زبان و ادب کے فروغ کے لئے آپ نے گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ آپ کے درجنوں مقالات اس وقت کے موقر جرائد میں شائع ہوئے۔ کئی نصابی کتب آپ نے ترتیب دیں۔ آپ کے مقالات سات جلدوں میں آپ کے بیٹے بذل حق محمود نے ترتیب دے رکھے ہیں۔ "سخنورانِ ایران" کے نام سے آپ کی ایک بیش قیمت کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی کتب طبع ہوئیں۔ حافظ محمود شیرانی کی کتاب "پنجاب میں اردو" پر آپ کے تنقیدی مقالات آپ کی تحقیقی صلاحیتوں کا ثبوت ہیں۔ پنجابی ادب کی تحقیق کے

آغاز کا سہرا آپ کے سر ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے مجلہ راوی گورنمنٹ کالج لاہور ۱۹۸۵۔ گوشہ قاضی فضل حق) آپ نے ۱۹۳۹ء میں اپنے علمی اور تحقیقی دور کے عروج میں وفات پائی۔ راقم نے "فضل حق بود سزاوارِ خلد" = ۱۹۳۹ء اور "مہربان و غنی" = ۱۳۵۸ھ مادہ ہائے سن رحلت لکھے ہیں۔

آپ اپنی وصیت کے مطابق حاجیوالہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے آپ کی قبر حاجیوالہ گاؤں (گجرات سے شمال مشرق کی سمت تقریباً ۳۰ کلو میٹر) کے جنوب میں واقع قبرستان میں نمایاں جگہ پر واقع ہے۔ آپ کے دائیں بائیں والد اور بھائی کی قبریں ہیں۔ لوحِ قبر کی تحریر یہ ہے۔

یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد الرسول اللہ

خان صاحب قاضی فضل حق

ولد قاضی محمد دین

تاریخ وفات: ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء بروز اتوار

پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

سربراہ محکمہ فارسی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۲ء - ۱۹۳۹ء

سر فضل علی

سر سید گجرات، نواب سر فضل علی، وہ نامور فرزند گجرات تھے جنہوں نے اس خطے کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنے اور تعلیم کی روشنی سے روشناس کرانے کے لئے یادگار کارنامہ سرانجام دیا۔ چوہدری فضل علی اجنالہ ضلع گجرات میں ۱۸۶۶ء کے لگ بھگ چوہدری سلطان علی کے گھر پیدا ہوئے۔ گجرات مشن سکول اور علی گڑھ ایم اے او کالج سے تعلیم حاصل کی۔

۱۸۹۶ء میں صوبائی درباری بنے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۲ء تک گجرات ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین رہے۔ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ امدادِ باہمی کے لئے سنٹرل کوآپریٹو زمیندار بینک کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۱۴ء میں زمیندار ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ اسی ایسوسی ایشن کے تحت زمیندار سکول اور زمیندار کالج قائم ہوئے۔ جنگ عظیم اول میں انگریزی سرکار کو ریکروٹمنٹ میں مدد دینے کے صلے میں آپ کو MBE ۱۹۲۱ء میں خان بہادر، پھر ۱۹۳۶ء میں نواب اور ۱۹۴۲ء میں سر کے خطابات سے نوازا گیا۔ ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۷ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن رہے۔ آپ کی وفات ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ خوشی محمد ناظر نے طویل مرثیہ لکھا۔ آپ کو زمیندار کالج کی مین بلڈنگ کے بالکل سامنے دفن کیا گیا۔ قبر سنگ مرمر سے پختہ کی گئی ہے۔ الگ کتبہ نہیں ہے۔ تعویذ کے اوپر ہی قطعات لکھے ہوئے ہیں دائیں (مغرب) طرف آیت الکرسی، بائیں (مشرق) طرف سورہ فاتحہ اور شمال میں سورہ اخلاص کندہ ہے :

تعویذ کے اوپر Top کی تحریر حسب ذیل ہے۔

کُلِّ مَنْ عَلِيهَا فَانَ
"میراہ سرسید ثانی"

۱۳۶۱ھ

(از کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی گجرات)

رود فضل علی سوتے جناں از عالم فانی
ز خدمتہائے ملک و قوم او مخدومِ عالم شد
مریض قوم را بودہ طیبِ حاذق و مشفق
چنین فیاض و عادل مہرباں غمخوار و ہمدردے
تبسم را مرنی رفت و اصغر را پدر رفتہ
جلال و سید حیدر رفیقانِ عتیق او
تبسم سال رحلت سر نکلندہ پارانہ
"امیرے تاجدارِ قوم ما سرسید ثانی"

۱۹۵۲-۱۰ = ۱۹۴۲

تاریخ دیگر

از سید گل حسین شاہ گل ساکن چھوکر کلاں ضلع گجرات

جب گئے دنیا سے وہ سوتے جناں
گل کہو تاریخ با "عین الیقین"
فضلِ ربی ہو گیا ان پر وہاں
"ہو گئے فضل علی جنت گزیر"

۳۳۱ + ۶۱۱ = ۱۹۴۲ (۱)

(۱) - ۶۱۱ کنڈہ ہے مگر ۱۶۱۱ ہونا چاہیے تب ۱۹۴۲ میں بننا ہے۔

مولوی فضل میراں

مولوی فضل میراں عربی کے نامور عالم، استاد اور دینِ مصطفیٰ کے بے باک مبلغ تھے۔ ۱۸۸۰ء کے قریب راکے (نزد جلالپور جٹاں) میں مفتی کریم بخش قادری کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ آپ کے عنفوانِ شباب میں عیسائیت کی تبلیغ کا مشن زوروں پر تھا اور آپ کے والد اس کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ چنانچہ عیسائی مبلغین نے حیلوں بہانوں سے آپ کو اپنی طرف مائل کر لیا اور سبز باغ دکھا کر لدھیانہ میں تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ اور وہ مسٹر فضل میراں بن کر عیسائیت کی حقانیت پر تقریریں کرنے لگے۔ اس موقع پر آپ کے والد نے دعا کروائی اور آپ عیسائیت سے تائب ہو گئے اور اسلامی علوم میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا اور تمام عمر کے لئے اپنی خدماتِ انجمنِ حمایتِ اسلام لاہور کے سپرد کر دیں۔ آپ کو اسلامیہ کالج میں استاد مقرر کیا گیا۔ جہاں آپ آخری دم تک خدمتِ اسلام بجالاتے رہے۔ لاہور کے علمی و مذہبی حلقوں میں آپ کا نام آج بھی احترام سے لیا جاتا ہے۔ مزنگ لاہور میں رہتے تھے جہاں کے بہت سے خاندان آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ نے عبدالکریم الجبیلی کی کتاب "انسانِ کامل" کا اردو ترجمہ کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔ آپ کو کتابوں سے عشق تھا۔ اپنی بہت بڑی لائبریری تھی۔ یورپ کا سفر کر کے اہل مغرب کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرانا چاہتے تھے مگر موت نے مہلت نہ دی۔ اور آپ ۱۹۲۳ء میں اپنی علمی زندگی کے عروج میں واصل حق ہو گئے۔ آپ نے لاہور میں وفات پائی اور راکے کے قبرستان میں اپنے والد کے پہلو میں (جانب مشرق) دفن کئے گئے قبر کچی ہے۔ کتبہ نصب نہیں۔

سائیں فیروز الدین نگین

پنجابی زبان کے نامور شاعر سائیں فیروز الدین نگین گجراتی ۱۸۷۹ء میں گجرات شہر کے محلہ کٹرہ شالباہاں میں نبیر بٹ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کاروبار میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانے لگے جو سکولوں میں سامان فراہم کرنے کے ٹھیکیدار تھے۔ فیروز الدین نے کاروبار میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور حکام کے ساتھ بھی میل ملاپ رکھا اور سماجی مقام بھی حاصل کیا۔ وہ "دیہات سدھار تحریک" میں سرگرم رہے اور تعلیمی محاذ پر عوام کی اصلاح کے لئے کام کرتے رہے۔ وہ اس دور میں "ضلعی کرسی نشین" بھی تھے۔ فیروز الدین علامہ اقبالؒ کے ملاقاتی بھی تھے اور ان کے سسرالی خاندان کے عزیز بھی۔

فیروز الدین کے لڑکپن میں میاں محمد بوٹا کی شاعری کی بڑی دھوم تھی وہ اسی محلہ میں رہتے تھے۔ فیروز الدین کو قدرت نے ذہن رسادیا تھا چنانچہ آپ نے بھی شاعری شروع کی اور نگین تخلص اختیار کیا۔ آہستہ آہستہ نگین کا ذہن تصوف کی طرف مائل ہوتا گیا اور انہوں نے دنیا داری چھوڑ کر خود کو درویشی کی "بگل" میں چھپا لیا۔ اولاد کی محرومی نے انہیں ایک سوز دروں عطا کر دیا۔ انہوں نے سخن گوئی کے چراغ سے اپنے من کو روشن کر لیا اور پنجابی کو شعر و سخن کے بیش قدر موتی عطا کئے۔ نگین کی "سوہنی" پہلی مرتبہ ۱۹۲۳ء اور دوسری بار ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی جو پنجابی شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ ان کا دیگر کلام ان کے بھتیجے افتخار بٹ نے ترتیب دے رکھا ہے۔ آپ نے ۲۸ دسمبر ۱۹۶۷ء کو رحلت کی اور قبرستان بھٹیاں میں اپنے خاندانی احاطہ میں دفن ہوئے۔

کتبہ نصب نہیں۔

بابا فیروز خان

بابا فیروز خان ایک ولی کامل تھے۔ موضع سڑیدہ ضلع ایبٹ آباد میں ۱۸۸۵ء میں سید خان کے گھر پیدا ہوئے۔ فوج میں بھرتی ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں برما میں تھے جب ڈاکٹر اللہ دتاکنجاہی سے ملاقات ہوئی اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ ڈاکٹر صاحب کے اولین خلیفہ و مجاز تھے۔ ۱۹۳۵ء میں جب آپ نے تمام مراحل طریقت سے خوب آشنائی پیدا کر لی تو ڈاکٹر صاحب نے آپ کو پیر جماعت علی شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ وہاں سے بھی خرقہ خلافت عطا ہوا لیکن آپ نے سلسلہ بیعت ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد شروع کیا اور تبلیغ حق کے لئے زندگی وقف کر دی۔ آپ کے ارادہ تمند لاهور، گجرات، راولپنڈی، جہلم ملتان وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں۔ آخری آرامگاہ گجرات شہر کے محلہ رحمن آباد (نزد فیروز آباد) میں دربار والی مسجد کے صحن میں ہے۔ کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مرقد

قطبِ زماں، حضرت بابا جی فیروز خاں رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۸ مارچ ۱۹۶۳ء۔ بمطابق ۱۱ شوال ۱۳۸۳ھ بروز جمعہ

زبدہ اہل بصیرت صاحبِ صدق و صفا	قطبِ عالمِ مردِ کامل، طالبِ راہِ ہدیٰ
عاشقِ مردانِ حق "درویشِ دوست"	بابا جی فیروز خاں "بُد نامِ اوست"
	۱۹۶۳ء

یازدہ شوال روزِ جمعہ کردہ ارتحال	تا ابد بر مرقدش رحمتِ بفضلِ ذوالجلال
سالِ رحلتِ کردہ نعمانی رقم	"یا بدیعِ اغفرہ" از لطف و کرم
	۱۳۸۳ھ

قربان طاہر

گجرات کے معروف صحافی جناب قربان طاہر محلہ غریب پورہ میں چوہدری محمد حسین ولد منشی فضل احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ زمیندار کالج کے سرگرم طالب علموں میں سے تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کی حمایت پر کالج سے نکالے گئے۔ آپ نے ہفت روزہ "معیار" اور "اخبار" جاری کئے۔ پھر "چیلنج" کا اجرا کیا جو تاحیات جاری رکھا۔ "کوہستان" (روزنامہ) کی نمائندگی سے صحافت میں آتے پھر کئی سال تک "نوائے وقت" کے نمائندہ خصوصی رہے۔ راترگز گلڈ کے بھی عہدیدار رہے۔ گجرات پریس کلب آپ کی کوششوں سے بنا اور آپ اس کے تاحیات سرپرست تھے۔ محفل نقد و نظر گجرات نے آپ کو بہترین صحافی کا ایوارڈ دیا۔ آپ نے ۳۰ نومبر ۱۹۹۳ء کو وفات پائی اور مرغزار کالونی کے قبرستان میں آپ کی پہلی قبر بنی۔ یہ قبرستان ماڈل ٹاؤن سے جنوب میں واقع ہے۔ اس اکیلی قبر کا کتبہ اس تحریر کا حامل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

قربان طاہر

خلف الرشید محمد حسین

تاریخ پیدائش: یکم ستمبر ۱۹۳۰ء۔ سوموار

تاریخ وفات: ۳۰ نومبر ۱۹۹۳ء۔

مرقد پہ تیری رحمتِ حق کا نزول ہو

حامی ترا خدا اور خدا کا رسول ہو

خان صاحب ملک کرم الدین

گجرات اور لاہور میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ملک کرم الدین کے بزرگوں کا وطن کشمیر تھا۔ ۱۹ مارچ ۱۸۸۴ء کو کھاریاں کے گاؤں بھگوال میں ملک عمر بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ مشن سکول گجرات سے انٹرنس کرنے کے بعد محکمہ ٹیلی گراف میں ملازم ہوئے اور ترقی کی منازل طے کرتے کرتے سپرنٹنڈنٹ ٹیلی گراف کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ان کی شاندار پیشہ ورانہ خدمات کے صلے میں "خان صاحب" کا خطاب اور "جوبلی میڈل" دیا گیا۔ آل انڈیا پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف یونین اور مسلم کوآپریٹو سوسائٹی کی بنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کار کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور اور انجمن خدام الاسلام گجرات کے سیکرٹری اور انجمن مفاد عامہ گجرات کے بانی تھے۔ گجرات میں کچھری روڈ پر ملک منزل (نزد پرانی سبزی منڈی) ان کی رہائش گاہ تھی۔ علامہ محمد اقبال اور خلیفہ شجاع الدین ان کے دوستوں میں سے تھے۔ (تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے فوق کی کتاب "مشاہیر کشمیر")۔ آپ نے ۱۳ اگست ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔ آپ قبرستان بھٹیاں کے شمالی نصف حصے میں (درمیانی راستے سے تقریباً ۲۰ فٹ شمال میں) مدفون ہیں۔ کتبے کی تحریر درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارجعي إلى ربك راضيةً مرضيةً ۝ فادخلي في عبادي

۝ وادخلي جنتي ۝

مرقد

خادمِ بِلت و دین خان صاحب ملک کرم الدین
سابقہ سیکرٹری انجمن خدام الاسلام گجرات و انجمن حمایت اسلام لاہور

تاریخ وفات

۱۳، اگست ۱۹۵۹ء۔ بروز پنجشنبہ بمطابق ۲ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ

ملک منزل کچہری روڈ گجرات

دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
زندگانی تھی تیری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

ساتیں کرم الہی المعروف بہ ”کانوانوالی سرکار“

مردِ درویش حضرت ساتیں کانواں والی سرکار کا نام کرم الہی تھا۔ آپ ۳، اپریل ۱۸۳۸ء کے دن گجرات شہر کے محلہ اندرون کانیا نوالی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام غلام محمد تھا اور خاندان آرائیں تھا۔ بچپن میں دینی تعلیم کے لئے آپ کو مدرسہ میں بٹھا دیا گیا۔ گجرات میں موجودہ چوک پاکستان کے قریب ”چشتی بادشاہ“ کے مزار کے قریب اس دور میں ایک درس ہوا کرتا تھا۔ وہیں کرم الہی کی ظاہری تعلیم کا آغاز ہوا۔ چشتی بادشاہ کے مزار کے ایک مجاور اور درس کے معلم میاں نتھا آپ کے استاد تھے۔

سولہ برس کی عمر میں ظاہری تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوا تو مرشد کی تلاش شروع ہوئی۔ موضع چنڈالہ میں ایک بزرگ امام شاہ کے ہاتھ میں آپ نے اپنا ہاتھ دیا اور سلسلہ قادریہ رزاقیہ سے منسلک ہو گئے۔ آپ نے مرشد کے حکم سے پاپیادہ دہلی اور کشمیر کی سیاحت کی اور ان مقامات پر بزرگوں سے حصولِ فیض کیا۔ پھر مجاہدہ اور ریاضت کی منزل طے کرنے کے لئے آپ دریائے جہلم کے پل کی تعمیر میں ٹوکری ڈھونے اور چوکیداری کرنے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

واپسی پر آپ نے ”لامتی رنگ“ اختیار کر لیا۔ اور شہر سے باہر ڈیرہ جمالیہ۔ جسم پر صرف ایک لنگوٹی، ہاتھوں میں سرکنڈے کے مٹھے (کانے) اور دنیا سے بے تعلقی! ان کانوں کو گنتے رہنا یا چرخہ چلانا مرتے دم تک مشغلہ رہا۔ کھانا خود کبھی کبھی کھاتے۔ اکثر اپنے حصے کا کھانا کوؤں کو ڈال دیتے جو اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ آپ کے کندھے پر آ بیٹھتے۔ یہی آپ کی وجہ تسمیہ ٹھہری۔ آپ نے بقیہ تمام عمر اسی جگہ (جہاں اب مزار ہے) گزاری۔ آپ کی بہت سی کرامات میں سے ”کنویں کے پانی کا

دودھ بن جانا" مشہور ہے۔

آپ نے ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء بمطابق ۲۲ صفر ۱۳۴۹ھ وفات پائی۔ مولوی نور الدین انور نے مادہ تاریخ کہا "ایہ روضہ کرم الہی ہے" = ۱۳۴۹ھ۔ راقم نے "اثرِ رحمت" = ۱۳۴۹ھ سے سنِ رحلت برآمد کیا ہے۔ تمام عمر مجبور رہے اور کسی کو بیعت نہیں کیا۔ پیر ولایت شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سات بار نماز جنازہ ہوئی۔ مزار گجرات شہر سے جانب شمال واقع ہے۔ مزار پختہ تعمیر ہے۔ باہر دروازے کے اوپر پروفیسر سیف الرحمن سیفی کا یہ شعر سنگِ مرمر کی تختی پر کندہ ہے۔

کانوانوالا کرم کرے تے کاگ بنیرے بولن

جنہاں دی سیک لگی ہووے بوتے آن کھلوون

اندرونی دیوار (شمالی) پر یہ شعر درج ہے۔

تیرہ سو انچاس سن بائیس ماہ صفر تھی

کرم الہی چل بے "آہِ حرّت آہِ حرّتا"

مولوی کریم بخش قادری

مفتی مولوی کریم بخش ابن مفتی کرم بخش ساکن رملکے نزد جلالپور جٹاں کا تعلق مفتیانِ شادیوال کے علمی گھرانے سے تھا۔ آپ بھگوال متصل گلپانہ میں پیدا ہوئے۔ بعد میں موضع رملکے میں آگئے اور اپنے خاندان کی علمی روایت کے پیش نظر درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ مولوی کریم بخش اپنے عہد کے علمِ اجل اور غیور مسلمان تھے۔ پورے پنجاب میں آپ کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ علم و مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مقرر اور خطاط بھی تھے۔ آپ عربی فارسی زبان و ادب پر کامل عبور رکھتے تھے اور فارسی اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

آپ کے دور میں رملکے کی چھوٹی سی بستی علم و حکمت اور وعظ و تبلیغ کا نمایاں مقام تھی۔ انیسویں صدی کے آخر میں جب عیسائی مشنری جلالپور جٹاں میں نہایت سرگرم تھے اور مختلف لالچ دے کر سادہ لوح عوام کو عیسائیت کی طرف مائل کر رہے تھے۔ اس وقت اس تحریک کے خلاف آپ نے زبردست آواز بلند کی اور متعدد بار عیسائی مبلغین کے ساتھ مناظرے کئے اور انہیں شکست دی۔

مولوی کریم بخش بٹالہ شریف کے بزرگ صاحبزادہ ٹھہور الحسن سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہء مجاز تھے۔ آپ کا حلقہء ارادت بہت وسیع تھا اور مزنگ لاہور کے بہت سے خاندان آپ کے مرید تھے۔ آپ کچھ عرصہ بغداد میں بھی رہے اور وہاں کے کتب خانوں سے استفادہ کیا۔ آپ نے ۶ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ بمطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء کو وفات پائی اور رملکے کے قبرستان میں جانب شمال مغرب آپ کی پختہ قبر بنی جس کے گرد چھوٹی اینٹوں کی مضبوط چار دیواری بھی بنائی گئی ہے۔ کتبہ نصب نہیں۔

حضرت گل پیر قادری اور خلفاء

ڈھوڈا شریف نزد کڑیا نوالہ (گجرات) میں دربارِ عالیہ قادریہ قاسمیہ میں تین بزرگ مدفون ہیں۔ مزار کے اندر مغرب والی قبر جناب گل پیر قادری کی ہے۔ مشرق میں آپ کی پوتے محمد شفیع صاحب دفن ہیں اور درمیان میں آپ کے صاحبزادے جناب سید امیر صاحب محو استراحت ہیں۔ کتبات نصب نہیں ہیں۔

حضرت محمد قاسم آف اُنگہ شریف ضلع سرگودھا آپ کے بزرگوں میں سے تھے۔ گل پیر بھی اُنگہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی تمام عمر عبادت و ریاضت اور خدمتِ خلق میں گزاری۔ آپ کامل ولی تھے۔ قرآت کلام مجید اور اذکار و نوافل آپ کا پسندیدہ شیوہ تھا۔ آپ حضرت میراں بادشاں (بھیرہ شریف) کے حکم پر ڈھوڈا تشریف لائے اور سارا علاقہ آپ کے وجودِ مسعود سے مہک اٹھا۔ آپ نے ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹ مارچ ۱۹۱۲ء کو وصال فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے جناب سید امیر قادری نے آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو نورِ حق سے فیضیاب کیا۔ آپ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔ آپ نے ۵۲ برس کی عمر میں ۹ مارچ ۱۹۴۵ء کو رحلت فرمائی۔

جناب سید امیر کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے جناب محمد شفیع نے شریعت و طریقت کی شمع کو مزید جلا بخشی۔ آپ نے سفر و حضر میں شریعت کی پابندی کا خیال رکھا۔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے انتھک کوششیں کیں اور کئی مدارس قائم کئے۔ مہاجرین کی آباد کاری، تحریکِ کشمیر میں اہم خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ۱۵ مئی ۱۹۷۶ء کو وفات پائی۔ گویا اہلِ نظر کا یہ گھرانہ اس علاقے کے لئے منبعِ فیوض و برکات ہے۔

خواجہ گوہر الدین احمد

خواجہ محمد گوہر الدین احمد آف جیندھ شریف، ایک ولی کامل تھے۔ ۱۲۸۵ھ کے قریب جیندھ شریف نزد کڑیا نوالہ ضلع گجرات میں ایک متوسط زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی جذب کی کیفیت طاری رہتی۔ چچا کے ساتھ کاشتکاری کرتے اور دینی مصروفیات میں وقت گزارتے۔ سوچ و بچار، غور و فکر، تنہائی، خاموشی اور شرم و حیا شروع ہی سے آپ کی طبیعت کے نمایاں وصف تھے۔ باقاعدہ تعلیم کے لئے ایک دن بھی مدرسہ نہ گئے لیکن قدرت نے آپ کو ذوقِ سلیم کے علاوہ علومِ ظاہر و باطن سے نوازا تھا۔ بلکہ مشکل مسائل کی تشریح فرماتے۔ تبلیغ، اصلاح، خوفِ الہی اور اثباتِ توحید میں دن رات گزرتے۔ سنتِ رسولؐ کے سختی سے پابند، سخاوت میں یکتا تھے۔ قاضی سلطان محمود، داتا گنج بخشؒ اور میاں غلام محمد سہروردی (حیاتِ گڑھ) سے فیض پایا۔ اکثر بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے۔ کشفِ قبور کے ماہر تھے۔ گجرات میں کئی قبور کی آپ نے نشاندہی کی۔ آپ کے عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ کا وصال ۲ جنوری ۱۹۵۲ء کو ہوا۔ آپ کا مزار جیندھ شریف گاؤں سے باہر جانبِ شمال واقع ہے اور فنِ تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ کتبے کی تحریر ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

یا اللہ

یا محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ اکبر

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

شَمِیعِ دِیْنِ

انسانِ کامل، اولینِ وقت

حضرت خواجہ گوہر الدین احمد، قدس سرہ العزیز

یومِ وصال: ۵ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ۔

بمطابق: ۲ فروری ۱۹۵۲ھ۔

عبد دیگر عبده، چیزے دیگر ما سراپا انتظار، او منتظر

گشت مظهر شاں اکمل گوہر عالی تقا

ناقصاں را پیر کامل راہنما اولیا۔

☆ سن ۱۳۷۱ھ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ۵ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ کو ۲ فروری ۱۹۵۲ھ بنتا ہے اور اگر ۵ جمادی الاول

۱۳۷۲ھ درست ہے تو عیسوی تاریخ غلط ہے۔

صاحبزادہ قاضی محبوب عالمؒ

صاحبزادہ محبوب عالمؒ ایک قد آور قادری بزرگ تھے۔ قاضی سلطان محمودؒ کے برادر زادہ تھے اور قاضی صاحب نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی فرمائی۔ آپ ۱۸۹۱ء میں اعوان شریف میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والدہ فوت ہو گئیں اور یوں قاضی سلطان محمودؒ کے گھر میں پرورش پائی۔ لاہور جامعہ نعمانیہ میں مفتی سلیم اللہ، مولانا محمد عالم آسی اور مولوی محمد عبداللہ ٹونکی سے تکمیلِ علومِ دینیہ کی۔

آپ زراعت سے رزقِ حلال کما رہے۔ ۱۹۱۹ء میں قاضی سلطان محمود صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپ ان کے علمی اور روحانی جانشین بنے۔ آپ نہایت شفیق، مہربان، حلیم و سلیم اور صاحبِ بصیرت و نظر تھے۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ (تفصیلی حالات کے لئے ارشاد احمد ہاشمی کی کتاب "ذکرِ محبوب" ملاحظہ ہو) آپ نے ۱۹۸۲ء میں وصال پایا۔ ریس امر وہومی صاحب نے قطعہء تاریخ لکھا، مادہء تاریخ ہے۔ "سوگوارِ قاضی محبوب عالم" ہے جہاں = ۱۴۰۳ھ، جناب طاہر حسین فدانی "داغِ مکرمِ زماں" = ۱۴۰۳ھ سے تاریخ برآمد کی ہے۔ آپ کا مزار گجرات شہر میں بھمبر روڈ پر عزیز بھٹی ہسپتال سے جانبِ جنوب واقع ہے جس پر ایک خوبصورت عمارت زیرِ تعمیر ہے۔ کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

یا اللہ

یا رسول اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

مرقد منور

امام الاتقیاء، قدوة الاولیاء، رئیس الاصفیاء، اسوة الکاملین، زبدة العارفين، سراج السالکین،

غوثِ صمدانی، محبوبِ رحمانی، قطبِ ربّانی

حضرت صاحبزاده قاضی محبوب عالم صاحب آوانی قدس سره العزیز

وصال

۷ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز منگل بمطابق ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

قاضی محمد اسلم

قاضی محمد اسلم، قاضی عطا محمد نائب تحصیلدار، مصنف "مخزن التواریخ" کے صاحبزادے تھے۔ قبرستان خواجگان کے شاہ بلاک میں اپنے والد ماجد اور بھائی محمد افضل کے پہلو میں دفن ہیں۔ وہ خود تو زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ لیکن ان کا قطعہ تاریخ جناب رییس امر وہوی نے لکھا ہے جو کتبے پر کندہ ہے۔ اس لئے شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کُلِّ مَنْ عَلَيَّهَا فَاِنْ

تاریخ وفات

حضرت قاضی محمد اسلم صاحب غفر اللہ لہ

مورخہ ۲۵ جون ۱۹۶۷ء بمطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ وفات یافتند

قطعہ تاریخ وفات

از جناب رییس امر وہوی صاحب

علم دین، مفکر و عارف	معترف جن کے علم کا عالم
ذات قاضی محمد اسلم تھی	محترم، محتشم، عظیم، اہم
جانشین عطا محمد اور	ان کے اسرار خاص کے محرم
باپ بیٹے کو دوست کہتا تھا	دوستی کی ہیں یہ مثالیں قائم
جا ملا دوست، دوست سے آخر	باپ بیٹے ہیں زیب باغ ارم
ان کی اولاد کے لئے واللہ	خضر منزل ہے ان کا نقش قدم
سال رنج و نشان غم ہے رییس	"رنج قاضی محمد اسلم"

ملک محمد اشرف

ملک محمد اشرف ایک بلند پایہ علمی شخصیت کا نام ہے۔ ان کی شہرت کلام اقبال کے مترجم کی حیثیت سے ہے لیکن ان کی دیگر کتب بھی مشاہیر علم و فن سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

ملک محمد اشرف ۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو گجرات شہر کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ملک برکت علی ریاست بھوپال میں بسلسلہ ملازمت رہائش پذیر تھے۔ چنانچہ محمد اشرف کی ابتدائی تعلیم بھی بھوپال میں ہوئی۔ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات سے ایف اے کیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے مگر انہوں نے اپنی استطاعت سے اردو، فارسی اور انگریزی میں خوب مہارت پیدا کر لی تھی۔ بھوپال میں ان کے دوستوں میں ممنون حسن خان اور سہا مجددی جیسے اصحاب علم و ادب شامل تھے۔ بھوپال میں ہی اقبال کے کلام کا ترجمہ شروع کیا جو پہلی بار ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا۔

تقسیم ہند کے بعد یہ خاندان دوبارہ گجرات آ گیا اور ملک محمد اشرف کی باقی تمام عمر اسی شہر میں گزری۔ شروع میں ان کا میلان طبع صحافت اور انشا پر دازی کی طرف تھا چنانچہ نوائے وقت میں بطور مترجم کام کرتے رہے۔ مگر اپنی افتاد طبع اور مخصوص نظریات کی وجہ سے کسی جگہ ٹک کر کام نہ کر سکے۔ حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا اور نامساعد حالات کے باوجود اپنی غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و ادب میں بلند مقام حاصل کیا۔ یہ الگ بات کہ انہیں وہ ماحول اور قدر افزائی نہ مل سکی جس کے وہ حق دار تھے۔

ملک محمد اشرف کی تحریریں ان کے جوشِ تاثیر، فکرِ بلند، متوازن قوتِ اظہار، اسلام سے گہری وابستگی اور جذبہ حب الوطنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انہیں خدا نے ایک درد مند دل اور سیلابِ فطرت روحِ عطا کی تھی۔ ملک صاحب کی شائع شدہ کتب میں درج ذیل شامل ہیں۔

1. Towards a Reorientation in Mystic Thought
2. The Mystic Thought in Islam
3. The Devils Conference (Thus conferred satan)
- یہ اقبال کی نظم ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کا منظوم انگریزی ترجمہ معہ تعلیقات ہے۔
4. A short Roman History and the Muslim Role

۵۔ راہِ گم کردہ کا نشان

ملک صاحب کی آخری عمر کسمپرسی اور گمنامی میں گزری اور آخریہ نابغہ روزگار شخصیت ۹ جنوری ۱۹۸۱ء کو راہی ملک عدم ہوئی۔ آپ "جھنگلی والا" قبرستان (نزد امین فین جی ٹی روڈ گجرات) میں محو استراحت ہیں۔ قبر پر کتبہ نصب نہیں ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے راقم کی کتاب اقبال اور گجرات دیکھئے)۔

لیفٹننٹ جنرل محمد افضل فاروقی

نامور ماہرِ امراضِ چشم جنرل ایم اے فاروقی گجرات کی مقتدر فاروقی فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ میاں فیروز الدین فاروقی کے گھر ۱۸۹۲ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گجرات میں حاصل کی۔ ۱۹۰۹ء میں ایل ایم ایس کرنے کے بعد بیرون ملک کا سفر کیا اور لندن سے آنکھوں کے امراض میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ علامہ اقبال کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر غلام محمد کے دوست اور کلاس فیلو تھے اور علامہ سے بھی میل ملاقات تھی۔

۱۹۱۲ء میں انڈین میڈیکل سروس میں آئے اور ترقی کرتے ہوئے لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ادب اور تاریخ کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ کریم النفس انسان اور بہترین معالج تھے۔ ۱۹۷۰ء میں فوت ہوئے۔ گجرات شہر میں ریلوے روڈ پر میاں مجید اکبر فاروقی کی کوٹھی سے جانبِ شمال اپنے آبائی قبرستان میں محو استراحت ہیں۔ پختہ قبر کے سرہانے سنگِ مرمر کی تختی پر درج ذیل تحریر کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

مرقد

لیفٹننٹ جنرل محمد افضل فاروقی

پہر میاں فیروز الدین فاروقی مرحوم

تاریخ پیدائش: ۱۸۹۲ء۔

تاریخ وفات: ۱۴ ستمبر ۱۹۷۰ء۔

قطعہ تاریخِ رحلت

رضائے الہی سے افضل نے جب سفرِ ناگہاں آخرت کا کیا
 ہوتے اس کی فرقت میں سب اشکبار جے دیکھتے غم میں تھا مبتلا
 رہیں الم تھے سب غورد و کلاں جواں پیر تھے سارے درد آشنا
 ہوئی فکرِ تاریخِ نازش کو جب صدا آئی "وہ غرقِ رحمت ہوا"

۱۹۷۰ء

جنرل افضل فاروقی کی قبر کے ساتھ ان کے بھائی میاں اکبر فاروقی کی قبر ہے۔ وہ

۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ اور ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو فوت ہوئے۔ مادہ تاریخ ہے :

"نکلیں ہے جنتِ رضواں میں اکبر" = ۱۹۶۸ء

میاں محمد اکبر

گجرات کے مشہور سیاستدان، سماجی شخصیت، اور ٹرانسپورٹ میاں محمد اکبر، میاں برکت علی کے گھر ۱۵ جولائی ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گجرات میں حاصل کی۔ رسول کالج سے انجینئرنگ کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ گجرات پنجاب بس سروس کے مالکان میں سے تھے۔ ۱۹۶۰ء کے بعد سیاست میں آئے۔ مسلم لیگ (کونسل) کے ایم پی اے بنے اور پنجاب اسمبلی میں ڈپٹی اپوزیشن لیڈر کے طور پر نمایاں ہوئے۔

بے باک سیاستدان اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ اور عوامی سیاستدان کے طور پر مقبول تھے۔ اپنی سیاسی و سماجی زندگی کے عروج کے دور میں خاندانی جھگڑے میں قتل کر دیئے گئے اور یوں گجرات ایک بڑے سیاستدان سے محروم ہو گیا۔ میاں محمد اکبر قبرستان خواجگان کے شاہ بلاک میں تقریباً درمیان میں دفن ہیں۔ چوکھنڈی میں ان کے خاندان کے کچھ اور لوگ بھی مدفون ہیں۔ پختہ قبر پر کتبے کی عبارت یہ ہے۔

اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

میاں محمد اکبر

ولد الحاج میاں برکت علی

تاریخ پیدائش: ۱۵ جولائی ۱۹۱۸ء۔

تاریخ وفات: ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا

بھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

خواجہ محمد امین

خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے خلیفہ جناب خواجہ محمد امین ۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۶ء۔ میں چکوڑی بھیلووال میں مولانا حافظ نور الدین فاروقیؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ تعلیم دین اپنے والد ماجد سے حاصل کی جو بلند مرتبہ عالم دین اور ولی کامل تھے۔ خواجہ محمد امین صاحب، پیر سیال شریف حضرت خواجہ شمس الدین کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلوک کی منازل اس خوبی سے طے کیں کہ درجہٴ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ تمام زندگی زہد و عبادت اور تقویٰ و استغناء میں گزاری اور آخر ۱۲ ذیقعد ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۰۷ء کو عالمِ فانی سے عالمِ باقی کو سدھارے اور چکوڑی بھیلووال (جواب ایسی ہی بابرکت ہستیوں کی موجودگی کی وجہ سے چکوڑی شریف کہلاتی ہے) میں گاؤں کے شمال میں دفن ہوئے۔ مولانا نور الدین انور ساکن ہریہ والانے تاریخِ وفات نکالی۔ "محمد امین ہم خدا دوست بود" = ۱۳۲۵ھ۔ قبر پر مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ دروازے کے اوپر یہ عبارت سنگِ مرمر کی تختی پر کندہ ہے۔

۷۸۶

خواجہ محمد امین رضی اللہ تعالیٰ

تولد: ۱۲۹۳ھ - تاریخِ وفات ۱۲ ذیقعد ۱۳۲۵ھ (۱)

خلیفہ خواجہ شمس الدین چشتی نظامی

قبر کے سرہانے نصب کتبے پر یہ قطعہٴ تاریخِ وفات کندہ ہے۔

یا محمد

یا اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

چو مہرِ طریقتِ بحکمِ خدا
 یکایک ز اوجِ چکوڑی ہفت
 پتے سالِ تاریخِ ہاتفِ گفت
 "محمدؐ اسین زینت الخلد" گفت (۲)

۱۳۲۵ھ (۱۲ ذیقعد)

(۱)۔ اس طرح عمر صرف ۳۲ سال بنتی ہے۔

(۲)۔ یہ قطعہ مولوی نور الدین نور ساکن ہریہ والا کا ہے۔ ان کو خواجہ محمد امین سے بہت عقیدت تھی چنانچہ انہوں

نے خواجہ صاحب کی وفات پر کئی قطععات تاریخینہ لکھے تھے جو "احوال و آثار مولوی نور الدین نور" مرتبہ ڈاکٹر محمد منیر احمد
 سلج میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

میاں محمد بوٹا شاعر گجراتی

پنجابی زبان کے عظیم شاعر میاں محمد بوٹا گجرات شہر کے محلہ کٹرہ ٹالباں میں ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں لسو تھا۔ بزرگ کشمیر سے ہجرت کر کے گجرات آئے تھے۔ میاں محمد بوٹا پہلے ٹالباںی کا کام کرتے تھے اور اس میں بہت مشاق تھے۔ پھر عطاری کی ہٹی کھول لی جو اہل ذوق کا مرکز بھی ہوتی تھی۔ میاں بوٹا معتبر سماجی حیثیت کے بھی مالک تھے اور گجرات میونسپل کمیٹی میں ۲۷ سال بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوتے رہے تھے۔

علامہ اقبال اور کریم بی بی (دختر، ڈاکٹر شیخ عطا محمد) کے نکاح میں میاں بوٹا بطور گواہ موجود تھے اور اس نکاح کے وقت (۴ مئی ۱۸۹۳ء) وہ کمیٹی کے ممبر تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے "اقبال اور گجرات) میاں بوٹا نے ۱۸۷۰ء کے قریب پنجابی شاعری کی ابتدا کی اور انتقال تک کم و بیش ۲۰ کتب شاعری یادگار چھوڑیں۔ جن میں پنج گنج (سی حرفیاں)، مرزا صاحبان، شیریں فرہاد، چندر بدن، سوہنی مہینوال، تمسیم انصاری، روڈا جلالی، سلطان محمود، احسن القصص، سستی پنوں، سلیمان بلقیس، سیر بہشت، جنگ نامہ الامین، وفات نامہ سرکارِ دو عالم، خطباتِ محمدی، باراں ماہ، وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی بدولت میاں بوٹا آج بھی زندہ جاوید ہیں ورنہ ان کی اولاد نہیں تھی۔ بقول ذوق

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق

اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

میاں محمد بوٹا نے ۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء کو وفات پائی اور قبرستان بھٹیاں (گجرات) کے جنوب مشرقی کونے میں دفن کئے گئے۔ پیر فضل گجراتی نے قبر کو پختہ کیا اور سنگ

مرمر کی تختی لگائی تھی۔ جس پر یہ مختصر عبارت کندہ ہے۔

۷۸۶

لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میاں محمد بوٹا شاعر

تاریخ وفات

۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء (۱)

(۱)۔ میاں محمد بوٹا کی اس تاریخ وفات پر بہت سے محققین مثلاً شریف کنجاہی صاحب کو اعتراض ہے اور ان کے

خیال میں کتبہ پر کندہ سن غلطی سے لکھا گیا ہے۔ اصل سن ۱۹۲۹ء ہونا چاہیے۔ بازار گجراتی بھی اسی خیال کی تائید کرتے

ہیں اور تمام تذکروں میں بھی سن وفات ۱۹۳۰ء درج ہے۔

خواجہ سید محمد چراغ

عارفِ باکمال، عالمِ بے بدل خواجہ محمد چراغ چکوڑوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مریدِ خاص تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد پیر محمد عالم نقشبندی سے حاصل کی اور روحانی فیوضات خواجہ محمد امین فاروقی سے حاصل کیے جو آپ کے ماموں بھی تھے۔ خواجہ محمد چراغ بچپن ہی سے نہایت ذہین و طباع تھے۔ آپ نے صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں قرآن پاک حفظ کیا۔ مرزائیت کے لئے آپ برہانِ قاطع تھے۔ شعر و سخن سے بھی شغف تھا۔ اور دینی علوم پر بھی دسترس تھی۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ اپنا لباس بھی اتار کر دے دیتے تھے۔

پیر مہر علی شاہ آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات وہ اکیلے ہی بغیر اطلاع کے چکوڑی شریف آ جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ سید محمد چراغ شاہ کی عدم موجودگی میں مجھے نکات و معارف بیان کرنے میں تامل رہتا ہے یہی ایک شخص ہے جو میری علمی مجالس میں بمنزلہ امیر خسرو ہے۔

آپ نے ۱۹۱۸ء میں صرف ۴۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ مولوی سلام اللہ شائق نے قطعہ تاریخ رحلت لکھا۔

چراغِ خاندانِ عباسِ گلِ شد پناہ ہے بود بہر اہلِ رحمت
بتاریخِ وفاتش گفت شائق بگو "ہے ہے چراغِ اہلِ رحمت"

۱۹۱۸ء

راقم نے "خوگرِ الفت" = ۱۳۳۷ھ سے سنِ رحلتِ خواجہ نکلا ہے۔ آپ کی قبر چکوڑی شریف میں خواجہ محمد امین فاروقی کے مزار سے ملحق جانبِ مغرب واقع ہے۔

کتبے کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفات

حضرت مولوی حافظ صاحبزادہ

محمد چراغ شاہ صاحب

عباسی اہاشمی چشتی نظامی

۱۹۱۸ء

بمطابق ۱۳۳۷ھ ہجری

مولانا سید محمد حبیب اللہ

قطب الارشاد حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ قرنِ اول کے مسلمانوں کی سادگی، طہارت، شرافت اور پاکیزگی کا نمونہ تھے۔ آپ ۱۸۹۵ء میں مولانا سید عطا محمد کے گھر امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ایف اے، ایس اے وی تک تعلیم حاصل کی۔ زمیندار سکول گجرات میں طویل عرصہ مدرس رہے۔ علمِ دین اور تصوف میں بے مثل تھے۔ عیسائیت پر بھی وسیع مطالعہ تھا۔ وعظ و خطابت میں تاثیر تھی اور اہل علم اور صوفیاء سے بہت محبت تھی۔ جامع مسجد ریاض المدینہ اکبر آپ کی مساعی جمیلہ سے تعمیر ہوئی۔ آپ سلسلہء نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ میں خواجہ محبوب عالم (سید شریف پھالیہ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت کے درجہ پر فائز کئے گئے۔ آپ کی تمام زندگی سنتِ رسولؐ کے اتباع اور دینِ اسلام کی تبلیغ میں صرف ہوئی۔

آپ نے ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔ راقم نے "مخزنِ رحمتِ الہ" = ۱۳۸۱ھ سے تاریخِ وفات نکالی ہے۔ آپ کا مزار محلہ مسلم آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کی قبر کا کتبہ اس عبارت پر مبنی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

مرکز تجلیاتِ ربانی

سعید ازل، کوہِ استقامت، نائبِ رسول، قیومِ وقت، قطبِ الارشاد، حبیب الرحمن،

ابوالعالم حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ العزیز

وفات: ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بمطابق ۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء۔

خواجہ محمد حسن نقشبندی

قریشی ہاشمی خاندان کے اس سپوت کا شمار گجرات کے اہم روحانی بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ معروف طبیب، شیخ شریعت و طریقت تھے۔ آپ گجرات کے گاؤں رانیوال میں پیدا ہوئے۔ سردار محمد حیات خان دُرّانی آپ کو گجرات لے آئے۔ اور اپنی حویلی کے نزدیک ایک شاندار مسجد تعمیر کی (جو اب جامع مسجد قصاباں کہلاتی ہے) پیر محمد حسن نے اسی مسجد میں دعوت و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور ہزاروں دلوں میں ایمان کی شمع روشن کی۔ بعد میں عقیدہ تمندوں نے مسجد کے پاس ہی ایک چھوٹا سا گھر بنا دیا جہاں آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

آپ خواجہ نور محمد صاحب آف چورہ شریف کے خلیفہ خاص تھے اور اسی نسبت کے سبب پیر جماعت علی شاہ صاحب سے آپ کے نہایت گہرے مراسم تھے۔ گجرات میں دو نقشبندی خاندان علمی، مذہبی اور حریت ایمانی کے اعتبار سے ہمیشہ نمایاں رہے۔ ان میں ایک آپ کا خاندان اور دوسرا پیر ولایت علی شاہ صاحب کا خانوادہ ہے۔ آپ کے صاحبزادے غلام دستگیر اور پوتے غلام ربّانی نے تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں بالترتیب جرأت و حریت کے سنہری باب رقم کیے۔ اُدھر صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی بھی تحریک پاکستان میں سرگرم رہے اور جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے کبھی خوف زدہ نہ ہوئے تھے۔

خواجہ محمد حسن کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء آپ کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوتے مگر آپ کبھی بھی طالب دنیا نہ ہوتے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں چاہے جتنے بھی مہمان آجاتے، جاتے نماز کے نیچے سے حسبِ ضرورت رقم نکال کر

استعمال کر لیتے، جو کبھی ختم نہ ہوتی تھی۔ آپ کے ہاں چورہ شریف، تونسہ شریف اور تیرا شریف کے بزرگان بھی تشریف لاتے اور آپ کے وجود کو گجرات کے لئے برکت کا باعث گردانتے تھے۔ آپ سنتِ نبویؐ پر سختی سے عمل کرتے تھے اور آپ کا وعظ دل میں گھر کرتا جاتا تھا۔

آپ نے ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا اور قبرستان میراں صاحب دندوکی مسجد شادیوال روٹی میں دفن ہوئے۔ آپ کے قریب آپ کے خاندان کے دیگر افراد کی قبور ہیں۔ قبر پختہ ہے۔ کتبہ نصب نہیں۔

خان بہادر سردار محمد حیات خان دُرّانی

میر محمد شریف دُرّانی کے خلف الرشید، سردار محمد حیات خان دُرّانی گجرات کی ایک قد آور اور نامور شخصیت تھے۔ انگریزی عہد میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ سرسید کے دوست اور ان کی تحریک کے سرگرم رکن تھے۔ سرسید کے دورہ پنجاب (۱۸۸۳ء) کے وقت وہ گورداسپور کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ ڈپٹی یار محمد خان کے بڑے بھائی تھے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی سرگرمیوں کا محور گجرات کے عوام کی ترقی تھا۔ مسلمانوں کی سیاسی اور علمی بیداری کے لئے علی گڑھ تشریف لے جاتے۔ ۱۸۸۷ء میں گجرات میں انہوں نے ایک سیاسی اکٹھ کیا اور سرسید سے رابطے کر کے کانگریس میں شمولیت کے لئے مشورہ طلب کیا۔ یوں گجرات میں سیاسی بیداری کی ابتدا آپ نے کی۔ ۱۸۹۳ء میں گجرات میں پہلا اسلامیہ پرائمری سکول قائم ہوا۔ اس کے قیام میں آپ نے مرکزی کردار ادا کیا۔ سردار محمد حیات خان نہایت نیک طینت، قومی لیڈر تھے۔ صوم و صلوة کے پابند اور نیک دل انسان تھے۔ غربا اور مساکین کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔ محلہ بکر قصاباں نزد پرانی سبزی منڈی میں آپ نے ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی اور اس کی تکمیل کے لئے رنجیت سنگھ کی بارہ درمی (جو آپ کے صاحبزادے نے خرید رکھی تھی) فروخت کر کے رقم فراہم کی۔ آپ ۱۹۰۵ء بمطابق ۱۳۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

میگم پورہ میں واقع اپنے آبائی قبرستان (متصل میگم مسجد) میں آسودہ خاک ہوئے۔ پختہ قبر پر نصب کتبے کی تحریر یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
 سمر دار محمد حیات خان
 خلف

محمد شریف خان دُرّانی
 وفات: ۴، اپریل ۱۹۰۵ء۔

خان صاحب ڈاکٹر چوہدری محمد حیات خان

انگریزی دور حکومت میں انگریز کے مقاصد میں مدد دینے کے صلے میں خطاب پانے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن طب کے شعبے میں خدمات کے اعتراف میں خطاب پانے والے چند ایک ہی تھے۔ جن میں سے ایک، راجپوت خاندان کے چشم و چراغ ڈاکٹر محمد حیات خاں تھے۔ جنہیں ۲۶ جون ۱۹۰۸ء کو "خان صاحب" کا خطاب ملا۔ آپ طبِ فرنگ میں اپنی مہارت کے لئے مشہور تھے۔ اور اسی بنا پر شہنشاہ ایران اور وزیر اعظم افغانستان کے ذاتی معالج رہے۔

آپ نے ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو وفات پائی اور قبرستان دارا گلاب شاہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی قبر، قبرستان کی شمالی دیوار سے جانبِ جنوب چند قدم کے فاصلے پر واقع ہے۔ پختہ قبر پر کتبہ کی تحریر حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خان صاحب ڈاکٹر چوہدری محمد حیات خان
معالج خانوادہ شہنشاہ ایران و وزیر اعظم افغانستان
تاریخ وفات

۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء۔

حاجی محمد دین قادری

اپنی لاکھوں روپے کی جائیداد راہِ خدا میں وقف کرنے والے مردِ درویش حاجی محمد دین بلاشبہ گجرات کے عظیم ترین لوگوں میں سے تھے۔ آپ حضرت جعفر طیارؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے بزرگوں میں سے چھٹی نسل میں عثمان نامی بزرگ گجرات آئے۔ آپ کے والد کا نام مولوی جیلانی بخش قریشی اہاشمی تھا جو تحصیلدار تھے۔ اور اپنی صاف گوئی کی بنا پر "راست گو" کہلاتے تھے۔ حاجی محمد دین نے انٹرنس مشن سکول گجرات سے اور کمپلاس کی تعلیم گوجرانوالہ سے حاصل کی اور سب اوور سیتزر کے طور پر عملی زندگی کا آغاز کیا۔ پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دینِ مصطفیٰ کی تبلیغ و خدمت میں مصروف ہو گئے۔ اور تمام عمر اسی راہ میں گزار دی۔ حضرت سلطان باہو سے والہانہ عشق تھا اور انہیں سے روحانی فیض پایا۔ گجرات میں شاہدولہ روڈ پر ایک مسجد تعمیر کرائی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی طرح ذاتی خرچ سے لائل پور اور جھنگ میں بھی دو مساجد تعمیر کرائیں۔ اور اپنی لاکھوں کی جائیداد ان مساجد کے خرچ کے لئے وقف کر دی۔ سخاوت آپ کی نمایاں خوبی تھی۔ اُردو، فارسی، اور عربی پر عبور حاصل تھا۔ ۵۰ کے لگ بھگ دینی اور صوفیانہ کتب خود تصنیف کر کے شائع کروائیں۔ اور مفت تقسیم کیں۔ فارسی اور پنجابی کے نعتیہ دیوان بھی موجود ہیں۔ آپ کی قبر، شاہدولہ روڈ پر "مسجد حاجی صاحب" کے جنوب مشرقی کونے میں ہے۔ جس پر ۱۹۳۵ء میں مقبرہ تعمیر کیا گیا تھا۔ دروازے کے دائیں ہاتھ کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آرامگاہ جناب مسطاب حضرت قدوة السالکین

مولانا حاجی محمد دین قادری سروری

تَعَمَّدَ اللّٰهُ بِمَحَلِّ الْعُقْرَانِ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنَّتِهِ الرَّضْوَانِ

کہ روح پر فتوح شان بروز سہ شنبہ بین العصر والمغرب بست جمادی الاول

۱۳۵۷ھ ازیں دارفانی بہ جوار رحمت رحمانی رحلت نمود

"ہوالباقی"

کرد چوں حاجی محمد دین ازیں دنیا سفر از دوروں این و آں آمدندا واحسرتا

ہر کسے گفتا پس از مدت پیاید در جہاں این چنین صاحب دل و زاہد و حکیم و پارسا

چشم اُد حق ہیں لبش حق گو دل اُد حق شناس روح او پاک و نگہ بیعیب و طبعش بے ریا

بود مقبول جہانے با دل و جانے کہ داشت این ہمہ صدق و ارادت آں ہمہ جود و سخا

من ازیں رُو نیز تاریخ وفاتش یافتم

"از سر زہد و نیاز و از دل بزل و سخا" (۱)

۱۳۵۷ھ

(۱)۔ زہد کی ز، نیاز کی ن، بزل کی ذ اور سخا کی خ کے اعداد ملانے سے، ۷ + ۵۰ + ۷۰۰ + ۶۰۰ =

کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی

تبسم قریشی، گجرات کے نامور شاعر، صحافی، ادیب اور سماجی کارکن تھے۔ ایک استاد اور معالج کے طور پر بھی آپ کا نام بہت احترام سے لیا جاتا ہے۔ آپ ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء کو مولوی عبدالکریم قلعدار کی گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے اور جوئیئر سپیشل کلاس ڈسٹرکٹ سکول کنجاہ سے پاس کی۔ نارمل ہائی سکول سرگودھا سے ٹریننگ لی اور فوج میں کلرک بھرتی ہو گئے۔ تحریک عدم تعاون میں ۱۹۱۹ء میں ملازمت چھوڑ دی اور تحریکِ خلافت میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۲۳ء میں منشی فاضل کیا اور نارمل سکول لالہ موسیٰ سے ٹریننگ مکمل کر کے استاد تعینات ہوئے۔ وزیر آباد اور زمیندار سکول گجرات میں استاد رہے۔ سر فضل علی کے قریبی ساتھی تھے۔ زمیندار سکول اور کالج کے قیام میں انتھک محنت کی۔ ۱۹۴۳ء میں فوج میں کمیشن لیا اور کیپٹن ریٹائر ہوئے۔

فن شعر گوئی میں سید وحید الدین سلیم پانی پتی کے تلمیذ تھے۔ اردو، فارسی اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ فارسی کلام کا انتخاب "خُمنانہ دل" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ غیر مطبوعہ کلام کئی دیوانوں پر مشتمل ہے۔ ہفت روزہ اقبال، غازی اور محبت کسان کے مدیر بھی رہے۔ آخری عمر میں ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے ذریعے عوام کی خدمت کرتے رہے اور اس موضوع پر کئی کتب بھی لکھیں۔

۱۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو فوت ہوئے۔ قبرستان خواجگان کے شاہ بلاک میں میاں اکبر فیملی کی قبروں کے احاطہ سے جانبِ جنوب آپ کی قبر ہے۔ سنگِ مرمر کے خوبصورت کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَا نِ
 خاکیا پی مہر، حستان العجم
 کیسٹن محمد رمضان تبسم قریشی قلعہ داری مرحوم و معذور نور اللہ مرقدہ
"قطعہ مولائی تبسم قریشی"

ھ ۱۳۹۳

تبسم قریشی شیریں زباں بہ شعر و سخن افتخارِ جہاں
 سخن سنج و ہم نعت گوئی رسول نہاں شد چوزیں چادرین خاکداں
 "حستان العجم سوئی جنت شافت" = ۱۹۷۳
 "مہ دیں رواں شد تبسم کتاں" = ھ ۱۳۹۳ (۱)

(احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری)

(۱) - دوسرے مصرعے کے اعداد ۱۲۹۳ بنتے ہیں۔

خان بہادر کپتان محمد زمان خان گوندل

انگریزی عہد میں چند مقتدر خاندانوں میں سے ایک گجرات کا یہ خاندان تھا۔ محمد زمان خان گوندل انگریزی دور میں ایبٹ آباد اور پشاور میں کلرک رہے۔

آپ کا شجرہ نسب حضرت جعفر طیار سے ملتا ہے۔ یوں آپ قریشی ہاشمی تھے مگر کچھ قانونی تقاضوں کی وجہ سے گوندل لکھنا پڑا۔ فوجی بھرتی میں بہت سرگرم تھے۔ اسی سلسلے میں انہیں یکم جنوری ۱۹۱۳ء کو ایم بی ای کا خطاب ملا اور جنگ عظیم اول میں مزید تعاون پر ایم ڈی او اور خان بہادر کے خطبات سے نوازے گئے۔ گجرات میونسپل کمیٹی کے صدر بھی رہے اور سماجی کاموں میں بھی نمایاں رہے۔

آپ کے پوتے کرنل عبدالرحمن نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں شہادت کا جام نوش کیا اور کمال بہادری پر "ستارہ جرات" کا اعزاز بھی پایا۔ آپ اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہیں جو مزار شاہ حسین کے عقب میں مسجد کی جنوبی دیوار سے متصل ہے۔ پختہ قبر کے سنگ مرمر کے کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خان بہادر کپتان محمد زمان خان گوندل

او۔ بی۔ ای، ایم۔ ڈی۔ او

پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی گجرات

ولد چوہدری سید محمد گوندل

تاریخ وفات: ۲، اگست ۱۹۳۰ء۔

مولانا چوہدری محمد سرفراز خان

چوہدری سرفراز خان ایک عالمِ باعمل اور مصنفِ کتبِ کثیرہ تھے۔ آپ نے کالرہ کلاں ضلع گجرات کے ایک متمول زمیندار گھرانے میں چوہدری محمد خاں کے ہاں ۱۸۹۶ء کے لگ بھگ جنم لیا۔ ہریہ والا پراٹھری سکول اور گجرات سناتن دھرم ہائی سکول سے تعلیم پانے کے بعد ہیلی کالج آف کامرس لاہور سے اکاؤنٹس اور بک کیپنگ میں ڈپلومہ لیا اور برٹش آرمی میں بطور اکاؤنٹنٹ اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ نائیکریا اور نیروبی میں رہے اور طویل عرصہ نوشہرہ کینٹ میں گزارا جہاں سے آپ کی علمی و دینی خدمات کا طویل سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۹۴۲ء میں والد کی بیماری کی وجہ سے نوکری چھوڑ کر گھر آ گئے اور گجرات پنجاب بس سروس اور کئی دیگر اداروں میں ملازم رہے مگر جہاں بھی ذرا سی بددیانتی دیکھی نوکری چھوڑ کر گھر آ گئے۔ صدر اینڈ کمپنی میں عمر کا ایک طویل عرصہ گزارا۔ اکاؤنٹنگ میں اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کو کبھی منہی مقاصد کے لئے استعمال نہ کیا۔

آپ نے اپنی ذاتی کاوش، شوق اور لگن سے دین کا بے پناہ مطالعہ کیا اور ۳۴ کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتبِ علومِ دینیہ تصنیف کیں۔ ذاتی لائبریری بہت بڑی تھی اور اصل ماخذات تک پہنچنے کے لئے دور دراز سے کتب منگواتے تھے۔ آپ نے مرزائیت کے خلاف قلمی جہاد کیا اور کئی کتب ردِ مرزائیت میں لکھیں۔ پرویزی اور نیچری فرقوں کے خلاف بھی قلمی جہاد کیا۔ مگر کبھی بھی اسلامی رواداری اور بھائی چارے کا دامن نہ چھوڑا۔ ان کی کوششوں سے غلام چیلانی برق اپنے مخصوص نظریات سے تائب ہوا۔ کئی غیر مسلموں اور احمدیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ نے بدعات کے خلاف بھی مؤثر آواز بلند کی اور اس سلسلے میں کئی کتب تصنیف کیں اور دنیا بھر سے فتاویٰ منگوائے۔ شرک کے خلاف بھی تقریر و تحریر کے

ذریعے علم جہاد بلند کیا اور اپنی مدلل تحریروں سے بہت سے گمراہوں کو راہِ راست پر لائے۔ رزقِ حلال کے سختی سے پابند تھے۔

آپ خوش اخلاق، خوش گفتار، خوش کردار، خوش لباس اور خوش خوراک انسان تھے۔ اصولوں کے پابند اور اسلام کے عملی درس کا کامل نمونہ۔ آپ کا اصول تھا کہ غلط عقیدے سے نفرت کرو مگر انسان کو محبت سے صراطِ مستقیم پر لاؤ۔ آپ آخری عمر میں کبھی کبھی گاؤں کی مسجد میں درس بھی دیتے تھے۔ گاؤں کے دینی مسائل کے علاوہ ذاتی قسم کے جھگڑوں اور سماجی مسائل میں بھی آپ کی رائے کو بہت احترام حاصل تھا۔ آپ نے اپنی کتب ہمیشہ مفت تقسیم کیں کیونکہ مقصد حصولِ زر نہ تھا بلکہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام تھا۔ آپ کی اہم کتب میں درج ذیل شامل ہیں۔

آفتابِ نبوت در ردِ مرزائیت، اظہارِ حق و زہقِ الباطل، مائتہ فتاویٰ فی مسئلہ علم الغیب، معجزانہ ولادت و حیاتِ مسیحؑ، اصلاحِ اغلاطِ العوام فی احکامِ اسلام، مصلحتِ تعددِ ازواج، دورِ حاضر کی الجھنوں کا اسلامی حل اور "Muhammad - The World Prophet" (زیرِ طبع)۔

آپ نے ۱۴ جنوری ۱۹۸۷ء کو وفات پائی اور کالہ کلاں کے قبرستان "شاہ لالہ" میں سے گزرنے والے راستے کے قریب دفن ہوئے۔ آپ نے وصیت کر رکھی تھی کہ آپ کی قبر پختہ نہ کی جائے اور نہ کتبہ لگایا جائے۔ مگر نشاندہی میں آسانی کی خاطر یہ مختصر سا کتبہ نصب کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوہدری محمد سرفراز خان

تاریخِ وفات: ۱۴ جنوری ۱۹۸۷ء۔

شیخ محمد سلیم ہاشمی

شیخ طریقت، مجاہد و مرتاض، ماہر طبیب اور سماجی شخصیت شیخ محمد سلیم ہاشمی گجرات کے قابل احترام قریشی ہاشمی خانوادے کے گلِ سرسبد تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد علی اور دادا کا نام غلام حسین تھا۔ جو گجرات میں اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ آپ نہایت مشفق معالج اور اتالیق لئیق و خلیق تھے۔ بہت سے امراءِ روسائے وقت آپ کے شاگرد تھے۔ طبابت میں وسیع تجربہ اور سرچشمہ فیض تھے۔ دور دور سے مایوسِ صحت مریض آپ کے پاس آتے اور شفا پاتے۔ آپ طبیبِ اجساد ہی نہیں طبیبِ ارواح بھی تھے۔ طبابت سے حصولِ زر مقصد نہ تھا۔ جو آمدنی ہوتی وہ درویشوں اور مسکینوں کے لئے خرچ کر دیتے۔ تصوف میں بھی آپ بلند درجہ پر فائز تھے۔ آپ پیر میر حیدر ساکن چیلیانوالی کے خلیفہ تھے۔ اور ان کا مزار بھی آپ نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ اور ساتھ ایک سرائے، مسجد، کنواں بھی بنوایا تھا اور کچھ اراضی بھی اس درگاہ کے لئے وقف کی تھی۔

آپ نے گجرات شہر کے بازارِ صرافاں میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جس کی پیشانی پر یہ تاریخ از مولوی غلام قادر خلف الرشید مذکور موصوف پتھر پر کندہ ہے۔

عارفِ حق شیخ محمد سلیم
کرد چو این مسجد عالی بنا
سالِ بنا ہاتفِ غیبی بمن
گفت بگو "خانہٴ یادِ خدا"

۱۲۷۶ھ

شیخ محمد سلیم صاحب کو آخر عمر میں ایسا استغراق الہی ہوا تھا کہ مراقبہ میں سرزانو پر رہا اور گردن تشنج ہو گئی اور دونوں زانو متحجر ہو گئے۔ اسی حالت میں قضا کی۔ مگر مرنے کے بعد تمام جسم ریشم کی طرح نرم و ملائم ہو گیا تھا۔ اور سب جوڑ کھل گئے تھے۔

آپ کی قبر، حضرت شاہ حسین ملتانی کے مزار سے ملحق جانب شمال واقع ہے جہاں
آپ کے صاحبزادے مولوی غلام قادر بھی مدفون ہیں۔
قبر کے کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عارفِ حق

مخدوم سید محمد سلیم ہاشمی

ولد

مخدوم سید محمد علی ہاشمی

پیدائش: ۱۱۹۴ھ بمطابق ۱۷۷۳ء۔

وفات: ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۵۹ء۔

بروز جمعۃ المبارک، ۲۱ ربیع الاول

قطعہ تاریخ وفات از حکیم خدا بخش ہاشمی

حضرت مخدوم محمد سلیم کرد چو زین منزل دنیا گزار

سالِ وصالش بزبانِ سروش گشت ز "مخدوم شریف" آشکار

۱۲۸۰ھ

ملا محمد صالح گجراتی

آج سے دو سو سال قبل گجرات میں سب سے بڑا دینی مدرسہ "مسجد لوہاراں" میں ہوا کرتا تھا۔ جہاں ملا محمد صالح گجراتی کی حیثیت ایک چشمہ فیض کی سی تھی۔ یہ مسجد گجرات شہر میں قلعہ کے سائے میں جانب مغرب آج بھی موجود ہے۔ اس زمانے میں یہ مسجد معقولات کی تدریس کے لئے مشہور تھی۔ صرف نحو، فلسفہ، منطق وغیرہ کی تعلیم کے لئے دور دور سے تشنگان علم حاضر ہوتے اور گوہر مقصود پاتے۔

ملا صالح نے خود وقت کے جید علماء سے کسب فیض کیا تھا۔ آپ مولانا ضیا الدین احمد کے تلمیذ خاص تھے اور وہ مولانا قتل احمد کے جو ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے فرزند ارجمند تھے۔ مولوی محمد صالح کے بارے میں مولانا کلیم اللہ "تذکرہ علمائے ہند" (تفلی) میں لکھتے ہیں:

"استاد صاحب مولا آل اوان بود۔ علم از پشاور یافت و از مولانا چکوہا، از مولانا ضیا۔ الدین احمد و ایشاں از مولانا قتل احمد و اوشاں از مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی۔"

مولوی محمد صالح کنجاہی (م: ۱۳۰۰ھ) سلسلۃ الاولیاء (تفلی) میں لکھتے ہیں:

"چراغ دانش و یقین، شمع ملت و دین، کمال المصالح حضرت میاں محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ در علم و عمل بے نظیر کثیر الفیض بود۔ تلامذہ بسیار داشت و ہر یک بدرجہ کمال رسیدہ"

ملا صالح حضورؐ کی زیارت سے بھی مشرف تھے اور علوم کا ہی نہیں فیوض کا بھی سرچشمہ تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہر چھ ماہ بعد گھر کا تمام مال و اسباب راہِ خدا میں

تقسیم کر دیتے اور سوائے نامِ خدا کچھ نہ رکھتے تھے۔ اس مردِ خدا نے ۱۲۲۴ھ بمطابق ۱۸۰۹ء۔ وفات پائی۔

"غریب بود" = ۱۲۲۴ھ مادہ تاریخ ہے۔ مولانا غلام محی الدین کنجاہی نے قطعہ تاریخ لکھا اور مادہ تاریخ نکالا "ز فوٹش شدہ دلِ دیں چاک" = ۱۲۲۴ھ۔ شیخ عبداللہ ساکن چک عمر نے قطعہ لکھا

فاضلِ حق محمد صالح کو ہجرات بود "مصدر فیض"

۱۲۲۴ھ

شد ز دارِ فنا بہ دارِ بقا سالِ تاریخ اوست "مظہر فیض" (۱)

۱۲۲۴ھ

آپ کی قبر (خستہ حالت میں) پرانی جیل کے عقب میں موجود ہے۔ جیل کے عقب میں واقع چوک سے ایک چوڑی گلی شمالاً اوپر چڑھ کر دارا بلوچاں میں جاتی ہے۔ تھوڑا سا آگے جا کر ذرا اونچی جگہ ہے جو کھلی پڑی ہے یہیں مسجد لوہاراں واقع ہے جس کے جنوب میں چند قبریں ہیں۔ کونے والی قبر مولوی محمد صالح صاحب کی ہے۔

(۱) "مظہر فیض" سے ۱۲۲۴ کی بجائے ۲۰۳۵ اعداد لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صوفی محمد ضیا۔ الحق

عربی زبان و ادب کے عالم بے بدل، شاعر اور محقق جناب ڈاکٹر صوفی محمد ضیا۔ الحق مولانا اصغر علی روحی کے نامور فرزند اور ان کی علمی میراث کے جانشین تھے۔ آپ لاہور میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم حاصل کی اور عربی زبان میں ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے وائس چانسلر رہے۔ وہ اپنے بلند علمی مرتبے اور ذاتی خوبیوں کی بنا پر رفقہ کار اور شاگردوں میں ہر دلعزیز تھے۔ علم و تحقیق سے کچھ ایسا لگاؤ تھا کہ تمام عمر شادی نہیں کی۔

آپ نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ بروز جمعہ عیدالضحیٰ بوقت نماز عید بمطابق ۱۴ جولائی ۱۹۸۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔ آپ کے نامور شاگرد پروفیسر ڈاکٹر خورشید رضوی نے قطعات تاریخ رحلت لکھے۔ رضوی صاحب نے ایک شعر لکھا ہے

ناز بر خویش کن اے خاک کٹھالہ تا ختر

کہ سپردیم بتو مہر درخشانے را

انہوں نے "خلد منزل محمد ضیا۔ الحق صوفی" = ۱۹۸۹ء اور "مرد صالح لصبح عیدالضحیٰ" = ۱۴۰۹ھ اور "ذی الحجہ بروز عید قربان" = ۱۴۰۹ء سے مادہ ہائے تاریخ نکالے ہیں۔ آپ کٹھالہ میں برب جی ٹی روڈ جامع مسجد روحی کے ساتھ مدفون ہیں۔ قبر کے سرہانے موجودہ کتبے کی تحریر حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ تاریخ وفات

ڈاکٹر محمد ضیا۔ الحق صوفی مرحوم و معذور

سابق وائس چانسلر گورنمنٹ کالج لاہور

سیدہ سادہ بجلا ضیا۔ الحق چل دیا چل دیا ضیا۔ الحق
 روشنی کا دیا ضیا۔ الحق بچھ گیا بچھ گیا ضیا۔ الحق
 علم کا علم کا حسین پیکر خوش نفس خوش نوا ضیا۔ الحق
 جس سے برپا تھیں محفلیں دل کی چل بسا چل بسا ضیا۔ الحق
 تیرے جانے سے سب ہوتے مفلس عاجز و بے نوا، ضیا۔ الحق
 نرم خو، نرم دل، شفیق و حلیم صاحب عقل و فہم و عزمِ صمیم
 دیدہ ور، نکتہ داں، دقیقہ شناس روکش بحرِ جس کا فیضِ عمیم
 کام سے اس کو تھا ہمیشہ کام تھا وہ لاریب مردِ خوش انجام
 اس کی تحقیق و جستجو کے مقام آشکارہ رہیں گے سب پہ دام
 آہ ! وہ فخرِ دو دماں نہ رہا علم و دانش کا قدرداں نہ رہا
 نامور خاندانِ روحی کا فیض آثارِ ترجمان نہ رہا
 مہد سے لحد تک سفر میں رہا وہ مسافر تھا علم کا جویا
 کاٹ دی عمر سب تجربہ میں علم کی جستجو میں دل کھویا
 آج ہم کو چھوڑ کر تنہا وہ ہوا رہو سوتے عقبی
 یومِ اصحیٰ ہے اور وقتِ اصحیٰ ٹوٹی کسی قیامتِ صغریٰ
 دیکھ کر دل گرفتہ و مکروب مجھ سے ہاتھ نے کہہ دیا مطلوب
 یعنی تاریخ اس کی "ہائے حیف" ہو گیا آفتاب علم غروب "

(۱)

$$۱۱۴ + ۱۸۷۵ = ۱۹۸۹$$

۱۔ راقم نے "رخصت اے بزمِ جہاں" = ۱۴۰۹ھ سنِ رحلت لکھا ہے۔

ڈاکٹر شیخ محمد عالم

مشہور سیاستدان اور ماہر قانون ڈاکٹر محمد عالم بھی گجراتی تھے۔ ڈاکٹر محمد عالم بنیادی طور پر بہت ذہین شخص تھے۔ لندن سے بار ایٹ لا کرنے والے گئے چنے گجراتیوں میں سے تھے۔ لاہور ہائیکورٹ کے مانے ہوئے وکلاء میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۲۵ء سے سیاست میں آئے۔ ۱۹۳۷ء میں مولانا ظفر علی خاں کی جماعت نیلی پوش تحریک کے ٹکٹ پر راولپنڈی سے بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ مگر حلف اٹھانے سے قبل ہی کانگریس میں شامل ہو گئے اور اپوزیشن لیڈ بن گئے۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور قرارداد پاکستان کے مسودے کی تیاری میں قائد اعظم اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ کام کیا۔ ۱۹۴۴ء میں انہوں نے پھر ایک انقلابی کھائی اور سکندر حیات کے حمایتی بن گئے۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں انہوں نے آزاد حیثیت سے الیکشن لڑا۔ مگر شکست کھا گئے۔ اسی روز کچھ نوجوانوں نے رسی میں لوٹے پرو کر ان کے دروازے پر لٹکا دیے تھے۔ یوں تو وہ بہت نامور تھے ابوالکلام آزاد اور نہرو سے قربی مراسم تھے۔ جناح بھی انہیں اچھی طرح جانتے تھے مگر وقتی مفادات کو پیش نظر رکھنے والے شخص کو عزت کیسے مل سکتی تھی۔ اسی وجہ سے ۱۹۴۶ء میں اہل گجرات بھی ان کے خلاف نہایت سرگرم تھے۔ ڈاکٹر عالم قانون میں پی ایچ ڈی تھے۔ لاہور میں فوت ہوئے اور گجرات میں شاہدولہ روڈ پر پیرننگے شاہ کی قبر سے آگے باغ والی مسجد کے ساتھ اپنے گھر ”کنعان یوسف“ کے صحن میں دفن ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے جواں مرگ بیٹے یوسف اور ان کی اہلیہ دفن ہیں۔ ڈاکٹر عالم کی قبر پختہ ہے مگر کتبہ نصب نہیں ہے۔

مولوی محمد عالم قلعدار

علمائے قلعدار کے معتبر علمی خانوادے کے چشم و چراغ مولوی محمد عالم ۱۸۷۶ء۔ میں قلعدار میں پیدا ہوئے۔ کتبِ علومِ دینیہ والد محترم مولوی فضل احمد، مولوی رحیم بخش اور برادر بزرگ مولوی عبدالکریم سے پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسجد جامع شاہی قلعدار کی مسندِ خطابت و ارشاد کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی۔ جسے آپ نے تازیت نہایت خوش اُسلوبی اور فرض شناسی سے نبھایا۔ والد محترم نے مرتے وقت مسندِ ارشاد آپ کے سپرد کی اور یہ خدمت فی سبیل اللہ کرنے کی وصیت کی۔ آپ نے اس وصیت پر دل و جان سے عمل کیا اور اتنی سال کے عرصہٴ حیات میں سے ایک رات بھی قلعدار سے باہر نہ گزاری۔

آپ عابد و زاہد شب بیدار اور عاشقِ خیرالانام تھے۔ طبیعت میں سوز اور وعظ میں تاثیر تھی۔ آپ نے قلعدار کے درس کا سلسلہ دور دور تک پھیلا دیا اور ہزاروں تشنگانِ علم اس سرچشمہٴ فیض سے سیر ہوئے۔ آپ جید عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بیان و وعظ اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں۔

فتاویٰ محمد عالم، دیوانِ عربی، دیوانِ فارسی، دیوانِ اردو، دیوانِ پنجابی، اسلام امیر حمزہ، اسلام اہل طائف، تفسیر سورہ اخلاص، تفسیر سورہ فیل، تفسیر سورہ کہف، تفسیر سورہ واصلی وغیرہ۔

جامع شاہی قلعدار کی جزوی تعمیر نو کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں انتقال فرمایا اور اسی مسجد کے صحن میں آپ کی قبر بنی۔ دروازے سے داخل ہوں تو دانیں ہاتھ آپ کی پختہ قبر ہے جس کے کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رسول اللہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

مرقد منور

قدوة العارفين، زبدة الواصلين، صدر الافاضل، استاذ العلماء، رئيس الفقهاء

حضرت علامہ مولوی محمد عالم قلعداری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات

بے شک و ریب حجتہ الاسلام آہ = ۱۳۷۴ھ

والا شکوہ آں عالم عالی تبار رفت = ۱۹۵۵ء

عالی تبار و رونق علم و ادب نمائند = ۱۳۷۴ھ

تقلیم دیں را نیک عمل تاجدار رفت = ۱۹۵۵ء

۲۳ جمادی الثانی - ۱۷ فروری بروز جمعرات

بمقام قلعدار ضلع گجرات

مولانا محمد عالم کھوڑوی و صاحبزادگان

مولانا محمد عالم، کھوڑوی نزد ڈنگہ میں گوہر خاں ولد براہم ولد مارج کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے دہلی اور لاہور کے نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور فقہ، منطق، حساب اور خوش نویسی میں کامل دسترس حاصل کی۔ معقولات میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ "حساب العالم" کے نام سے آپ نے ایک کتاب لکھی جس میں فیثاغورث کی طرح ریاضی کے نئے مسائل پیش کئے۔

علمی مقام کے ساتھ ساتھ آپ روحانیات میں بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ حضرت مولانا جان محمد قادری لاہوری کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے ۱۸۹۳ء میں وفات پائی۔ "سراج الاخبار" جہلم کی ۲۰ نومبر ۱۸۹۳ء کی اشاعت میں یہ تعزیتی نوٹ شائع ہوا۔

وفاتِ حسرت آیات

"افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ضلع گجرات کے مشہور فاضل فقیہہ کامل جناب مولانا مولوی محمد عالم صاحب ریتس کھوڑوی ۱۱ نومبر ۱۸۹۳ء کو بوقت نیم شب رہ گئے عالم جاودانی ہوئے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کو غریقِ لہجہ بحرِ رحمت کرے اور آپ کے خلف الرشید مولوی غلام چیلانی صاحب ابوالدرجات اور مولوی عبدالمالک صاحب ابوالبرکات کو صبر جمیل عطا فرمائے"

آپ کو کھوڑوی عالم کے عام قبرستان سے جانبِ شمال آپ کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر کے ساتھ دائیں بائیں آپ کے بیٹوں مولوی غلام غوث، مولوی

غلام چیلانی ابوالدرجات، حافظ قاری محمد وارث، مولوی محمد دین کی قبریں ہیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ بھی یہیں دفن ہیں۔ مولوی غلام غوث صاحب نے ۱۸۹۰ء کو وفات پائی۔ "سراج الاخبار" جہلم کی ۸ دسمبر ۱۸۹۰ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی۔

انتقالِ پرملاں

"بڑے افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ جناب فاضلِ اجلِ عالمِ اکمل مولوی غلام غوث صاحب خلف الرشید جناب مولیٰ الکل مولانا محمد عالم ریٹس کھوڑی ضلع گجرات نے ۲۶ نومبر ۱۸۹۰ء یومِ چارِ شنبہ کو بعارضہ تپ انتقال کیا"

مولوی غلام چیلانی ابوالدرجات بھی نہایت بلند علمی مقام کے مالک تھے۔ ریاست بھوپال، ٹونک وغیرہ میں بندوبست و مال کے محکموں میں یادگار خدمات سرانجام دیں۔ قصیدہ، مرثیہ اور تاریخ گوئی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مگر افسوس اپنے تخر علمی سے کوئی قابلِ ذکر علمی کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔ ان کی تاریخِ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ ان کی اولاد ۱۲۶ چک ملتان میں آباد ہے۔

الحاج محمد علی

گجرات میں گلزارِ مدینہ مدرسہ اور مسجد کے بانی الحاج محمد علی تراب الاقدام احمد باعمل عالم اور روحانی بزرگ تھے۔ آپ گجرات میں آباد "پشاوروی خانوادے" کے چشم و چراغ تھے۔ آپ چورہ شریف کے باباجی فقیر محمد کے خلیفہ حسن محمد نقشبندی (گجراتی) کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے ۱۹۳۵ء میں گجرات میں مسجد گلزارِ مدینہ کی بنیاد رکھی اور اسے ایک عظیم روحانی و علمی مرکز بنا دیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین الحاج صوفی غلام قادر نے اس مرکز کا انتظام سنبھالا۔ آپ نے ۲۵ ستمبر ۱۹۴۹ء کو رحلت فرمائی اور رامتلانی روڈ پر گلزارِ مدینہ مسجد سے جانب جنوب مدفون ہوئے۔ مزار فن تعمیر کا جاذبِ نظر نمونہ ہے۔ کتبے کی تحریر درج ذیل ہے۔

یا اللہ جل جلالہ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بانی مرکز تجلیاتِ نقشبندیہ مجددیہ گلزارِ مدینہ گجرات شریف

امام الاولیائے وقت۔ "شمع نورِ حنفی" = ۱۳۶۸ھ

حضرت الحاج محمد علی تراب الاقدام احمد المعروف حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ

محبِ خدا: یکم ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ بمطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۴۹ء بروز اتوار

محبِ خدا، عاشقِ شاہِ کوثر محمد علی حامی دینِ سرور

ہوئے دارِ فانی سے رخصت واہ انہیں قربِ حق ہو گیا اب میر

"کرم جا بجا لطفِ بہم کریں گے علی و محمد، محمد علی پر"

مولانا محمد فضل حق

علامہ اصغر علی روحی کے فرزندِ ارجمند اور ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل پاکستان مولانا محمد فضل حق ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۷۹ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔
 محمد فضل حق اپنی نسبی، علمی اور دنیاوی حیثیتوں میں معتبر تھے مگر ان کی شخصیت کا اصل جوہر ان کی عظمتِ کردار ہے۔ انتہائی نیک نفس، سنتِ نبویؐ پر سختی سے کاربند اور رزقِ حلال کے پابند تھے۔ قرآن حکیم پر تدریس و تفکر ان کا شیوہ تھا۔ غرباء و مساکین کی مدد اور انسانیت کے لئے تڑپ ان کی شخصیت کا خاصا تھا۔ کلمہء حق کہنے میں کوئی باک نہ تھا۔ آپ نے ۱۵ فروری ۱۹۷۹ء کو وفات پائی۔ آپ کا سن وصال راقم نے "شخصیت" = ۱۴۰۰ھ سے برآمد کیا ہے۔

آپ اپنے والدِ محترم کی قبر کے ساتھ جانبِ مشرق مدفون ہیں۔ یہ قبور "جامع مسجد روحی" کے ساتھ واقع ہیں جو کٹھالہ چناب کے قریب برب جی ٹی روڈ مولانا روحی کی یادگار ہے۔ کتبہ نہایت خوبصورتی سے کندہ کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

یا غفور بسم اللہ الرحمن الرحیم یار حیم

بِذَا كَم مِنْ فَضْلِ رَبِّي لَهُمْ مَغْفِرَةٌ هُمْ مَحْلُونٌ فِيهَا مِنْ اساور مِنْ ذَهَبٍ

۱۴۰۰ھ

۱۴۰۰ھ

۱۹۷۹ء

بیرثون الفردوس ہم فیہا خالدون

۱۹۷۹م

"غرفہ علیہ" و "مستقر کرم مقر" و "نشیمین نفسیں گلشن فردوس"

۱۴۰۰ھ

۱۴۰۰ھ

۱۴۰۰ھ

یعنی

آرامگاہ طیب محمد فضل حق (رحمۃ اللہ علیہ)

۱۴۰۰ھ

خلف صدق حضرت مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات

محمد فضل حق ز اخوان مہیں تر ز خلقت سوتے خالق کرد رجعت
 سلیم الطبع و خوش اخلاق و صالح کریم و ارجمند و پاک طینت
 زیاں و سود را پرواہ نہ کردہ عمل پیرا بر احکام شریعت
 سر تسلیم او خم شد، چو آگاہ شد از فرمودہ قرآن و سنت
 نماز و روزہ را پیوستہ پابند بنیکی ہا گرا تیدے بسرعت
 نداد از دست اوراد و وظائف نہ زہار در سفر ہم کرد غفلت
 تدبیر کردہ در الفاظ قرآن پتے فہم و رموزش کرد محنت
 قدم راسخ براہ زہد و تقویٰ دو چشمش اشک ریز از خوف و رقت
 بحق گوئی قوی دل بود و پیابک و گر یاراں از و کردند نفرت
 ولے مردان دین دار و وفاکش بکردند از دل و جانش محبت
 بفضل حق بخوان دین و دنیا نصیبش وافر از ہر گونه نعمت
 یتیم و بیوہ و مسکین و بے کس شمردے خدمت ایشاں غنیمت
 بزرگاں را بحرمت یاد می کرد بخرداں پیش می آمد بشفقت
 دیانت کردہ زو معلوم ، او را سپردہ منصب عالی ، حکومت
 بدیواں مفسدان و سرکشاں را براہ راست آوردے بحکمت
 الہی بر خطا ہایش تہکم کش گنا ہانش بخش از روتے رحمت

شبِ شنبہ، محرم بست و پنجم
 دسمبر پانزدہ ، ہفتادو نہ سال
 ہجرت ۱۰۰۰ سال
 گزشت از قرن ہستم از ولادت (۱)
 ازیں دارالحن بگزید عولت
 "راضیا رَبِّ اجعلہ" سراو (۲)
 "عَبْدَ رَبِّ كَانِ مَرْضِيًّا" نہایت (۳)

۱۳۲۲ھ

۱۴۰۰ھ

خرد گفتا پے سالِ وفاتش "محمد فضلِ حق کرد، آہ، رحلت

۱۹۷۹م

ضیا جستم ہاش از نکیراں

جواب آمد "شود داخل بجنّت"

۱۴۰۰ھ

--- ایضاً ---

چوں محمد فضلِ حق بست از جہاں رختِ سفر
 حاجی حرمین و برصوم و صلوة بر زکوٰۃ
 اہلِ عالم را بگوئی ، محشر برپا شدہ
 کار بستہ در حریمِ قربتِ مولیٰ شدہ
 اسوہ اندر اتقا و قدوہ و زہد و ورع
 مفلس و محتاج و سائل را درش ملجا شدہ
 رو چو پوشید آں الف (۴) از عالم ناسوتیاں
 مسکنش قصرے درونِ جنتِ الماویٰ شدہ

۱۹۷۹م

= ۱۹۸۰-۱

سر پے تاریخِ فوتش چوں فرو بردم ضیا

گفت با من ہاتفے "فضلِ حق از دنیا شدہ"

۱۴۰۰ھ

دل گرفتہ محمد ضیا۔ الحق

(۱) یعنی میلادِ مسیح علیہ السلام (۲) آغاز یعنی ولادت (۳) انجام یعنی موت (۴) مرد سخی، کنایہ از یک در ستم الاعداد

میاں محمد فیروز الدین

میاں محمد فیروز الدین ایک علمی خانوادے کے فرزند تھے۔ ۱۸۸۱ء میں گجرات کے محلہ خواجگان میں میاں فقیر بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ مشن سکول گجرات سے میٹرک کیا اور HVC کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

قرآن مجید کی محبت میں غرق تھے اور انتہائی ایماندار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ آپ نے "خزائن القرآن" کے نام سے قرآن پاک کے موضوعات پر ایک مفصل اور جامع کتاب لکھی تھی۔ اس کا خلاصہ "روح القرآن" کے نام سے ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا اور پھر ۱۹۴۸ء میں قدرے تفصیلاً "روح القرآن (مشرح)" لکھی۔ اس کے علاوہ "جہاد" پر ایک رسالہ لکھا۔ آپ طویل عرصہ تک جامع مسجد اور مسجد عید گاہ کے ناظم رہے۔ آپ نے ۷۰ برس کی عمر میں ۱۹۵۱ء میں انتقال فرمایا۔ آپ پروفیسر افتخار الدین طارق راٹھور کے دادا تھے۔ آپ کی قبر، قبرستان خواجگان کے شاہ بلاک میں ہے۔ شاہ بلاک میں داخل ہوں تو چند قدم چل کر دائیں ہاتھ آپ کی پختہ قبر ہے۔ کتبے پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔ اس تحریر میں علامہ اقبال کی جو شاندار رباعی شامل ہے وہ آپ کو بہت پسند تھی اور آپ نے اپنی قبر کے لئے خود تجویز کی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَمَّا مَنْ يَّتَّقِيْ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو خدا بھی ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا

المتوفى

خادم الفقراء والمساكين میاں محمد فیروز الدین صاحب

مصنف "روح القرآن" ناظم جامع مسجد، مسجد عید گاہ

بتاریخ: ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء۔ بعمر ۷۰ سال ۲ ماہ

دعا

تو غنی از ہر دو عالم، من فقیر روزِ مختار عذر ہائے من پذیر

گر حسابم را تو بینی ناگزیر از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیری

صلی اللہ علی صاحبہ وآلہ وسلم

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

مولانا حکیم محمد مختار اشرفی

جسمانی و روحانی معالج، عالمِ دین، خطیب اور مدرس جناب الحاج حکیم محمد مختار اشرفی ۱۹۱۹ء میں سنبھل (مراد آباد۔ انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا اجمل صاحب سے اجمل العلوم سنبھل میں حاصل کی۔ پھر جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے علومِ دین اور طب میں دسترس حاصل کی۔ سید علی حسین اشرفی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جو کچھوچھ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کو خلافت ملی مگر بیعت نہیں کرتے تھے۔ قیام پاکستان تک جامع مسجد کھٹیکاں (جموں) میں خطیب رہے۔ پھر پاکستان تشریف لے آئے۔ اور کئی مدارس میں بے لوث خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ گجرات میں مسجد نورِ مدینہ، مسجد میاں جلال الدین، جامع مسجد عید گاہ وغیرہ میں خطابت اور درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ ۱۹۴۸ء میں گجرات میں سلطانی دواخانہ کی بنیاد رکھی۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی اور مفتی محمد حسین نعیمی آپ کے ہم جماعت تھے۔ آپ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طہارتِ نفس کا نمونہ تھے۔ آپ نے ۱۹۸۲ء میں آیات قرآنی کا ورد کرتے ہوئے جان، جان آفریں کے سپرد کی اور گجرات ایک عظیم انسان، ایک عظیم عالمِ دین اور ایک مستحق معالج سے محروم ہو گیا۔ آپ کی قبر، قبرستان خواجگان میں، جنازہ گاہ سے ملحق جانب جنوب اور مولانا احمد حسین رہتلی کے مزار سے جانب مغرب واقع ہے۔ کتبہ کی تحریر درج ذیل ہے۔

یا رسول اللہ

یا اللہ

باسمہ تعالیٰ

قبر المؤمن روضتہ من ریاض الجنۃ (حدیث)

مزار پر انوار

طیب الارواح والاجساد
حضرت مولانا الحاج حکیم محمد مختار اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

بانی سلطانی دو خانہ

شاگردِ رشید و تلمیذِ سعید حضرت صدر الافاضل استاد العلماء حضرت

مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی

ولادتِ باسعادت: بمقام سنبھل ضلع مراد آباد، (انڈیا)

وصالِ مبارک: بعمر ۶۳ برس بمقام گجرات (پاکستان)

تاریخِ وفات: ۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۳ جنوری ۱۹۸۲ء

"برخُلدِ بریں شد"

۱۴۰۲ھ

سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری

سید محمد معصوم ۱۸۹۸ء میں چک سادہ ضلع گجرات میں سید فضل شاہ گیلانی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت صالح گیلانی نوشاہی خلیفہ حضرت نوشہ گنج بخش سے ملتا ہے جو حضرت عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ بچپن میں ہی والد صاحب کے دستِ شفقت سے محروم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا امام الدین سے حاصل کی۔ بابا فضل نور قادری کے ہاتھ پر بیعت کی جو دربار داتا صاحب کی مسجد کے مؤذن تھے۔ پھر مستقلاً لاہور کو مسکن بنا لیا اور دربار داتا صاحب پر درس کشف المحجوب شروع کیا۔ لاہور میں ریلوے اسٹیشن کے قریب نوری مسجد اور نوری شفاخانہ (فری) قائم کیے۔ اشاعتِ کتب کے لئے آپ نے نوری کتب خانہ قائم کیا اور اپنی کتب کے علاوہ مفتی احمد یار خاں نعیمی کی بیشتر کتب بھی شائع کیں۔ آپ کی تصانیف میں گلدستہ ہدایت، گلدستہ شریعت، سحری روٹی، ہدایت بے نمازاں، معصوم ہدایت، مواظظ القرآن والحديث، خطبہ نوری وغیرہ شامل ہیں۔ آپ اردو، پنجابی اور فارسی پر عبور رکھتے تھے ہر تین زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

اس مردِ سالک اور خادمِ خلق نے ۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء بمطابق ۲۹ شوال ۱۳۸۸ھ کو وفات پائی۔ داتا دربار میں پہلی نماز جنازہ ہوئی دوسری نماز جنازہ گجرات میں مفتی احمد یار خاں نعیمی نے پڑھائی اور تیسری دفعہ سادہ چک میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کو سادہ چک میں دفن کیا گیا جہاں مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ آپ کے مرشد بابا فضل نور آپ کے دانتیں ہاتھ دفن ہیں وہ ۱۳۸۲ھ میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے آخری پیغام میں قبر پر آنے والوں کو غیر شرعی حرکات سے منع کیا ہے۔ آپ کی قبر کے کتبے کی تحریر

حسب ذیل ہے۔

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یا اللہ جل جلالہ

هو القادر

مرکز تجلیات

حجۃ الکاملین، سید العارفین، شیخ طریقت

حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری قدس سرہ

وائے حسرت ! حضرت معصوم شاہ شد رواں زیں کارگاہ دربار گاہ
مخزن رشد و ہدی در ما نماد پیکر صدق و صفا بگذشت آہ
کرد ارشد فکر تاریخ وصال این ندا آمد بگو ، بے اشتباہ

"خیر خواہ دین حق آں نیک مرد"

۱۹۶۹ء

"پیر و مرشد سید معصوم شاہ"

۱۳۸۸ھ

☆ راقم نے آپ کے سن وصال کے لئے یہ مادہ ہائے رحلت لکھے ہیں۔

"غلام قادر بود" = ۱۳۸۸ھ اور "خورشید سحر" = ۱۳۸۸ھ

خواجہ محمد معصوم صاحب آف موسہری شریف

خواجہ محمد معصوم ۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو موسہری شریف (تحصیل کھاریاں ضلع گجرات) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صوفی نواب دین بھی بلند مرتبہ صوفی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم موسہری شریف اور راولپنڈی میں حاصل کی۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے تکمیلِ درسِ نظامی و دیگر علوم کی اور موسہری شریف تشریف لائے۔ ۱۹۵۵ء میں اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ نے بیسیوں حج اور عمرے ادا کئے اور ۱۹۵۷ء سے لے کر وصال تک پوری دنیا میں تبلیغِ اسلام کے لئے بے پناہ سفر کیا۔ اسی وجہ سے آپ "عالی مبلغِ اسلام" کہلاتے۔ آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں عیسائی، ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور آج بھی پوری دنیا میں آپ کے مریدین موجود ہیں۔ والدِ محترم کی وفات (۱۹۶۵ء) کے بعد آپ نے اپنی فہم و فراست سے سلسلہ عالیہ کے نظام کو اس حسنِ انتظام سے چلایا کہ موسہری شریف اور آپ کا نام تصوف کی دنیا میں ایک مثال بن گیا۔

آپ نے مری میں سالانہ جشنِ نزولِ قرآن کی بنیاد رکھی اور نہ صرف فحاشی کا خاتمہ کر دیا بلکہ پاکستان بھر کے علمائے کرام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا۔ آپ اتحادِ بین المسلمین کے بہت بڑے داعی تھے۔ آپ نے اسلام کی تعلیمات کو پوری دنیا تک پہنچانے کے لئے تمام عمر عملی جدوجہد کی اور عشقِ مصطفیٰ کے نور کو عام کیا۔

آپ نے ۳ نومبر ۱۹۹۳ء کو رحلت فرمائی اور موسہری شریف میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ جہاں ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جو گجرات میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ قبر کے کتبہ کی تحریر یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مرکز انوارِ عرفان

شہنشاہِ تصوف، تاجدارِ معرفت، قیومِ پنجم، واقفِ رموزِ حقیقت، مجاہدِ ملت
محافظِ مسلکِ مجدد، داعیِ ذکرِ بالجہر، فتاویٰ الرسول، علمبردارِ اتحادِ بین المسلمین،

عالیٰ مبلغِ اسلام، خواجہ خواجگان

حضرت الحاج خواجہ محمد معصوم صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ، نقشبندی مجددی

ریشِ دربارِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوابیہ موسوی شریف

تاریخِ وصال: ۳ نومبر ۱۹۹۳ء / ۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ بروز بدھ

ولادتِ مبارک: ۴ اپریل ۱۹۳۵ء / ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ بروز بدھ

شیخ محمد ممتاز فاروقی

شیخ محمد ممتاز فاروقی گجرات کے مشہور فرد تھے۔ فاروقی فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۸۸۲ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ گجرات کے پہلے بیرسٹر تھے۔ سماجی سرگرمیوں میں بہت فعال تھے۔ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے اور استاد امام دین کی بانگ دہل کا دیباچہ آپ نے ہی لکھا تھا۔ آپ وکالت برائے نام کرتے تھے زیادہ وقت سماجی، ادبی اور دیگر مصروفیات میں صرف ہوتا تھا۔ اردو کے اچھے شاعر تھے۔ تحریکِ خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ گجرات خلافت کمیٹی کے رکن تھے۔ آپ نے ۱۹۵۶ء میں وفات پائی اور فاروقی فیملی کے قبرستان (واقع شاہدولہ روڈ گجرات نزد مطب حکیم جمیل، عقب مقبول دواخانہ) میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر اس قبرستان کے شمال مشرقی کونے میں واقع ہے۔ کتبے کی تحریر نقل کی جاتی ہے۔

یا محمد

یا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

مرقد

شیخ محمد ممتاز فاروقی

بیرسٹریٹ لا۔

عمر ۷۴ سال

وفات: ۱۹ دسمبر ۱۹۵۶ء۔

مولانا محمد نصر اللہ خاں خازن

علمِ دین اور صاحبِ بصیرت مولانا نصر اللہ خازن، مولانا رحمت علی سامی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۳ جنوری ۱۹۲۶ء کو کمپالا (یوگنڈہ) میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں قیام پذیر تھے۔ تعلیم و تربیت گجرات میں ہوئی۔ عربی اور فارسی زبان و ادب اور دینی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ اس علمی پس منظر کے ساتھ آپ علم و ادب کی دنیا میں وارد ہوئے اور ایک بلند علمی مقام حاصل کیا۔

ہلال ٹینریز میں اکاؤنٹنٹ کے طور پر کام کر کے رزقِ حلال کماتے رہے اور ساتھ ساتھ دین کی خدمت کرنے کے لئے کٹھالہ چناب میں جامعہ عربیہ احیاء العلوم کی بنیاد رکھی جہاں آپ نے درس و تدریس کے ذریعے اپنے والد ماجد کے مشن کو جاری رکھا۔ آپ نے کئی بلند پایہ دینی کتب بھی تصنیف کیں۔ آپ نے ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۶ء میں وفات پائی۔ راقم نے مادہ تاریخِ رحلت نکالا "فخرِ جہانِ حکمت" = ۱۴۰۰ھ۔ سرگودھا روڈ پر بجلی گھر کے عقب میں واقع قبرستان میں مدفون ہیں۔ کتب کی تحریر یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مرکز انوار

علامہ عصر، شیخ التفسیر والادب

حضرت مولانا محمد نصر اللہ خاں خازن مجددی مرحوم و معذور

ابن شیخ المشائخ حضرت مولانا رحمت علی خاں سامی

بانی پروفیسر جامعۃ العربیہ احیاء العلوم کٹھالہ چناب گجرات

تاریخ وفات: ۸ دسمبر ۱۹۸۶ء / ۶ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ بروز پیر بوقت فجر

صاحبزادہ سید محمد یوسف نقشبندی

مولانا سید محمد یوسف ۱۵، اکتوبر ۱۹۱۵ء کو سید محمد حبیب اللہ کے گھر مجیٹھ تحصیل
و ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق "ساداتِ جعفر کوٹ" سے ہے۔ والد، ہجرت
کر کے پاکستان آئے۔ مشن سکول مجیٹھ سے ۱۹۳۱ء میں میٹرک اور ہائی سکول امرتسر
سے ۱۹۳۳ء میں پوسٹ میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مولوی صمد اللہ دہلوی سے عربی
فارسی کی تعلیم پائی اور اپنے والدِ محترم سے رموزِ طریقت سے اگاہی حاصل کی۔

بلدیہ گجرات اور محکمہ زراعت میں ملازمت کرتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں اپنے والد سے
خلافت عطا ہوئی۔ خواجہ محبوب عالم سیدوی کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ ۱۹۵۷ء سے
۱۹۵۹ء تک سید محمد حبیب اللہ صاحب نے آپ کی خصوصی تربیت فرمائی اور ۱۹۵۹ء
میں ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ شاعر بھی تھے اور علم و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے
تھے۔ مردِ کابل، مستحق، حلیم الطبع، صابر و شاکر اور سنت نبیؐ کے سختی سے کاربند۔
شریعت و طریقت کا حسین امتزاج! آپ نے ۱۹۸۲ء میں وفات پائی۔ نظام الدین
منحور توکلی نے مادہ تاریخ نکالا "مونسِ غربا چلے" = ۱۴۰۲ھ۔ آپ کا مزار حبیب
آباد (مسلم آباد) گجرات میں مرجعِ خلائق ہے۔ کتبے کی تحریر درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

گنجینہٴ صدق و صفا، مخزنِ مہر و وفا، مرشدِ حق نما، خواجہٴ مشکل کشا

فاروقِ طریقت، امامِ یمین، فرزندِ اکبر حضرت خواجہ حبیبؒ

حضرت مولانا سید محمد یوسف قدس سرہ العزیز

وفات: ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ / ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء۔

میاں محمد یوسف محی الدین قادری

مردِ کامل جناب محمد یوسف محی الدین ۱۸۵۹ء کو گجرات میں میاں کرم الہی کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی اسلامی تعلیمات کی طرف راغب تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآن و حدیث اور فقہ و قوانین شریعت کی تعلیم حاصل کر لی۔ گھر کے دینی ماحول نے سلیم الطبع، کم گو اور راست باز بنا دیا۔ نو سال کی عمر میں زیارتِ رسول مقبولؐ سے بہرہ ور ہوئے اور پھر شریعت و طریقت کے مہرِ تاباں کا درجہ پایا۔ جوانی میں عبادت و شب بیداری آپ کا شیوہ تھا۔ حضرت سلطان باہوؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ سے فیض پایا۔ وہیں سے بٹالہ شریف بھیجے گئے اور سید ظہور الحسن شاہ قادری فاضلی سے بیعت ہوئے اور خلیفہٴ اعظم کے رتبے پر فائز کئے گئے۔ تبلیغ کے سلسلے میں دور دراز کے سفر اختیار کئے۔ مرشد کے انتقال کے بعد مستقلاً گجرات میں چٹمہ فیض جاری کیا۔ آپ کے ارادتمند بلوچستان اور افریقی ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا مزار محلہ میگم پورہ میں میگم مسجد کے ساتھ واقع ہے۔ مسجد کے دروازے سے داخل ہوں تو عین سامنے آپ کا مزار ہے۔ کتبہ کی تحریر یہ ہے:

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رسول اللہ

یا شیخ عبدالقادر شیا اللہ

متقی و پارسا عالم منہی صادق امین بعد مرنیدے وی زندہ نام ہندہ شریک
کی کراں تعریف مردِ شب بیدار دی زندگی ہے اس جہاں تے مردِ نیکو کار دی

مزار پر انوار

قدوة السالکین، زبدة العارفین، عمدة الواصلین، سلطان الواعظین
حضرت مولانا محمد یوسف قادری فاضلی ظہوری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اعظم

امام الطریقت والحقیقت، سناور دریائے رحمت و شریعت مولانا امامنا

حضرت سید ظہور الحسن شاہ صاحب الحسنی والحسینی الجیلانی

سجادہ نشین بٹالہ شریف ضلع گورداسپور

(عطیہ ازاں جناب صاحبزادہ سید عاصم قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ بٹالہ شریف)
مغرب کی سمت دروازے کے اوپر باہر کی جانب مولوی محمد عبداللطیف افضل کی
کئی ہوتی تاریخ وفات کا ایک شعر، نام کے علاوہ، درج ہے۔

ہے غفور اللہ شاہ تیری تاریخ وصال تیرے شامل حال سی رحمت بڑی غفاری

۱۳۵۲ھ

وفات: ۲ رمضان المبارک بمطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ء۔

سید محمود شاہ گجراتی

مجاہد ملت، ابو الوفا صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی ایک بلند پایہ عالم دین، شعلہ بیان مقرر اور حریت مسلمانی سے سرشار سیاستدان تھے۔ آپ پیر سید ولایت شاہ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ تھے۔ آپ ۱۹۲۴ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کے مدرسہ خدام الصوفیہ میں قرآن پاک حفظ کیا اور مفتی احمد یار خاں نعیمی اور علامہ عبدالغفور ہزاروی سے دینی علوم میں دسترس حاصل کی۔ امیر ملت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ۲۲ برس کی عمر میں پنجاب مسلم لیگ کے رکن بنے اور گجرات میں مسلم لیگ کو ایک مقبول جماعت بنانے میں فعال کردار ادا کیا۔ یونینسٹ وزارت کے خلاف سول نافرمانی میں چوہدری بہاول بخش اور نوابزادہ مہدی علی خاں کے ساتھ گرفتاری پیش کی۔ آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کے ممبر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ مسلم لیگی ہوتے ہوئے خواجہ ناظم الدین کی حکومت میں تحریک ختم نبوت کے مسئلے پر دلیرانہ آواز بلند کی اور جیل میں بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ صف اول میں تھے۔ صدارتی انتخابات میں محترمہ فاطمہ جناح کا کھل کر ساتھ دیا۔ ۱۹۶۵ء میں بارڈر پر جا کر افواج پاکستان کا حوصلہ بلند کیا اور سامان خورد و نوش ہم پہنچاتے رہے۔

جب مسلم لیگ تین دھروں میں تقسیم ہوئی تو سید محمود شاہ نے پاکستان کے علماء کو اکٹھا کیا اور "جمعیت العلماء پاکستان" کی بنیاد رکھی۔ مولانا نورانی صدر اور سید محمود شاہ نائب صدر رہے۔ پھر "جمعیت العلماء مغربی پاکستان" کے صدر بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے اور میانوالی جیل میں پھانسی کی کوٹھڑی میں رکھے گئے۔ رہائی کے باوجود اس وقت تک باہر نہیں آئے جب تک کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دے دیا گیا۔

آپ نے ۱۹۸۷ء میں وفات پائی اور محلہ علی پور (گجرات) میں اپنے والد کے مزار کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ راقم نے آپ کا سالِ وصال "سالک خوش منش" = ۱۴۰۷ھ سے نکالا ہے۔ آپ کے لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ جل جلالک باسمہ سبحانہ و تعالیٰ یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

افضل الجهاد کلمته الحق عند السلطان الجائر

مزار پر انوار و انوار تجلیات

حاجی الحرمین الشریفین، عاشقِ سید الکونین، نجیب الطرفین، حامی السنن و ماحی البدعت
مجاہدِ ملت ابوالوفا حضرت پیر سید محمود شاہ گجراتی نقشبندی مجددی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

مادح محبوب حق محمود شاہ	داد مارا داغِ فرقت آہ آہ
حافظِ قرآن، خطیبِ بے بدل	حاجی حرمین و مردِ اہلِ دل
سیدِ والا گہر، نیکو سیر	خوش خصال و خوش مقالِ با اثر
در حمایتِ دینِ حق پیابک بود	در خطابتِ چابک و چالاک بود
باگروہِ اہلِ بدعت در وفا	در طریقِ اہلِ سنت با وفا
شد نہاں در چشمِ ما وا حسرتا	صبرِ وہ یا رب دلِ پُر درد را
داتا در دارِ جنت شاد باد	در جوارِ رحمتِ حق بامراد

من چه گوئیم از مقامِ اصلِ او

"فیغفر اللہ" ہست سالِ وصلِ او
۱۴۰۷ھ

تاریخِ وصال: ۲۷ ذیقعد ۱۴۰۷ھ بمطابق ۲۵ جولائی ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ

ہدیہ عقیدت: پیر سید سعید احمد شاہ سجادہ نشین شہنشاہِ ولایت و مجاہدِ ملت

بقلم شکستہ: محمد عارف چشتی سیالوی

مفتی مختار احمد نعیمی

مفتی احمد یار خاں نعیمی کے فرزند ارجمند، جناب مختار احمد نعیمی کچھوچھ شریف (بھارت) میں ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد درس نظامی اور فاضل عربی کی سند حاصل کیں۔ آٹھ کتب کے مصنف ہوئے۔ درس نظامی کی اردو تشریح آپ کا علمی کارنامہ ہے۔ جامعہ غوثیہ نعیمیہ کے مہتمم رہے۔ مرکزی مجلس ختم نبوت (عالمی) کے جنرل سیکرٹری رہے۔ جماعت اہلسنت پاکستان و بیرون پاکستان کے جنرل سیکرٹری، نائب صدر اور صدر رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں سیالکوٹ میں ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پولیس سے ۹ گولیاں کھائیں۔ آپ کی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف تھی۔ ذاتی رہائشی مکان بھی طالبات کے دینی مدرسہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹۹۰ء میں انتقال کیا اور محلہ مسلم آباد میں چوک پاکستان کے قریب مفتی احمد یار خاں روڈ پر دفن ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے والد محترم اور زوجہ محترمہ مدفون ہیں۔ پروقار مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ کتبہ کی تحریر حسب ذیل ہے۔

یا اللہ ج بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رسول اللہ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ
من عمل صالحا من ذکر وانثی و هو مومن فلنحییہ حیوة طیبہ والنجزینکم اجرہم

باحسن ما کانو یعملون

مرکز پر انوار

ریتس المجاہدین، غازی تحریک نظام مصطفیٰ، مجاہد تحریک ختم نبوت،
جلگہ گوشہ، حکیم الامت

علامہ مفتی محمد مختار احمد نعیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مصنف تحصیل الصرف۔۔۔۔۔ وغیرہ

تاریخ وصال: ۲۵ شوال ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۰ء بروز پیر

وا دریغا مفتی مختار احمد
 پیکرِ اخلاق، مردِ ذی وقار
 علم و فاضل، فقیہِ بے مثال
 حامیِ شرعِ رسولِ ہاشمی
 خاکِ گجرات از دمِ او زندہ گشت
 موتِ عالم موتِ عالم بے گماں
 از وفاتش شد جہاں سوگوار
 سال "وائے رحلتِ مخدومِ دیں"

سمچو پدر خویشمن بد فیضِ عام
 داد حق او را بعالمِ احتشام
 نیک گھر واجبِ صد احترام
 ناصرِ دینِ نبی، شیریں کلام
 دشمنان را بود تیغِ بے نیام
 رفت زیں دنیا سوتے دارالسلام
 در فراقش اشکِ رنگِ خونِ آشام
 گفت مشتاق^(۱)، ہجرتِ خیرالانام

۱۴۱۰ھ

سالِ پیدائش: ۱۳۵۶ھ

تاریخی نام: ابو جواد محمد مختار

۱۔ مشتاق احمد ہاشمی

☆ راقم نے "عظمت" = ۱۴۱۰ھ آپ کا سن رحلت لکھا ہے۔

نوابزادہ چوہدری مہدی علی خاں

ممتاز سیاستدان نوابزادہ چوہدری مہدی علی خاں ۱۹۰۷ء میں اجنالہ (گجرات) میں نواب فضل علی کے گھر پیدا ہوئے۔ زیندار سکول گجرات سے میٹرک کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی اے کرنے کے بعد سرکاری ملازمت میں آئے اور تحصیلدار اور افسر مال کے عہدوں پر متعین رہے۔ ۱۹۴۵ء میں لاہور کے اے ڈی سی کے عہدے پر فائز تھے۔ گجرات میں جب قائد اعظمؒ نے تقریر کی تو استقبال کرنے والوں میں چوہدری مہدی علی خاں بھی شامل تھے۔ قائد اعظمؒ کی شخصیت سے متاثر ہو کر ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ گو کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن قائد اعظمؒ اور مسلم لیگ سے وابستگی مزید گہری ہو گئی۔ ۱۹۵۱ء میں مسلم لیگ کے ایم پی اے بنے اور ۱۹۵۶ء میں مسلم لیگ کے ضلعی صدر منتخب ہوئے۔ مگر دو سال بعد ہی ۱۲ جون ۱۹۵۸ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ راقم نے "مثل خورشید سحر" = ۱۹۵۸ء سے سن رحلت برآمد کیا ہے۔ آپ کو شعر کا بھی ذوق تھا اور اچھے شعر کہتے تھے۔ پیر فضل گجراتی سے تلمذ تھا۔

آپ کی قبر گجرات شہر میں "کوٹھی نواب صاحب" سے جانب مشرق چند گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ لوح پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

نوابزادہ چوہدری مہدی علی خاں

تاریخ وفات: ۱۲ جون ۱۹۵۸ء

سید میراں فاضل گجراتی

سید میراں محمد فاضل گجراتی کامل بزرگ، شریعت کے سختی سے پابند عالم و عامل اور فارسی زبان کے شاعر تھے۔ آپ گجرات کے چیف قاضی اور محتسب بھی تھے۔ مسجد لوہاراں کے مہتمم، خطیب و مدرس تھے۔ نو مسلم افراد کی تربیت گاہ بھی آپ کے زیر انتظام تھی۔ مسجد لوہاراں آپ کے دور میں بہت بڑا علمی مرکز تھا۔ حضرت شاہدولہ آپ کے ہم عصر اور دوست تھے۔ کچھ کتب میں آپ دونوں میں مناقشوں کا ذکر ہے مگر چراغ قادری نے لکھا ہے کہ آپ دونوں میں باہم بہت محبت اور احترام تھا۔ شاہدولہ، سید صاحب کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے اور وہ آپ کو نہایت تپاک سے ملتے۔ چراغ قادری نے آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ شاہدولہ کی وفات کے بعد ان کے غسل، تجہیز و تکفین کا انتظام آپ نے سرانجام دیا۔ خود نماز جنازہ پڑھائی اور لحد میں اتار کر نم دیدہ واپس لوٹے۔

کرانیکلز آف گجرات میں ہے کہ آپ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں گجرات کے گورنر تھے۔ ہندوؤں سے مباحثے میں کامیابی پر بادشاہ نے آپ سے ملاقات کر کے انعام دیا اور آپ کی وفات (۱۱۰۷ھ / ۱۶۹۵ء) کے بعد آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ جس پر ۵ ہزار روپے صرف ہوئے۔ میر قدرت اللہ (مصنف مجموعہ نغز) نے آپ کی قبر قلعہ کے متصل بتائی ہے۔ ڈاکٹر قریشی احمد حسین، پروفیسر حامد حسن سید اور راقم کا خیال ہے کہ اندرون کابل دروازہ چھٹی بادشاہی کے دروازے کے عین سامنے موجود قبر (جس پر ۱۹۹۱ء میں کسی "عقیدہ مند" نے "سید معصوم شاہ" کی تختی لگوا دی، اصل میں سید میراں فاضل کی ہے۔ قدیم مقبرے کے آثار میں سے ایک آرج مضبوطی سے قائم ہے۔ دائیں بائیں چھوٹی اینٹوں کی دیواریں ہیں۔ قبر کا تعویذ مغلیہ طرز کا ہے۔

حضرت سید میراں یحییٰ

سید میراں یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی کے عظیم مردِ خدا تھے۔ ۸۴۰ھ کے لگ بھگ در عہدِ ظہیر الدین بابر شہنشاہِ ہند، تبلیغِ دین کی غرض سے ترمذ سے دہلی تشریف لائے۔ دہلی اور قرب و جوار کے ہزاروں لوگ آپ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شہنشاہِ ہند بابر کی ایک صاحبزادی آپ کے عقد میں آئیں۔^(۱) اس سے قبل آپ کی ایک شادی ہو چکی تھی۔ دوسری شادی سے تین اور پہلی سے دو صاحبزادے متولد ہوئے۔ آپ اپنے عہدے کے مشہور عارف اور مبلغ تھے۔ پنجاب کا ایک گوجر آپ کی دعا سے کسی راجہ کی قید سے آزاد ہوا۔ وہ گجرات کے ایک گاؤں "ٹہہ رانا" کا رہنے والا تھا۔ اور اس کا نام رانا تھا۔ آپ تبلیغ کی غرض سے پنجاب میں تشریف لائے تو رانا گوجر کی دعوت پر اس کے گاؤں میں ٹھہرے اور پھر مستقلاً اسی گاؤں میں رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ کے مبارک وجود سے "ٹہہ رانا" رانیوال سیداں ہو گیا۔ آپ نے بقیہ زندگی اسی گاؤں میں گزار دی۔ اور آپ کی برکت سے اس علاقے میں بھی توحید کے پرستاروں کو عددی تقویت حاصل ہوئی۔ یہیں ۱۵۴۰ء کے قریب آپ کی وفات ہوئی اور یہیں دفن ہوئے۔ آپ کی نسل گجرات کے بہت سے دیہات میں آباد ہے اور مشہور عالم و سالک پیر ولایت شاہ آپ کی نسل سے ہیں۔ رانیوال سیداں (جو تحصیل گجرات میں جلاپور جٹاں سے کھاریاں جانے والی سڑک پر جانب جنوب جلاپور جٹاں سے ۵ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے) کی آبادی کے درمیان ایک ٹیلے پر آپ کی قبر ہے۔ قبر مٹی سے بنائی گئی ہے۔ سرہانے کی جانب سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا محمد

لاکھوں کی بدلتی تقدیر دیکھی (۲)
 نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
 دربار شریف حضرت مسیراں یحییٰؑ

وصال بمقام رانیوال سیداں

طالب نظر: امداد علی شاہ

(۱) تاریخ اس کی تائید نہیں کرتی۔ آپ کے حالات کے لئے دیکھیے "تذکرہ شاہ ولایت از نواز شاہ"

(۲) صحیح مصرعہ یوں ہے "بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی"

مولوی نجف علی عاصی جلالپوری

افغانستان کو جدید علوم سے روشناس کرانے میں مولانا نجف علی عاصی اور ڈاکٹر ایم اے غنی نے بنیادی کردار ادا کیا۔ عاصی نامور استاد، ماہر تعلیم اور فارسی کے پرمسوز شاعر تھے۔ ۱۸۶۰ء میں جلالپور کے ماسٹر عبدالصمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جلالپور جٹاں اور بی اے گورنمنٹ کالج سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ اور لاہور ہائیکورٹ میں ہیڈ ٹرانسلیٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۲ء میں آپ فرمان شاہی کے ذریعے کابل بلائے گئے جہاں آپ کے بھائی ڈاکٹر ایم اے غنی پہلے سے موجود تھے۔ مولانا عاصی کو دارالترجمہ کا سربراہ بنایا گیا اور ساتھ تعلیم کی عمومی ترویج کے لئے ذمہ داری سونپی گئی۔ عاصی کی حیثیت نگران اعلیٰ مدارس کی تھی۔ عاصی سات سال تک شہزادہ امان اللہ کے اتالیق بھی رہے اور آپ مجلس قانون مجلس شرفا کے بھی ممبر تھے۔ امیر آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ مگر ان کا یہ مقام دیگر درباریوں کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا چنانچہ مارچ ۱۹۰۹ء میں عاصی برادران سازش کے الزام میں قید کر دیئے گئے۔ پھر داد نہ فریاد! ساہا سال ارگ شاہی کے زندان میں گزر گئے۔ آخر ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد شہزادہ امان اللہ کے تخت نشین ہونے پر آپ کو رہائی ملی۔ عاصی وطن واپس آ گئے اور بقیہ زندگی جلالپور جٹاں میں سماجی خدمت میں بسر کی۔

مولانا کی کتب میں سیرت النبیؐ، الفاروق اور سیرت عائشہ کا فارسی ترجمہ، مسدس حالی کا منظوم فارسی ترجمہ اور ہدیہ تبریک عید قربان، تحفہ امانیہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ۳ رمضان ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹ جون ۱۹۵۰ء کو رحلت فرمائی اور جلالپور جٹاں کے بڑے قبرستان کی چوٹی پر آپ کی کچی قبر موجود ہے۔ لوح مزار نصب نہیں۔

پیر سید نصیب علی شاہ گردیزی

مرد صالح پیر سید نصیب علی شاہ ماضی قریب کے بلند پایہ سالک اور روحانی بزرگ تھے۔ آپ ۱۸۸۳ء کے قریب سیالکوٹ کے قصبہ سید پور سیداں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید عطر شاہ تھا جو خود بھی مشہور طبیب اور عالم تھے۔ سید نصیب علی شاہ نے ابتدائی تعلیم موضع چھمال کے پرائمری سکول اور اپنے والد اور تایا سے حاصل کی۔ ابتدا ہی سے صالح عادات کے مالک تھے۔ ابتدائی زندگی عیش و آرام سے گزری۔ مگر والد، بیوی اور اکلوتے بیٹے کی ناگہانی موت نے آپ کو غمزدہ کر دیا اور کچھ عرصہ بعد بیماری نے آپ کو اس قدر مایوس کر دیا کہ اپنی تمام جائیداد حقداروں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دی۔ پھر بارہ سال عبادت الہی میں گزارے۔ گاؤں سے باہر ایک جنگل میں! پھر موضع رتالہ میں سید علی اصغر شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی وفات کے بعد اعوان شریف میں قاضی صاحب کے حضور حاضر ہو کر فیض پایا۔ پھر موضع چھالے کو مستقل مسکن بنایا اور سنت نبویؐ پر چلتے ہوئے پورے علاقے کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم و عرفان کی روشنی میں لے آئے۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مکتب اسلامی، مسجد اور لنگر کا انتظام کیا۔ جہاں سے ہزاروں طالبانِ علم فیضیاب ہوئے۔ آپ نے ترک دنیا کی بجائے اپنے عقیدہ تمندوں کو سنت رسولؐ پر چلنے کا درس دیا۔ آپ کے ارادہ مندوں کا حلقہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے ۱۹۵۰ء / ۱۳۶۹ھ میں انتقال کیا۔ کڑیا نوالہ کے قریب "چھالے شریف" میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ کتبے کی تحریر یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

مرکز تجلیات

قدوة السالکین، زبدة العارفين، ملجأ الکاملین، سند الواعظین، مظہر العلوم الخفی الحلی المشہور

مخدوم پیر سید نصیب علی شاہ گردیزی سید پوری

تاریخ پیدائش: ۱۸۷۳-۷۴۔ تقریباً

تاریخ وفات: ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ بمطابق ۶ فروری ۱۹۵۰ء۔

قدس اللہ روحہ ولا زالت تجلنا و برکاتہ وائما ابداء

شامل حال اگر لطف خداوندی ہو

گل مرادوں کے خزاؤں میں بھی کھل جاتے ہیں

صدق و ایمان و بصیرت کے خزانے اکثر

مرد درویش کے مرقد سے بھی مل جاتے ہیں

شہید عشق مرزا نصیر الدین بیگ

مرزا نصیر الدین بیگ نے روایت عشق و جانثاری کو اپنے خون سے سینچا اور عزت بیگ اور سوہنی کی داستانِ وفا کو ایک مرتبہ پھر زندہ کر دیا۔ اس کہانی نے گجرات کے مشہور قصبے جلالپور جٹاں میں جنم لیا اور وہیں "لالے دے کھوہ" والے قبرستان میں عابدہ دفن ہے اور نندپور والے قبرستان کے جنوب میں مرزا نصیر الدین کی قبر ہے۔

راقم نے "جواں بودا میں روایت عشق و شہادت" = ۱۹۷۶ء سے سال شہادت نکالا ہے۔ مرزا نصیر الدین بیگ کی پختہ قبر کے ساتھ خاندان کی دیگر قبریں ہیں۔ پختہ چوکھنڈی کے تقریباً مرکز میں مرزا نصیر الدین بیگ کی قبر ہے۔ جس کے کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

شہید عشق مرزا نصیر الدین بیگ

فرزندِ دلہند

خورشید بیگم (والدہ) ولیفٹیننٹ کرنل محمد عبدالحق مرزا شیرجنگ (والد)

پیدائش: ۶ بجے شام جمعہ المبارک ۱۹۵۶ء۔

شہادت: ۳ بجے بعد دوپہر، ہفتہ ۱۹۷۶ء۔^(۱)

عمر ۲۰ سال ۲۸ ماہ ۲ دن

حالِ وصال: اپنی محبوبہ "عابدہ معصومہ" کی قبر پر اپنی جان عزیز

بصد شوق قربان کر کے عہدِ وفا کی تکمیل کی۔ سرزمینِ عشق گجرات

کے عابدہ، نصیر نے نہایت پاکبازی اور ایمانداری سے عشق کی

سنتِ جاں نثاری کو تازہ کر کے عشق کی تاریخ میں ایک تابناک

باب کا اضافہ کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ

۱۔ یہاں مہینہ مذکور نہیں ہے۔ شہادت جون کے مہینے میں ہوئی تھی۔

الحاج صوفی نواب دین آف موہری شریف

صوفی نواب دین صاحب مرحوم و معذور، دربارِ نقشبندیہ مجددیہ موہری شریف کے مؤسس تھے۔ فروری ۱۹۰۱ء میں بابا احمد دین کے ہاں کھمباریاست جموں میں پیدا ہوئے۔ جہاں سے آپ کے والد صاحب نقل مکانی کر کے موہری تحصیل کھاریاں میں آباد ہوئے۔ صوفی نواب دین صاحب کی ابتدائی زندگی حصولِ علم اور جوانی شوقِ پہلوانی میں گزری۔ پھر فوج کی ملازمت اختیار کی۔ ۱۵، اپریل ۱۹۲۹ء کو حافظ محمد عبدالکریم دربار عید گاہ شریف راولپنڈی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ نو ماہ مرشد کی خدمت میں رہے اور خلافت کے درجہ پر فائز کئے گئے۔ اس کے بعد موہری شریف قیام رہا اور طریقت کی منازل طے ہوتی رہیں۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے حج کا سفر اختیار کیا جو ایک بہت بڑا تبلیغی دورہ بھی ثابت ہوا۔ ملک میں اور بیرون ملک سلسلہ تبلیغ میں بے شمار دورے کئے اور راہِ حق کے پیشمار متلاشیوں کی دستگیری کی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ صاحبزادہ محمد حسین صاحب ناظمِ اعلیٰ دربار موہری شریف (وہ آپ کے مقبرہ سے جنوب میں محواستراحت ہیں)۔ ایک صاحبزادے شیر خوارگی میں فوت ہو گئے۔ تیسرے خواجہ محمد معصوم مرحوم و معذور تھے۔

آپ نے ۱۹۶۵ء میں وفات پائی اور موہری شریف میں سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کے باتیں ہاتھ خواجہ معصوم دفن ہیں۔ گجرات میں فنِ تعمیر اور کشادگی کے اعتبار سے سب سے عظیم الشان مقبرہ آپ کا ہی ہے۔ قبر کے سرہانے کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مرکز انوارات

محبوبِ سبحانی، قطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی، مطلعِ انوارِ ربّانی، شہبازِ لامکانی، شیخِ المشائخ

قبلہء عالمِ زرینِ زربخت، سلطانِ الاولیاءِ اعلیٰ حضرت، عظیمِ البرکت والدرجت

الحاج خواجہ صوفی نواب دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاجدارِ نقشبندیہ مجددیہ دربارِ عالیہ موسیٰ شریف

عندلیبِ گلشنِ رمزِ نہاں مرشدِ نواب دین غوثِ زماں

مظہرِ انوارِ ہو فانی نہ شد ازو تجلی نقشبند صوفیاناں

تاریخِ وصال: ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ بروز ایمان افروز پیر

مولوی نور الدین نور

فارسی اردو اور ریاضی کے بے بدل استاد، عظیم تاریخ گو شاعر، اور "کنگ آف کنجاہ" مولوی نور الدین نور ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء کو ہریہ والا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مولوی غلام محمد تھا۔ آپ شیخ اللہ داد سری کی اولاد میں سے ہیں۔ اور آپ کا شجرہ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم شادیوال میں علامہ سید احمد ناظم اور سعدوکی میں مولوی عنایت اللہ سے حاصل کی پھر اپنے ننھیال منچر چٹھہ میں اپنے نانا حافظ سعد اللہ قریشی صدیقی سے عربی فارسی اور علوم دین کی تکمیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ۱۸۷۵ء میں منشی، ۱۸۸۳ء میں منشی عالم اور ۱۸۸۸ء میں ادیب اردو کے امتحانات پاس کئے۔ ۱۸۷۷ء میں محکمہ تعلیم سے منسلک ہوئے اور ۲۰ جون ۱۸۸۵ء کو شادیوال مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۰ء تک کنجاہ کے مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے اور ساتھ کنجاہ میونسپل کمیٹی کے آنریری سیکرٹری رہے۔ ۱۹۱۱ء سے لے کر ریٹائرمنٹ (۸ مئی ۱۹۱۷ء) تک ہائی سکول دولت نگر کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد زمیندار سکول گجرات میں فارسی اردو اور ریاضی پڑھاتے رہے۔ اپنے گھر میں بھی طلباء کو فی سبیل اللہ پڑھاتے تھے۔ نہایت مستحق اور مہربان تھے۔ اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے اور فی البدیہہ تاریخ گوئی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ دیوان ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ مولانا اصغر علی روحی، مولانا محمد حسین آزاد، اور دیگر بہت سے مشاہیر علم و ادب سے گہرے مراسم تھے۔ آپ کے تلامذہ میں خوشی محمد ناظر، چوہدری فضل الہی (صدر پاکستان) چوہدری محمد حسین شوق جیسے لوگ شامل ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے

راقم کی کتاب "احوال و آثار مولوی نور الدین انور"

آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ "المعفور" = ۱۳۵۷ھ اور "غزل نور دین" = ۱۳۵۷ھ مادہ ہائے تاریخ رحلت ہیں۔

آپ اپنے آبائی گھر (مہریہ والا) کے ساتھ مسجد کے صحن سے جانب شمال اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہیں۔ قبر کچی ہے۔ کتبہ نصب نہیں کیا گیا۔ آپ کی قبر کے ساتھ آپ کے والد، تایا اور دیگر متوفیان خانہ کے مدفن ہیں۔

حافظ نور دین چکوڑوی

بلند پایہ عالم دین اور مردِ درویش حافظ نور دین کا آبائی گاؤں مونیوں ٹھیکریاں تھا۔ وہیں حافظ غلام رسول کے گھر ۱۸۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ تمام گھرانہ علم و فضل میں معتبر تھا۔ آپ کے والد غلام رسول حافظ قرآن اور عالم دین تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ دہلی سے صرف و نحو، قرآن و حدیث، منطق، فلسفہ وغیرہ میں تکمیل کی سند حاصل کی۔

ارادتمندوں کے اصرار پر چکوڑی بھیلووال تشریف لے گئے جو آپ کے وجودِ بابرکت سے اب چکوڑی شریف ہو گیا ہے۔ وہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جہاں دور دور سے طالبانِ علم حاضر ہوتے اور سیٹھے پانی کے اس چشمے سے جی بھر کر اپنے قلب و ذہن کو سیراب کرتے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے۔ مولوی عبدالحکیم کلا نوری بھی آپ کے شاگرد تھے۔ وہ ہمیشہ آپ کا ذکر انتہائی احترام و عقیدت سے کرتے رہے۔ شیخ عبداللہ ساکن چک عمر بھی آپ کے فیض یافتہ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے جب کسی مسئلے میں پیچیدگی محسوس ہوتی میں چکوڑی شریف کا رخ کرتا۔ عقدہ کبھی رستے میں حل ہو جاتا اور کبھی آپ کی قبر پر بیٹھ کر فاتحہ پڑھنے سے۔

آپ شرعی فیصلوں میں علاقے کے قاضی مقرر تھے۔ آپ کی سہولت کے پیش نظر ڈپٹی کمشنر گجرات مسٹر پاسک نے متعلقہ اہل کاروں کو حکم دے رکھا تھا کہ آپ کو گجرات نہ بلایا جائے بلکہ متعلقہ افراد اور کاغذات چکوڑی میں ہی پیش کیے جائیں۔ ڈی سی نے آپ کے مدرسہ کے اخراجات کے لئے زمین بھی وقف کر رکھی تھی۔ حافظ نور دین، صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت غلام محی الدین قصورنی کے خلیفہ تھے۔ آپ عالم

با عمل، صالح، باحیا، بامروت، صاف گو، صاف باطن تھے۔ آپ نے ۲۵ جمادی الاول
 ۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۲ مارچ ۱۸۸۵ء کو وفات پائی اور چکوڑی شریف میں دفن ہوئے۔
 آپ کی قبر خواجہ محمد امین کے مزار کے قریب واقع ہے۔ شیخ عبداللہ صاحب کا درج
 ذیل قطعہ کبھی آپ کی قبر پر لکھا ہوا تھا۔

جب یہ روضہء پُر نُور نظر آتا ہے
 پس یہ ہے مصرعِ جامی کے موافق تاریخ
 شیخ گھوڑی سے اترتا ہے کہ نہ ہو بے ادبی
 "قَد وَلى شَهِدَ مَوْلَانِى اِنْجُو جَمَلِى"

پیر نیک عالم گجراتی

پنجابی کے نامور شاعر پیر نیک عالم کا تعلق چیمہ خاندان سے تھا۔ ۱۸۵۷ء میں موضع موہلہ (نزد کٹھالہ ریلوے سٹیشن) میں چودھری فیض احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ منشی فاضل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ تعلیم سے منسلک ہوئے اور جلالپور جٹاں سے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ طویل عرصہ تک ہائی سکول جہلم میں عربی کے استاد رہے اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مختاری کا امتحان پاس کیا اور اس بنا پر وکیل بھی کہلاتے اور کچھ عرصہ وکالت بھی کی۔

پیر صاحب ریاضی کے ماہر تھے، اردو، پنجابی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے اور وارث شاہ کے مقابلے میں آپ نے "اصغر صغریٰ" کے عنوان سے ایک عشقیہ ثنوی لکھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی پنجابی کتب میں "سچی مالا"، "پوہ پھٹی"، "عشقِ محمدی"، "پیر دا ونجارا"، اور "مد حیات مشائخ" وغیرہ شامل ہیں۔ آج یہ تمام کتب نایاب ہیں۔ آپ امیر ملت سید جماعت علی شاہ کے مخلص مریدین اور خلفاء میں سے تھے۔ سچی مالا انہی کے نام منسوب ہے۔

پیر صاحب اپنے زمانے کے مقبول شعراء میں سے تھے آپ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔ آپ کی قبر موضع کلاچور (نزد جلالپور جٹاں) میں ہے جہاں آپ کی آبائی زمین تھی اور آپ موہلہ سے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ کلاچور میں بابا شمس شہید کے مزار سے ملحق چار دیواری (جانب مشرق) میں آپ کی اور آپ کی زوجہ محترمہ کی قبریں ہیں۔ مزار کی مشرقی دیوار کے ساتھ آپ کی قبر ہے۔ قبر پختہ ہے مگر کتبہ نصب نہیں۔ وقت کے ظلم ہاتھ کی کارستانیاں دیکھتے کہ کل جو وارث شاہ کا مد مقابل تھا آج اس کے گاؤں میں اس کے نام سے بھی بہت کم لوگ واقف ہیں۔

مولانا نیک عالم قادری

مولانا محمد نیک عالم قادری عظیم المرتبت عالم دین، فقیہ، مدرس و مبلغ اور روحانی شخصیت تھے۔ آپ نے ۱۸۸۴ء میں مراڑیاں کے علمی و مذہبی خانوادے میں جنم لیا۔ ۱۹۰۵ء میں مروجہ علوم دین سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے مراڑیاں میں ایک دینی درسگاہ قائم کی۔ جہاں آپ کو ابتدائی کتب سے لے کر درس نظامی تک خود تعلیم دیتے۔ اس درس گاہ نے بہت سے عظیم علمائے دین پیدا کیے ہیں۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ کا باقی وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ زہد و تقویٰ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ کثرت سے تلاوت قرآن فرماتے اور قرآن حکیم کی کتابت اپنے ہاتھ سے کرتے اور نادار طلباء کو قرآن کے دستی نسخے عنایت کرتے۔ اپنے ہاتھ سے مسجد کی صفائی کرتے اور علماء و مشائخ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ نے ساہا سال تک جامع مسجد محلہ چاہ بھنڈر گجرات میں فی سبیل اللہ خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ پیر ولایت شاہ صاحب آپ کی علمیت، زہد و تقویٰ اور روحانی مقام کے بہت معترف و مداح تھے۔

راہ سلوک میں آپ نے پیر سید ظہور حسین شاہ سجادہ نشین دربار عالیہ بٹالہ شریف کو اپنا ہادی منتخب کیا اور پیر سید نذر محی الدین سے مزید تربیت حاصل کی۔ آپ نے تصوف میں بلند مقام حاصل کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ آپ نے اپنے ظاہری علم اور باطنی صلاحیتوں سے ہزاروں لوگوں کو فیضیاب کیا اور نور ہدایت سے ان کے دلوں کو منور کیا۔ آپ نے ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء / ۲۶ رجب ۱۳۷۸ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلاق ہے اور آج بھی تشنگان علم آپ کے قائم کیے ہوئے مدرسہ سے علم حاصل کر رہے ہیں۔ قبر پر کتبہ نہیں ہے۔

پیر سید ولایت علی شاہ

نامور عالم دین، خطیب اور سالک پیر سید ولایت شاہ ۱۸۸۸ء میں رانیوال سیداں ضلع گجرات میں سید احمد شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ شجرہ نسب ۳۳ ویں پشت پر حضرت امام حسینؑ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے بزرگوں میں سے حضرت سید میراں یحییٰ ترمذی سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن مدرسہ تعلیم القرآن جنڈ شریف سے کیا۔ جامعہ نعمانیہ لاہور میں ریٹس الجامعہ علامہ غلام محمد گھوٹوی سے تحصیل و تکمیل علوم دین کی اور امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ سے بیعت ہوئے۔ مسجد حاجی پیر بخش گجرات میں ۱۸-۱۹۱۷ء میں مدرسہ تعلیم القرآن جاری کیا اور ۱۹۲۰ء میں انجمن خدام الصوفیہ قائم۔

آپ نے تحریک مسجد شہید گنج، تحریک کشمیر، تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ برسوں اپنے خطبات کے ذریعے لوگوں کو حق کی تبلیغ کرتے رہے۔ سنت نبویؐ کے سختی سے پابند تھے۔ طریقت میں درجہ خلافت پر فائز تھے۔ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ پورے صوبے میں آپ کو نہایت عزت و احترام حاصل تھا۔ ۳۱ جولائی ۱۹۷۰ء کو فوت ہوئے۔ گجرات کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ آپ کا ہی تھا۔ محلہ علی پور گجرات میں "مسجد شاہ ولایت" کے ساتھ، شمال کی جانب آپ کا مزار ہے جو ابھی زیر تعمیر ہے۔ کتبہ کی تحریر حسب ذیل ہے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا اللہ جل جلالہ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مزار پر انوار

حاجی الحرمین الشریفین، عاشق سید الکوئین، نجیب الطرفین، حامی السنّت، حاجی البدعت
حضرت سید پیر ولایت علی شاہ صاحب نقشبندی، مجددی، جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

جسکو کہتے ہیں ولادت موت کا پیغام ہے
شاہ ولایت، فخرِ دوراں خادمِ دینِ متین
جنت الفردوس میں پہنچے جمعہ کے روز جا
چودھویں صدی کا سال نوے تمہارواں
دسل کی دولت میسر آگئی مقصودِ مومن ہے یہی
گر کوئی چاہے کہ سال وصل سے آگاہ ہو

یاد جو رکھے حقیقتِ مردِ نیک نام ہے
مشعلِ راہِ ہدایت، عاملِ شرعِ مبیں
سرِ لہجہ تھے ادھر پیغامِ حق آگیا
جب چلے دنیا سے عارفِ سیدِ جنتِ مکاں
انعم اللہ علیہم کی معیت ہے حقیقی زندگی
آیت لَّا یَحْزَنُونَ اس کو سنا کے یوں کہو

”فہم فی جنتہ خالدون“

۱۳۹۰ھ

تاریخِ وصال: ۲۶ جمادی الاول ۱۳۹۰ھ، ۳۱ جولائی ۱۹۷۰ء۔

بروز جمعۃ المبارک بوقت نمازِ جمعہ بحالت نمازِ سنت

بلند یافتی از حق پسندی

یا ولایت علی شاہ نقشبندی

مرحبا گفت خازن الجنہ

یا ولایت علی شاہ نقشبندی

ہدیہ عقیدت: صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب نقشبندی جماعتی

بقلم: خاکپائے اہل اللہ محمد عارف

سردار بہادر ڈپٹی یار محمد خان ڈرانی

گجرات کی تاریخ کے چند نامور ترین افراد میں سے ایک، سردار یار محمد خان درانی، گجرات کے مقتدر "پوپلزنی ڈرانی" خانوادے کے گلِ سرسبد تھے۔ ۱۸۳۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۰ء میں تحصیلدار بھرتی ہوئے اور ۱۸۶۴ء میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۰ء کے قریب ڈپٹی کمشنر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ قابلِ ذکر خدمات پر "سردار بہادر" کا خطاب پایا۔ یہ خطاب پانے والے وہ گجرات کے واحد مسلمان تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے علاقے کی ترقی میں یادگار کردار ادا کیا۔ ۱۸۹۳ء میں گجرات میں مسلمانوں کا پہلا پرائمری سکول قائم ہوا۔ اس کے قیام میں آپ نے دامے درمے سخنیں، ہر طرح سے حصہ لیا۔ سرسید کے ذاتی دوست تھے۔ اور ان کی تحریک کے سرگرم رکن تھے۔ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے علی گڑھ کا سفر کرتے۔ طویل عرصہ تک میونسپل کمیٹی گجرات کے وائس چیئرمین رہے۔ سرکار، عوام اور خواص میں بہت مقبول تھے۔ اور غرباء اور مساکین کی مدد کرنے کی وجہ سے غریب عوام بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ہر جمعہ کے روز خیرات کرتے اور بچوں میں نقدی تقسیم کرتے تھے۔ صوم و صلوة کے پابند تھے۔ وسیع دسترخوان کے مالک تھے۔ ان کے ڈیرے پر ممتاز سیاسی اور مذہبی شخصیات مل بیٹھ کر مسلمانوں کی ترقی اور فلاح کے منصوبے بناتی تھیں۔ گجرات میں سیاسی بیداری میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ ۱۹۰۷ء میں جب پنجاب میں مسلم لیگ قائم ہوئی تو آپ گجرات سے واحد مسلم لیگی رکن تھے۔ شہر کی سماجی اور مذہبی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شہتیت کے سخت مخالف تھے۔

سردار یار محمد خاں کے پاس ہندوستان کی بہت سی ممتاز شخصیات گجرات تشریف لائیں اور ان کی رہائش گاہ گجرات کا سب سے قدیم سیاسی، علمی اور سماجی مرکز تھا۔ گجرات میں ان کے نام پر ایک محلہ موجود ہے۔ سردار صاحب ۱۹۱۶ء میں فوت ہوئے۔ محلہ میگم پورہ میں میگم مسجد کے ساتھ واقع اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ قبر پر نصب کتبے کی مختصر تحریر یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سردار بہادر

سردار یار محمد خان صاحب

وفات

۲۹، اکتوبر ۱۹۱۶ء۔

باب دوم

سپیکارواک

(مختصر و فیات)



کیسے کیسے گل مر جھاتے کیسے کیسے باغ جلے
 صدیوں میں بھی کہہ نہ سکیں گے لمحوں کے افسانے لوگ

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۝ (ق: ۵۰)

اور موت کی بے ہوشی پوری سچائی کے ساتھ آ پہنچی۔

واپسی

مجھے تاروں کے نیچے تم سلانا
 یہیں تابوت رکھنا ، لوٹ جانا
 اسے میری وصیت تم سمجھ لو
 یا اک ہلکی نصیحت تم سمجھ لو
 مجھے ایسی جگہ مرغوب ہوگی
 جو تاروں سے بھی کچھ منسوب ہوگی
 میری تم قبر پر اتنا ہی لکھنا
 جو شاطر تھا وہ دھوکہ کھا گیا ہے
 مسافر اپنے گھر میں آ گیا ہے

(سٹیونس کی انگریزی نظم Death)

کا منظوم اردو ترجمہ از سید مسعود ہاشمی)

آفتاب مفتی :- گجرات کے نامور صحافی اور دانشور، ہفت روزہ "تازیانہ" کے مدیر و مالک۔ جناب آفتاب مفتی ۲۵ دسمبر ۱۹۹۲ کو اس عالمِ فانی سے سدھار گئے۔

حافظ میاں احمد جی شادیوال :- آپ عالمِ دین اور عارفِ حق تھے۔ آپ مفتی محمد یونس شادیوال کے شاگرد اور خواجہ لطف اللہ ڈھنگور شریف (انڈیا) کے خلیفہ تھے۔ کئی کتبِ دینیہ کے مصنف و مؤلف تھے۔ جنات پر قابو تھا۔ آپ نے ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی۔ مقبرہ اچھر کے (شادیوال) میں مرجعِ خلائق ہے۔ مادہ سنِ رحلت ہے "رضی اللہ عن احمد = ۱۲۴۹ھ۔"

سائیں احمد خاں (عالمگرہ) :- حضرت بابا کلمے شاہ پتھواری کے مریدِ خاص اور صاحبِ حال بزرگ سائیں احمد خاں نمبردار ساکن موضع عالمگرہ نومبر ۱۹۳۲ء میں فوت ہوئے اور عالمگرہ کے بڑے قبرستان میں مزار مبارک بنا۔ مولوی حفیظ اللہ (بڑیلہ شریف) آپ سے راہنمائی و فیض کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ سائیں موصوف چوہدری محمد اشرف بانی سید میگم میموریل لائبریری کے پڑاوا تھے۔

میاں اعجاز نبی :- میاں اقبال نبی کے فرزند، ریٹائرڈ سول سرونٹ میاں اعجاز نبی ۱۸ اپریل ۱۹۱۷ء کو گجرات میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طالب علمی میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اور بزمِ اقبال کے صدر رہے۔ گرداوری سے عملی زندگی کی ابتدا کی اور ڈپٹی سیکریٹری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ "ہست و بود" (تاریخ منگراں راجپوت) لکھی۔ ۲۹ جون ۱۹۹۵ء کو رحلت فرمائی۔

حاجی الطاف حسین :- شاہ فیصل گیٹ (گجرات شہر) کے رہنے والے، انجمن کشمیریاں گجرات کے بانی ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو فوت ہوئے۔ اور تریہنگ قبرستان کے انتہائی مغرب میں خاک نشین ہوئے۔ نماز کا اردو

منظوم ترجمہ آپ کی یادگار ہے۔

سائیں اللہ دتہ :- راقم کے گاؤں لوراں میں آپ کا مزار مرجع خلافت ہے۔ والد کا نام کرم دین تھا۔ آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ سائیں کانوالہ کے فیض یافتہ تھے۔ زندگی جذب و ریاضت میں گزاری۔ راقم کے والد سے آپ کے قریبی مراسم تھے وہ آپ کے فیض یافتہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ آپ نے ۴، اکتوبر ۱۹۴۸ء کو وصال پایا۔

شیخ اللہ دتہ رئیس اعظم گجرات :- آپ شیخ امیر بخش کے فرزند ارجمند تھے، وفات : ۱۰، اپریل ۱۹۲۵ء، مدفن : خواجگان قبرستان نزد جنازہ گاہ

مولوی امان اللہ :- شیخ محمد عبداللہ ساکن چک عمر کے بھائی اور مولانا صدر الدین کے صاحبزادے تھے۔ علوم دین اور عربی و فارسی زبان پر دسترس رکھتے تھے۔ اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے ۲۹ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ / ۳۱ اگست ۱۸۹۴ء کو وفات پائی اور چک عمر میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے سلام اللہ شائق نے بڑا نام پایا۔

سید امداد حسین شاہ :- جنڈانوالہ (کھاریاں) میں مدفون اس مردِ کامل نے ۱۹۲۳ء میں اس جہانِ بیکلی کو رونق بخشی اور نقشبندی قادری سلسلوں میں بلند مقام پایا۔ ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء کو وصلِ حق سے سرفراز ہوئے۔ (حالات پر کتاب آچکی ہے)

مولوی بدر الدین گولیکی :- علامہ عصر مولوی بدر الدین اپنے عہد کے نہایت ذی شان عالم و فاضل، فقیہ اور انشا پرداز تھے۔ آپ نے لاہور، جالندھر وغیرہ کے نامور استادانِ فن سے فیض پایا۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ عبداللہ (عمر چک) اور مولوی کلیم اللہ (مچھیانہ) جیسے یگانہ روزگار لوگ شامل تھے۔ آپ نے ۱۲۸۶ء میں رحلت فرمائی اور گولیکی میں دفن ہوئے۔ "بدر دین در خوف می آید" مادہ سن رحلت ہے۔

حکیم برکت علی ہاشمی :- گجرات کے قریشی ہاشمی خانوادے کے چشم و چراغ اور

حکیم خدا بخش کے چھوٹے بھائی حکیم برکت علی کے والد کا نام غلام حسن تھا۔ آپ ماہر طبیب، فارسی کے عالم اور علمِ جفر کے بے بدل ماہر تھے۔ آپ مشن سکول میں معلم اور نقل نویس صدر عدالت جہلم بھی رہے۔ علمِ جفر میں ۳ کتابیں لکھیں۔ آپ تحصیل گجرات کے قاضی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ۱۶ جون ۱۹۲۱ء کو انتقال فرمایا اور دارہ گلاب شاہ میں درمیانی راستے سے دائیں ہاتھ پہلی قبر آپ کی بنی۔

الحاج میاں برکت علی :- گجرات کی سیاسی و سماجی شخصیت میاں برکت علی (والد میاں محمد اکبر) نے ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء کو وفات پائی اور خواجگان قبرستان کے حصہ شاہ بلاک میں دفن ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے میاں مسعود احمد مدفون ہیں جو ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو فوت ہوئے۔ وہ میاں عمران مسعود کے والد تھے۔

مفتی بشارت احمد نیئر :- گجرات کے ممتاز ماہر قانون اور جرأت مند و فعال شخصیت۔ ابن مفتی بشیر احمد۔ پیدائش ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء اور وفات ۱۷ ستمبر ۱۹۹۴ء۔ مرقد موضع ترکھ میں بنا۔ گجرات بار کے دو بار صدر رہے۔ پنجاب اور پاکستان بار کے ممبر بھی رہے۔ منفی سیاست کی مخالفت کی پاداش میں مارشل لا دور میں ڈیڑھ سال قید بھی رہے۔ مولوی ثناء اللہ گلیانوی :- مولوی شمس الدین گلیانوی کے فرزند ارجمند اور پنجابی کے نامور شاعر مولوی ثناء اللہ نے ۱۷ نومبر ۱۹۴۶ء بمطابق ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۶۵ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور گلیانہ کے محلہ قریشیاں میں ابدی آرام گاہ بنی۔ قصہ "لیلیٰ مجنوں جدید" آپ کی یادگار ہے۔

پیر جعفر شاہ :- پیر بہاؤن شاہ کی نسل میں سے تھے۔ عابد و زاہد شب بیدار، عالم و فاضل اور خادمِ خلق تھے۔ آپ کا دیوان خانہ ہر خاص و عام کے لئے کھلا رہتا اور وہ اپنی روحانی اور دنیاوی مشکلات میں آپ کو مدد و معاون پاتے۔ آپ نے ۱۳ جنوری

۱۹۲۴ء کو رحلت فرمائی اور قبرستان آل شاہدولہ میں دفن کئے گئے۔

لیفٹیننٹ حسن محمد خان بہادر :- جاگیردار موضع لنگڑیال واٹس پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی۔ ۹ جنوری ۱۹۳۵ء کو وفات پا گئے اور ترمہنگ قبرستان کے مشرقی حصہ سے متصل اپنے آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

سید حیدر جیلانی :- سید حیدر جیلانی گجرات کی نامور سماجی شخصیت تھے۔ سرفصل علی کی تعلیمی تحریک میں ان کے شانہ بشانہ کام کیا۔ ڈاکٹر ذوالفقار حیدر، سید افتخار حیدر اور ڈاکٹر سید سجاد حیدر کے والد گرامی تھے۔ ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء کو مرحوم ہوئے اور شاہدولہ روڈ پر اپنے آبائی قبرستان میں پیوستہ خاک ہوئے۔

حافظ خان محمد قلعداری :- جید عالم دین، شاگرد حضرت صالح گجراتی اور جد امجد ڈاکٹر احمد حسین قریشی، حافظ خان محمد صاحب ملتان سے گجرات آئے۔ قلعدار کی مسجد جامع شاہی کے خطیب و امام رہے۔ علوم دینیہ میں بلند مقام کے مالک تھے۔ ۱۲۷۴ھ میں فوت ہوئے اور قلعدار میں قریشی خانوادے کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

خورشید عالم بھٹی :- کامرس کالج گجرات کے سابق پرنسپل اور نیک طینت انسان چوہدری خورشید عالم بھٹی نے کامرس کی اعلیٰ تعلیم انگلینڈ سے حاصل کی۔ گجرات میں ڈگری کالج آف کامرس آپ کی کوششوں سے بنا اور آپ اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ تمام عمر نہایت دیانتداری اور خوش خلقی میں بسر کی۔ ۱۷ مارچ ۱۹۹۶ء کو بعارضہ قلب فوت ہوئے اور اپنے آبائی گاؤں لکھنوال میں آسودہ خاک ہوئے۔

خوشی محمد کنجاہی :- حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید خاص اور خوش بیان شاعر خوشی محمد کنجاہی ۱۱۳۴ھ میں فوت ہوئے۔ قبر کنجاہ میں موجود ہے۔ "زابل دل ولی اللہ خوشحال" = ۱۱۳۴ء۔ مادہ سن رحلت ہے۔

حافظ سیّد ذوالفقار علی شاہ :- نامور شیعہ عالم اور مقرر و ذاکر جنہیں "آفتابِ پنجاب"، "شمس الواعظین" اور "آفتابِ پاکستان" کے خطبات دیتے گئے تھے۔ وہ تورات، زبور، انجیل اور قرآن کے عالم تھے۔ ۱۶ جنوری ۱۹۸۲ء کو فوت ہوئے اور جلالپور جٹاں کے بڑے قبرستان میں آرام گاہ آخری بنی۔

سائیں رحیم خان :- باکرامت ولی سائیں رحیم خان کا مزار محلہ فتوپورہ میں واقع ہے۔ آپ نے ایم اے تک تعلیم حاصل کی تھی اور مال افسر کے عہدے پر فائز تھے جب کسی صاحبِ نظر نے آپ کو طریقت کی دنیا کا شاہین بنا دیا۔ آپ نہایت جلالی شخصیت کے مالک تھے۔ دسمبر ۱۹۴۵ء میں رحلت فرمائی۔

قاضی رضی الدین کنجاہی :- ولد عبدالنبی۔ آپ نوشہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ جید عالم دین، مفتی اور شاعر و ادیب تھے۔ روحانیات میں بلند درجہ پر فائز تھے۔ ۱۱۱۳ھ میں وفات پائی۔ آپ پر گنہ گجرات کے حاکم بھی رہے۔

سیّدہ سردار بی بی :- آپ ڈیرہ سگھر (گجرات) کی معروف عارفہ حق گزری ہیں۔ آپ سید فضل حسین شاہ آف مناوڑ کی بیوہ تھیں۔ تمام عمر جہد و ریاضت اور خدمتِ خلق میں گزری۔ وصال ۱۸ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ہوا اور آپ سگھر میں دفن ہوئیں جہاں مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ سید فضل شاہ (اور ان کا صاحبزادہ) کشمیر میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان کے بعد آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی۔

پیر سکندر شاہ :- سجادہ نشین دربار شاہد ولہ ۸ جنوری ۱۹۸۶ء کو فوت ہوئے اور آبائی قبرستان نزد مسجد حاجی صاحب میں آسودہ خاک ہوئے۔

علامہ سیّد احمد ناظم :- علمائے قلعہ دار میں سے آپ سب سے بلند مرتبہ عالم و فاضل و فقیہ تھے۔ حافظ خان محمد کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے درس اور وجود بابرکت

نے شادیوال کو ایک علمی مرکز بنا دیا تھا۔ دینی مسائل پر رسائل کے علاوہ پنجابی و فارسی میں شاعری بھی آپ کی یادگار ہے آپ نے ۱۳۰۶ھ میں وصال فرمایا اور شادیوال میں دفن ہوئے۔ قبر کی صحیح نشاندہی نہیں ہو سکی۔

سید شبیر حیدر شہید :- معین الدین پور کے سید شبیر حیدر شہید پاکستان ایئر فورس میں فلائنگ آفسر تھے۔ والد کا نام سید صفدر حیدر شاہ تھا۔ آپ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۳ء کو پیدا ہوئے اور ۲۸ جون ۱۹۷۵ء کو ایک ایئر کریش کے نتیجے میں شہید ہو گئے۔ معین الدین پور کے بڑے قبرستان میں دفن ہیں۔

سید شبیر حسین شاہ :- نارووالی میں مدفون ایک بلند مرتبہ روحانی شخصیت۔ آپ کی دینی، رونی اور ملی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ سیال شریف کے فیض یافتہ تھے۔ ۵ اپریل ۱۹۸۱ء کو عازم سفر آخرت ہوئے۔ مزار زیر تعمیر ہے۔

مولوی شرف علی نوشاہی :- پنجابی کے نامور شاعر اور کئی کتب کے شاعر و مؤلف مولوی شرف علی یلم ستمبر ۱۹۷۶ء کو وفات پا کر ڈوگہ نزد دولت نگر میں مدفون ہوئے۔

شریف شعلہ :- جلالپور جٹاں کا یہ عوامی، انقلابی شاعر ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء کو اس دارالحن سے عالم باقی کو سدھارا اور تند پور والے قبرستان میں قبر بنی۔ "اوکھیاں راہواں" کے نام سے آپ کا مجموعہء کلام چھپ چکا ہے۔

مولوی شکر اللہ :- مولوی شیخ عبداللہ (عمر چک) کے پڑدادا تھے۔ عمل و علم میں کمال رکھتے تھے۔ اور تشنگانِ علم کے لئے سرچشمہ فیض تھے۔ ۱۲۸۰ھ میں عالم جاودانی کو سدھارے اور عمر چک میں مدفون بنا۔

ماسٹر طالع محمد :- میر کریم بخش کے فرزند، جلالپور جٹاں میں ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے اور ۲۱ ستمبر ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئے۔ جلالپور جٹاں کے مشن سکول اور اسلامیہ

ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ مصنف بھی تھے۔ اقبالؒ سے خط و کتابت تھی۔ ٹاؤن کمیٹی کے وائس پریزیڈنٹ بھی رہے۔ سماجی خدمت میں بہت فعال تھے۔

نوابزادہ ظفر مہدی :- نوابزادہ مہدی علی خاں کے اس فرزند نے بطور سیاستدان نام کمایا۔ ۲۷ اگست ۱۹۸۷ء کو جاں بحق ہوئے اور کوٹھی نواب صاحب کے قریب آبائی قبرستان میں والد کے پہلو میں آخری مسکن بنا۔

سید عباد اللہ شاہ :- منگوال غرنی کے خواجہ عبدالرحیم کے فرزند تھے۔ فردِ زماں اور ولیٰ کامل تھے۔ ۱۲۶۶ ہجری میں واصلِ الہی ہوئے اور منگوال میں خفتہ خاک ہوئے۔ "رُخِ سادات" = ۱۲۶۶ھ مادہ سن وصال ہے۔

خواجہ عبدالرحیم :- خواجہ عبدالرحیم سادات معین الدین پور میں سے تھے۔ آپ عارفِ باللہ اور عالمِ دین تھے۔ منگوال میں درس قائم کیا جہاں دور دور سے طالب علم آتے تھے۔ آپ شاہ مراد ساکن سمن پنڈی کے مرید اور میاں محمد فیض کھیالی والا کے شاگرد تھے۔ رنجیت سنگھ آپ کا بڑا احترام کرتا تھا۔ آپ نے ۱۲۴۵ھ / ۳۰-۱۸۲۹ء کو وفات پائی اور منگوال میں قبر بنی۔

سید عبدالشکور شاہ :- بوکن شریف میں مدفون یہ ہستی ایک علمی و روحانی خانوادہ میں پیدا ہوئی۔ آپ نے تمام عمر درس و تدریس کا مقدس پیشہ اختیار کئے رکھا۔ پیر مہر علی شاہؒ اور سائیں گوہر الدین احمدؒ آف جیندھڑ سے فیض پایا۔ دنیاوی تعلیم واجبی ہونے کے باوجود آپ کا وعظ نہایت پر اثر اور پرسوز ہوتا تھا۔ آپ نے ۲۶ جنوری ۱۹۶۰ء کو شبِ معراج کی مجلس میں رحلت فرمائی اور بوکن میں دفن ہوئے۔

چوہدری عبدالغنی خان گوندل :- ولد خان بہادر کپتان محمد زمان خان اور والد عبدالرحمن شہید ستارہ جرات قبرستان شاہ حسین میں دفن ہیں۔ آپ ایم۔ اے بار ایٹ لا۔

اور آنزیری مجسٹریٹ تھے۔ ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

عبدالقدیر نعمانی :- نامور صحافی اور دانشور عبدالقدیر نعمانی ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء کو غلام

محمی الدین کے ہاں گجرات شہر میں پیدا ہوئے اور ۲۷ اپریل ۱۹۸۶ء کو فوت ہوئے۔

آپ کی تعلیم ایم اے (نفسیات و اکنامکس) تھی۔ مختلف جرائد و اخبارات سے منسلک

رہے اور معیاری صحافت کے علمبردار رہے۔ ایم ایس ایف کے بانیوں میں سے تھے۔

عظمت اللہ شیخ :- سرسید کالج گجرات کے سابق پرنسپل اور نامور ماہر تعلیم شیخ

عظمت اللہ ۶ جنوری ۱۹۸۸ء کو مرحوم ہوئے اور قبرستان تریہنگ کے مشرقی

دروازے کے قریب دفن کیے گئے۔

علی احمد گوندل :- مترجم اقبال اور پنجابی شاعر علی احمد گوندل ولد محمد دین نے

اگست ۱۸۹۸ء کو شادیوال میں جنم لیا اور ۱۸ اگست ۱۹۸۶ء کو وفات پائی۔ "ارمغان

حجاز" کا منظوم پنجابی ترجمہ بنام "دل دی آواز" آپ کی یادگار ہے۔

قاضی عنایت اللہ :- گورنمنٹ کالج پشاور کے سابق پرنسپل، زمیندار کالج کے وائس

پرنسپل اور نامور تاریخ گو قاضی عطا محمد کے فرزند قاضی عنایت اللہ ایم اے (علیگ)

تھے۔ دسمبر ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا اور قبرستان شاہ بلاک میں دفن ہوئے۔

کپتان غلام احمد خان بی اے :- ڈپٹی ڈائریکٹر کنٹونمنٹ جنرل ہیڈ کوارٹرز

پاکستان۔ وفات ۱۶ مئی ۱۹۵۰ء راولپنڈی۔ مدفن تریہنگ گجرات۔

سید غلام حسین شاہ :- آپ سید امیر حسین شاہ عرف کاکو شاہ کے والد تھے۔

ریلوے میں ڈویژنل کمرشل آفیسر تھے۔ آپ کے والد ڈاکٹر سید امیر شاہ وٹریسری کالج

لاہور کے پہلے مسلمان پرنسپل تھے۔ سید غلام حسین شاہ ۵۲ سال کی عمر میں ۲۳ جون

۱۹۳۹ء کو دہلی میں فوت ہوئے اور معین الدین پور کے بڑے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

صاحبزادہ سید غلام دستگیر :- آپ سید محمد چراغ چکوڑوی کے فرزند اور پیر غلام سرور شاہ کے برادرِ بزرگ تھے۔ پیر مہر علیشاہ کی نظرِ کرم سے متاثر ہو کر کئی برس تک فنا فی الشیخ رہے اور معرفت میں بلند مقام حاصل کیا۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ کو واصلِ حق ہوئے۔

سید غلام شاہ وکیل :- گجرات کے پہلے مسلمان وکیل سید غلام شاہ کے والد کا نام سید حسن شاہ ساکن جو کالیاں تھا۔ آپ نامور وکیل تھے۔ ۱۰ مئی ۱۹۲۱ء میں فوت ہوئے اور قبرستان بھٹیاں میں جانبِ شمال دفن ہوئے۔ وفات کے وقت عمر ۵۶ برس تھی۔
غلام غوث :- قاضی سلطان محمود کے والدِ گرامی تھے۔ ۱۲۴۵ھ کو پیدا ہوئے۔ بختّر عالم دین جید خطاط اور صاحبِ حال تھے۔ لہٰذا شریف میں بیعت تھے۔ ۱۱ صفر ۱۳۰۲ھ کو فوت ہوئے۔ اعوان شریف میں مزارِ مبارک موجود ہے۔

غلام محی الدین کنجاہی :- محمد صالح کنجاہی کے صاحبزادے تھے۔ اپنے دور کے جید عالم اور تاریخ گو تھے "مجمع التواریخ" آپ کی تصنیف ہے۔ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں عالم باقی کو رخصت ہوئے اور کنجاہ میں پیوندِ خاک ہوئے۔

غلام مصطفیٰ :- آپ قاضی سلطان محمود کے حقیقی دادا تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ نہایت فیاض و مہربان تھے۔ آپ ۲۸ محرم الحرام ۱۲۶۰ھ میں واصلِ حق ہوئے۔ "ماہِ بغرب" مادہ سالِ رحلت ہے۔ قبر اعوان شریف میں ہے۔

مولوی فضل احمد قلعداری :- حافظ خان محمد کے فرزند تھے۔ آپ جید عالم دین، خطیب اور کاتب تھے۔ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء میں رحلت فرمائی اور قلعدار میں قبرستان قریشیاں میں ابدی مسکن بنا۔

مولانا فضل الہی :- مولانا فضل الہی جید پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں

پیدا ہوئے۔ مولوی فاضل، منشی فاضل کرنے کے بعد تمام عمر درس و تدریس میں گزری۔
الحدیث تھے۔ کھوڑی، فتح پور اور جلالپور جٹاں میں سروس کا بیشتر عرصہ گزرا۔ عربی
فارسی کے جید عالم تھے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۰ء کو فوت ہوئے اور جید پور میں دفن ہوئے۔
علامہ اختر فتح پوری آپ کے نامور شاگرد ہیں۔

میاں فضل الہی پگانوالہ :- گجرات کے مقتدر پگانوالہ خاندان کے بزرگ، میاں
فضل الہی پگانوالہ شہر کی نمایاں سماجی شخصیت تھے۔ ۲۹ مئی ۱۹۴۷ء بمطابق ۸ رجب
۱۳۶۶ھ کو فوت ہوئے اور اپنے آبائی قبرستان (نزد مسجد پیر بخش) میں آسودہ خاک
ہوئے۔

سید فضل حسین شاہ اجمیری :- بزرگ ہستی جناب پیر سید فضل حسین شاہ اجمیری
وڈاپنڈ (نزد کڑیانوالہ) میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ سائیں و ہنگی والی سرکار (حاجیوالہ)
کے مرید خاص تھے۔ آپ نے ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۴ جون ۱۹۸۲ء کو
داعیٰ حق کو لپیک کہا اور وڈاپنڈ کی خاک میں مجواستراحتِ ابدی ہوئے۔

سید فضل حسین شاہ :- کھیپرٹانوالہ میں مزارِ اقدس ہے۔ مردِ کامل اور سرچشمہ فیض
تھے۔ سلسلہ نسب سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے ملتا ہے۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۳ء کو اس
عاشقِ رسول کا وصال ہوا۔

مولوی فضل حق ٹھمکوی :- پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر مولوی فضل حق ۲،
اپریل ۱۹۰۹ء میں ٹھمکہ (نزد جلالپور جٹاں) میں مولوی عبدالحمید کے گھر پیدا ہوئے۔
خطابت، امامت، کتابت اور شاعری تمام عمر مشغول رہے۔ ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء کو رحلت
ہوتی اور ٹھمکہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ چھوٹے بڑے ۲۰ منظوم قصے لکھے۔

صوفی فضل کریم نقشبندی :- روحانی شخصیت صوفی فضل کریم ۱۶ جنوری

۱۹۸۴ء کو فوت ہوئے اور قبرستان شاہ بلاک کے انتہائی شمال میں سپردِ خاک ہوئے۔
مولانا فضل کریم :- علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد، فارغ دیوبند، میاں شیر محمد
 شرقپوری کے مرید اور جماعت اسلامی کے سرگرم لیڈر مولانا فضل کریم کی تمام عمر
 درس و تدریس میں گزری۔ ۱۵، اگست ۱۹۷۱ء کو ۷۲ سال کی عمر میں علم بقا کو
 سدھارے۔ ڈلہ (گجرات) میں ابدی آرام گاہ بنی۔

مولوی کلیم اللہ مچھیانوی :- متعدد علمی و دینی کتب کے مصنف، عالم اجل مولوی
 کلیم اللہ بن غلام قادر گاکھڑہ (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ اساتذہ میں مولوی بدرالدین گولیکی
 اور حافظ نور الدین چکوڑوی شامل تھے۔ ۱۹۰۶ء میں رحلت فرمائی اور مچھیانہ میں مدفون
 ہوئے۔ جہاں آج کوئی آپ کے نام اور قبر سے واقف نہیں۔

شیخ کمال الدین :- رنجیت سنگھ کے افسر توشہ خانہ شیخ کمال الدین گجرات کی فاروقی
 فیملی کے فرد تھے۔ ۸۰ سال کی عمر پا کر ۱۸۷۶ء کو فوت ہوئے اور فاروقی فیملی کے
 آبائی قبرستان (شاہدولہ روڈ) میں جانبِ شمال دفن ہیں۔

محمد آصف باڈی بلڈر :- جونیئر مسٹر گجرات ۹۴ء، مسٹر اسلام آباد ۹۴ء، جونیئر مسٹر
 راولپنڈی ۹۵ء، اور جونیئر مسٹر پنجاب ۹۵ء۔ ۲۹ فروری ۱۹۹۶ء کو عین عالم شباب میں
 انتقال کر گئے۔ قبرستان جھنگی (نزد امین فین) کے انتہائی مغربی حصہ میں دفن ہوئے۔

مولوی محمد ابراہیم کنجاہی :- باکمال صوفی، جید عالم دین اور بے بدل استاد
 ابراہیم کنجاہی حافظ مفتی محمد یونس شادیوالوی کے شاگرد تھے۔ ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۴۳ھ کو
 وصال پایا۔ کنجاہ میں پیر سبز غازی کے مزار کے دروازے کے سامنے قبر ہے۔

میاں محمد اصغر :- گجرات کے مقتدر منگراں راجپوت خانوادے کے چشم و چراغ
 میاں محمد اصغر فروری ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ سرکاری اور پرائیویٹ ملازمت کرتے

رہے۔ فلم انڈسٹری میں بھی رہے۔ تحریکِ خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا اور ملازمت سے نکالے گئے۔ انجمنِ اسلامیہ گجرات کے سیکریٹری اور گجرات مسلم لیگ کے خزانچی تھے۔ ۱۸ اگست ۱۹۵۷ء کو مرحوم ہوتے اور خاندانی قبرستان (متصل میگم شاہی مسجد) میں دفن ہوئے۔

سید محمد اقبال ہیڈ ماسٹر :- سید غلام شاہ وکیل کے صاحبزادے تھے۔ ۱۴ مئی ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ علیگڑھ سے ۱۹۲۵ء میں بی اے کیا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان بھٹیاں میں جانبِ شمال دفن ہوئے۔

ڈاکٹر محمد اکرم مرزا :- گجرات کے مشہور معالج اور صاحبِ بصیرت انسان الحاج مرزا محمد اکرم ۱۹ جنوری ۱۹۹۵ء کو عالمِ باقی کو سدھارے اور جلالپور جٹاں کے بڑے قبرستان میں جانبِ مغرب قبر بنی۔ "بزمِ طلوعِ اسلام" ضلع گجرات کے صدر تھے۔

محمد انور سیمان :- نامور وکیل اور سیاستدان محمد انور سماں جو صوبائی وزیر بھی رہے ۲۳ جنوری ۱۹۷۶ء کو قتل کر دیئے گئے۔ ان کا دفن سماں (گجرات) میں ہے۔

شیخ محمد بشیر :- شیخ خیر دین کے اس فرزند نے "باسکوشوز" کے مالک کے طور پر شہرت پائی۔ ۶ جون ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۲ مارچ ۱۹۷۰ء خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ خواجگان قبرستان میں خوبصورت مقبرہ ورثہ کی دلچسپی اور تونگری کا ثبوت ہے۔

سید محمد بقا اللہ :- خواجہ عبدالرحیم ساکن منگوال کے فرزند تھے۔ حافظِ قرآن و صاحبِ صدق و صفا اور زاہد و متوکل بزرگ تھے۔ ۴ جمادی الاول ۱۲۵۹ء بمطابق ۲ جون ۱۸۴۳ء کو واصل حق ہوئے اور منگوال میں مرقد بنا۔

محمد حسن خان درانی :- خان بہادر سردار محمد حسن خان درانی، سردار محمد حیات خان کے فرزند تھے۔ اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۸ فروری ۱۹۲۴ء

کو رحلت پا کر آبائی قبرستان (متصل میگم شاہی مسجد) میں مدفون ہوئے۔

محمد حسین خان درانی :- سردار محمد حیات درانی کے دوسرے صاحبزادے سردار محمد حسین خان بھی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ آپ سردار عبدالعفور خان درانی کے والد تھے۔ ۲۴ نومبر ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوئے ۱۶ جنوری ۱۹۶۵ء کو فوت ہوئے۔

پروفیسر محمد خان :- میگم شاہی مسجد سے متصل منگراں راجپوت خاندان کے قبرستان میں مدفون پروفیسر محمد خان زمیندار کالج کے استاد تھے۔ پیر مہر علی کے مرید اور صوفی منش شخصیت تھے۔ ۱۷ مارچ ۱۹۶۸ء بمطابق ۱ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ کو انتقال کیا۔

خان صاحب بابو محمد خلیل :- سندھو خاندان کی قد آور سماجی شخصیت! ولد حاجی اما دین۔ سماجی خدمات کے صلے میں "خان صاحب" کا خطاب اور جاگیر ملی تھی۔ گجرات میں ساہسال تک آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنر رہے۔ ۲۷ اگست ۱۹۵۳ء کو فوت ہوئے۔ قبرستان بھٹیاں میں جنازہ گاہ کے ساتھ جانب مشرق قبر بنی۔

محمد دین میر :- پنجابی کے نامور شاعر میر محمد دین میر، قادر میر کے فرزند تھے۔ جلالپور جٹاں کے رہنے والے تھے۔ تحریک پاکستان میں قلمی جہاد کیا۔ ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷۷ء میں رحلت فرمائی آپ کی کتابوں میں "شہد دی لکھی"، "صمصام میر"، "ختم نبوت" وغیرہ شامل ہیں۔

باوا محمد رفیق صاحب آف حیات گڑھ :- صوفی باصفا جناب محمد رفیق آف حیات گڑھ ریٹائرڈ پولیس آفیسر تھے۔ حیات گڑھ میں ریٹائرمنٹ کے بعد ڈیرہ لگایا اور خلق اللہ کو راہ حق کی طرف بلاتے رہے۔ آپ نے ۱۴ اگست ۱۹۹۴ء کو وفات پائی اور حافظ محمد حیات کے مزار سے جانب جنوب سڑک کے کنارے آپ کا مزار بنا۔

محمد زبیر شہید :- لالہ موٹھی کے فضل کریم بٹ کے اس جری بیٹے نے ۱۹۶۲ء

میں جنم لیا اور ۱۳ مارچ ۱۹۹۰ء کو خوست (پکتیا) کے محاذ پر کئی روز کی مسلسل جنگ کے بعد جامِ شہادت نوش کیا۔ لالہ موسیٰ میں ابدی مسکن بنا۔

محمد سرور خاں درانی :- درانی خاندان کے فرد، سردار محمد سرور خاں درانی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ ۲۹ اپریل ۱۸۶۱ء کو جنم لیا اور ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء کو عازم سفر آخرت ہوئے۔ آبائی قبرستان (متصل بیگم شاہی مسجد) میں قبر بنی۔

سید محمد شفیع شاہ وکیل :- آپ سید غلام شاہ وکیل کے صاحبزادے تھے۔ اچھے وکیل تھے۔ تمام عمر ڈسٹرکٹ بورڈ کے سیکرٹری رہے۔ علیگڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۰۱ء کو پیدا ہوئے اور ۱ نومبر ۱۹۵۷ء کو عالم جاوداں کو سدہارے۔ قبرستان بھٹیاں میں شمالی طرف آپ کی قبر ہے۔

پیر محمد عالم نقشبندی :- چکوڑی شریف میں پیر غلام سرور کے مزار سے متصل آپ کا مزار ہے۔ آپ، حافظ نور الدین کے شاگرد اور داماد تھے۔ بزرگوں کا تعلق گولیکی سے تھا۔ آپ، پیر چمن شاہ صاحب آلو مہاروی کے خلیفہ مجاز تھے۔ علم و فضل میں باکمال تھے۔ ۳ محرم ۱۳۵۵ھ میں وفات پائی۔

حافظ محمد عالم :- ماہنامہ "عالمگیر" لاہور اور ہفت روزہ "خیام" لاہور کے مدیر و مالک حافظ محمد عالم بھی گجرات کے رہنے والے تھے۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء کو فوت ہوئے اور گجرات میں دفن ہوئے۔

محمد عمر گجراتی :- تلمیذ پیر فضل گجراتی، محمد عمر گجراتی ولد جمال دین بٹ ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے ۲۶ جولائی ۱۹۹۱ء میں اس دارالحسن سے سدہارے اور قبرستان آل شاہدولہ میں دفن ہوئے۔ عمر گجراتی پنجابی چومصرعے اور غزل کا پختہ شاعر تھا۔

محمد قاسم ابوالوفا :- عابد و زاہد شب بیدار، ولی اللہ اور پیر روشن ضمیر، میاں محمد

اسلم کے فرزند تھے۔ آپ نے ۲۷ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ میں عالم باقی کو کوچ کیا اور گولیکی میں آخری آرامگاہ بنی۔ "باگرفتہ بجنّت الماویٰ" = ۱۲۵۲ھ مادہ سن رحلت ہے۔

مولوی شیخ مسعود :- بن حافظ اللہ یار، مولوی محمد صالح گجراتی کے شاگرد تھے۔ بہت بڑے عالم دین، فقیہ اور خطاط تھے۔ ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں فوت ہوئے۔

پیر مقبول حسین شاہ :- سجادہ نشین دربار شاہدولہ اور والد گرامی پیر فضل حسین فضل گجراتی ۱۱ ستمبر ۱۹۴۶ء کو فوت ہوئے اور قبرستان آل شاہدولہ گجرات میں آسودہ خاک ہوئے آپ کے والد کا نام صفر حسین شاہ تھا۔

ڈاکٹر کرنل سید مظہر حسین شاہ :- قائد اعظمؒ کے معالجین میں شامل تھے۔ معین الدین پور کی مقتدر شخصیت سید محبوب حسین شاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ۳ جون ۱۹۰۲ء کو جنم لیا اور ۲۱ فروری ۱۹۷۹ء کو اس دارفانی سے رختِ سفر باندھا۔ آپ معین الدین پور کے بڑے قبرستان میں خفۃ خاک ہیں۔

سید منظور حسین شاہ :- دسوندھی پورہ (گجرات شہر) میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کا عرصہ حیات ۱۹۱۶ء تا ۱۹۸۱ء ہے۔ آپ چھالے شریف کے سجادہ نشین اور اپنے ہم نام سید منظور حسین شاہ کے مرید خاص تھے۔ آپ کے والد کا نام سید فضل حسین تھا۔

چوہدری مولا داد :- پنشنر ایس ڈی او پبلک ورکس، ۴ جون ۱۹۴۳ء کو جان، جان آفریں کے سپرد کی اور قبرستان دارا گلاب شاہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ میجر زمان صاحب کے والد اور نامور ادیب و دانشور فخر زمان کے دادا تھے۔

مس مہر افروز درانی :- سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج فار ویمن گجرات مس مہر افروز درانی دختر محمد انصراں درانی ۷ ستمبر ۱۹۹۴ء کو مرحومہ ہوئیں۔ میگم شاہی مسجد کے متصل آبائی قبرستان میں قبر بنی۔

سید نادر حسین شاہ قلندری بخاری :- ولی اللہ اور صاحبِ قلم جناب نادر حسین شاہ بخاری، مہسم چوک میں مدفون ہیں مریدین کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ کئی کتب لکھیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۹۷۱ء میں واصلِ حق ہوئے۔

مفتی نامدار :- ایم اے، بی ٹی، ایل ایل بی، ایڈووکیٹ، بانی پبلک ہائی سکول نمبر 1 گجرات ۱۴ دسمبر ۱۹۴۶ء کو فوت ہوئے اور دارا گلاب شاہ میں خفۃ خاک ہوئے۔

نانگرے شاہ :- مجذوب صفت درویش، اصلی نام سید حسین شاہ سہروردی قادری ۴ جنوری ۱۹۷۱ء کو واصلِ حق ہوئے اور چاہ بیری والا میں مزار بنا۔

شیخ نبی بخش :- گجرات کے شہرت یافتہ تاجر اور سماجی شخصیت ۹۷ سال کی عمر میں خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہوئے۔ تب ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء کا دن تھا۔ ایس ایم بشیر کے مدفن سے جانبِ جنوب قبر موجود ہے اور یہ قبرستان خواجگان کا حصہ ہے۔

مولوی نجم الدین فائز :- مولوی سید احمد ناظم کے فرزند تھے۔ شادیوال میں زندگی بسر کی اور اپنے والد ماجد کی درس گاہ کو جاری رکھا۔ آپ بھی شاعر و خطیب بے بدل اور عالم دین تھے۔ آپ نے دینی مسائل کو پنجابی اشعار میں ڈھال کر مقبول بنا دیا۔ آپ قادیانی ہو گئے تھے۔ کئی کتب یادگار ہیں۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ "غروب النجم" = ۱۳۳۲ھ مادۃ تاریخِ رحلت ہے۔ آپ کی قبر شادیوال میں ہے۔

سید نذیر حسین گیلانی :- روحانی شخصیت! ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو اس جہانِ رنگ بوسیں وارد ہوئے اور ۱۲ نومبر ۱۹۸۹ء کو فوت ہوئے۔ ماجرہ کلاں (سیالکوٹ) میں جنم لیا اور بیووالی گجرات میں محوِ استراحتِ ابدی ہیں۔ زندگی درس و تدریس میں گزری۔

شیخ نصیر الدین :- گجرات کی مقتدر فاروقی فیملی کے فرد تھے۔ ڈسٹرکٹ جج تھے اور ۶۰ سال کی عمر پا کر ۱۹۱۷ء کو عادلِ مطلق کے حضور حاضر ہوئے۔ فاروقی قبرستان

(شاہدولہ روڈ) میں خفتہ خاک ہیں۔

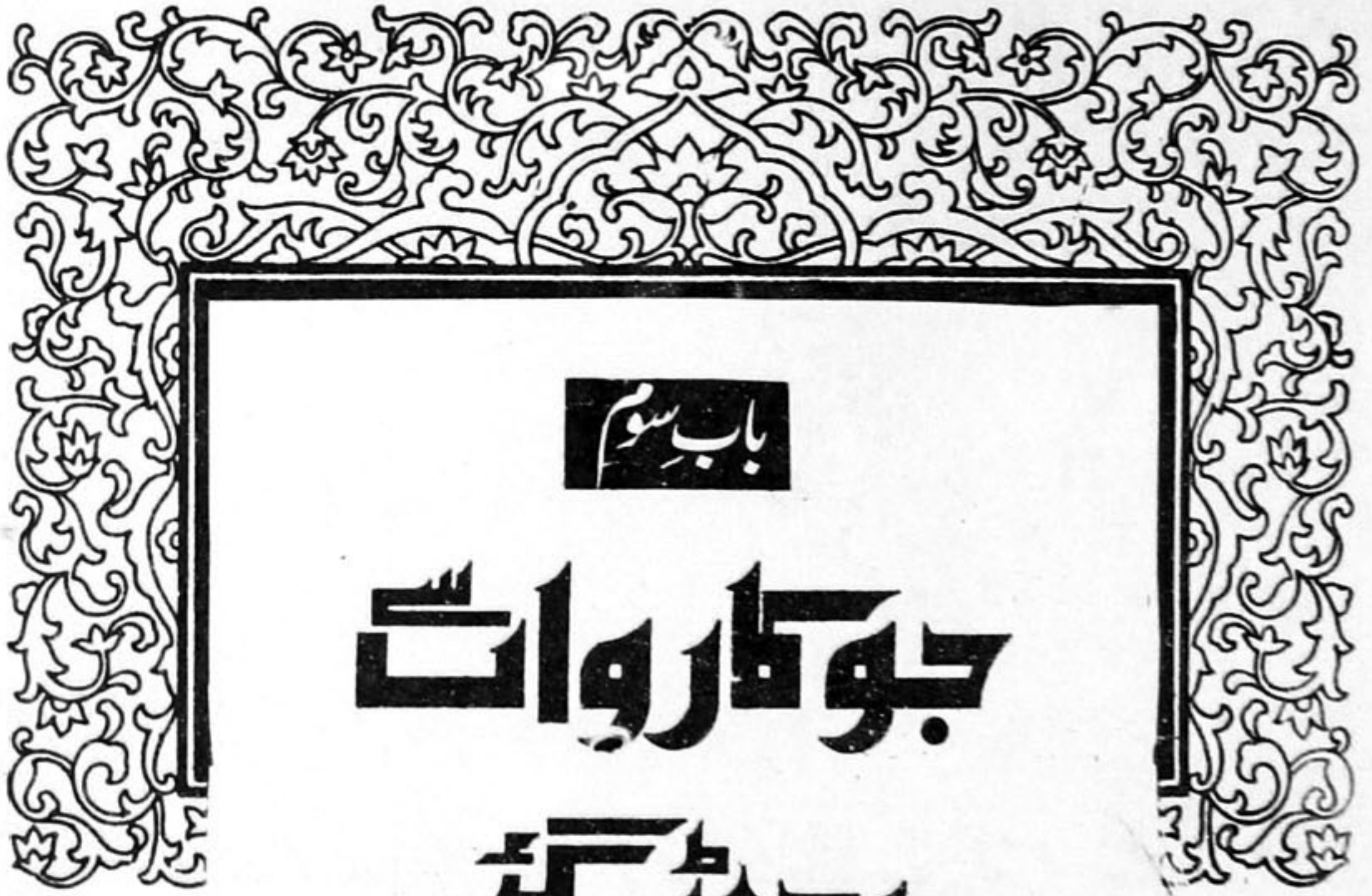
مفتی حافظ نور الدین :- جلالپور جٹاں کے نامور عالم دین اور مردِ سالک حافظ نور الدین، میاں خدا بخش کے فرزندِ ارجمند تھے۔ مولوی شیخ عبداللہ ساکن چک عمر کے شاگرد تھے۔ آپ نے ۲۱ جنوری ۱۹۴۷ء بمطابق ۲ صفر ۱۳۶۶ء کو وفات پائی اور بٹہ قبرستان جلالپور جٹاں کی چوٹی پر آپ کی قبر بنی۔ آپ کے شاگرد حافظ آفتاب وارثی کا قطعہ تاریخ کتبہ پر کندہ ہے۔ ایک اور شاگرد محمد عالم نے بھی کتبہ نصب کروایا ہوا ہے۔

وسیم صفدر شہید :- وسیم صفدر ۱۹۷۰ء میں گجرات میں جناب محمد صفدر کے گھر پیدا ہوا۔ اور ۱۱ جنوری ۱۹۸۸ء کو خوست (پکتیا) کے محاذ پر جامِ شہادت نوش کیا۔ اس نوجوان شہید جہاد افغانستان کی آخری آرام گاہ دارہ گلاب شاہ میں ہے۔

سائیں وہنگی والی سرکار :- مجذوبِ حق سائیں اللہ رکھا عرف سائیں وہنگی والی سرکار حاجیوالہ میں مدفون ہیں۔ آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ آپ نے ۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو وصلِ حق کا جام پیا۔ حلقہ ارادت دور دور تک ہے۔ علاقے میں آپ کی کرامات کا تذکرہ عام ہے۔ آپ نے تزکیہٴ نفس کی کٹھن منازل سے گزر کر فقر کا بلند مقام حاصل کیا۔ سائیں گل محمد صاحب موجودہ سجادہ نشین اسلاف کی روایات کے امین ہیں۔

مولوی عبداللطیف افضل آپ ۱۹۰۹ء میں گجرات میں جناب اللہ بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ پنجابی کے نامور شاعر تھے۔ مرزائیت کے خلاف عمر بھر قلمی اور علمی جہاد کیا۔ مولوی عبداللطیف افضل کئی کتب شاعری کے خالق تھے جن میں کلام مقبول فی نعت رسول، احسن البیان، کھینچواں نبی اور سوکھی نماز بہت مقبول ہوئیں۔ اسلامی انقلاب کے داعی تھے۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علیخان کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ ۲ اگست ۱۹۹۰ء بمطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو ۸۲ برس کی عمر میں فوت ہوئے اور قبرستان تریہنگ میں آسودہ خاک ہوئے۔

مولانا محمد نور عالم عربی کے عالم بے بدل، مدرس خطیب اور مصنف، تلمیذ مفتی محمد حسن امرتسری اور مولانا محمد عالم امرتسری، بوڑھا ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ایک مدت امرتسر میں رہے۔ ۳ جنوری ۱۹۵۸ء کو رحلت فرمائی اور بوڑھا میں دفن ہوئے۔



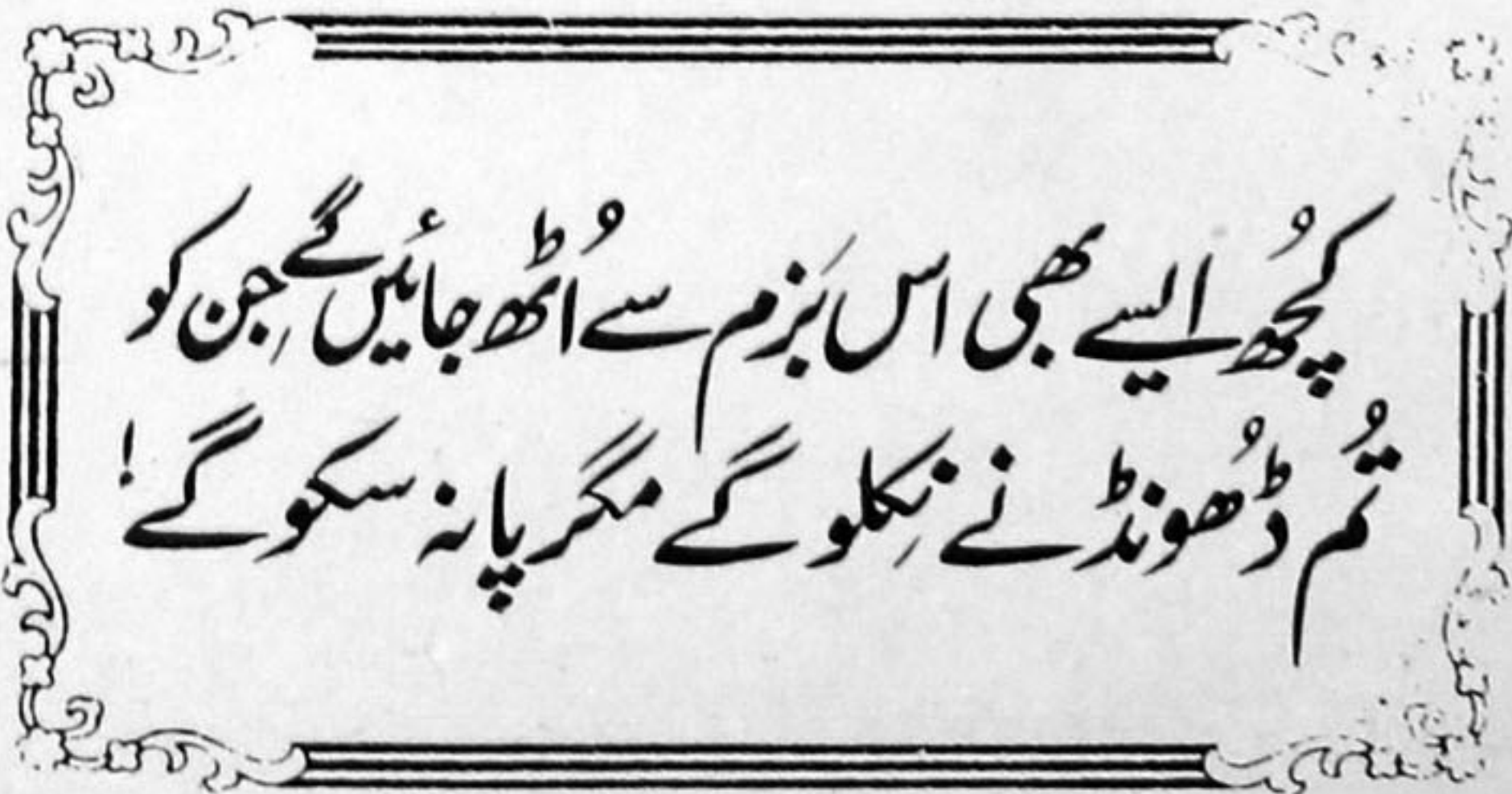
باب سوم

جو کارواٹ

بیہڑتے



(ضلع گجرات سے باہر مدفون مشاہیر گجرات)



کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو
تم ڈھونڈنے نہ سکو گے مگر پانہ سکو گے!

وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَأْسًا أَرْضِ تَمُوتُ ۝ (لقمان: ۳۱)
 اور کوئی (نفس) نہیں جانتا کہ اُسے کس زمین میں موت آئے گی۔

کچھ لوگ ہم سے روٹھ کے جانے کدھر گئے
 قلب و نظر کی بستیاں ویران کر گئے
 روشن تھے جن کی دید سے دل کے چراغ ، وہ
 آنکھوں میں عمر بھر کے لئے اشک بھر گئے
 نفرت کی تیز دھوپ نے جھلسا دیے بدن
 سائے محبتوں کے سروں سے اتر گئے
 (ڈاکٹر یوسف رضا چغتائی)

منشی احمد دین گجراتی :- شاعر، واعظ، خلیفہ امیر ملت اور کشمیر ایچی ٹیشن میں سرگرم، کالہہ کلاں (گجرات) میں ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں سانگلہ ہل میں وصال ہوا اور وہیں خفتہ خاک ہوئے۔

مولوی اختر علی :- علامہ عبدالملک کھوڑوی کے فرزند ارجمند مولوی اختر علی، سابق ڈپٹی کمشنر و رکن قومی اسمبلی ۲۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کو بہاولپور میں فوت ہوئے اور وہیں آخری آرامگاہ بنی۔

اکرام اللہ خاں چودھری :- ۱۹۱۲ء میں سرہیہ والا (گجرات) میں چودھری خوشی محمد ناظر کے گھر پیدا ہوئے اور ۲۰ مئی ۱۹۷۸ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ میانی صاحب میں مدفون ہیں۔

سید امیر حسین شاہ عرف کا کو شاہ :- تحریک پاکستان کے کارکن، سالار مسلم گارڈز، معین الدین پور گجرات میں سید غلام حسین شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ایم پی اے بھی رہے۔ لاہور میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس :- نامور وکیل اور جسٹس جناب بی۔ زیڈ کیکاؤس گجرات شہر میں پیدا ہوئے اور ۲ مئی ۱۹۸۷ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور قبرستان میاں میر میں آسودہ خاک ہیں۔

بذل حق محمود :- قاضی فضل حق خان صاحب کے فرزند، ریڈیو پاکستان لاہور کے سابق پروگرام مینجر، مصنف، ادیب اور مترجم بذل حق محمود ۳ جون ۱۹۷۹ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور میانی صاحب میں آسودہ خاک ہوئے۔

بشیر مندر :- پنجابی کے نامور شاعر گجرات کے گاؤں لاہوریاں میں ۱۹۲۵ء میں رونق گاہ دنیا میں وارد ہوئے اور ۱۹۹۰ء میں لاہور میں واصل حق ہو کر وہیں پیوند خاک ہوئے۔

"کلاڑکھ" (پنجابی مجموعہ کلام) آپ کی یادگار ہے۔

پیرے شاہ غازی (عبداللہ) :- میاں محمد بخش کے مرشد اور ولیؑ کامل جناب عبداللہ عرف پیرے شاہ غازی گجرات کے گاؤں ٹھٹھہ موسیٰ میں پیدا ہوئے۔ کھڑی شریف کو آپ کا ابدی مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ قاضی سلطان محمود کے بزرگوں میں سے تھے۔

مولانا تاج الدین لاہوری :- عظیم عالم دین اور سالک جناب مولانا تاج الدین لاہوری بھی گجرات کے سپوت تھے۔ ۶ فروری ۱۹۲۹ء کو رحلت فرمائی اور امرتسر میں مسجد تاج الدین کے ساتھ مدفون ہوئے یہ مسجد چوہچہ گرو رام متھل ریلوے لائن کے قریب واقع ہے۔

سید حبیب جلالپوری :- مردِ پیاباک، سید حبیب شاہ جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ روزنامہ "سیاست" کے مدیر کے طور پر شہرت حاصل کی۔ کئی کتب بھی لکھیں۔ تحریک پاکستان میں نمایاں رہے۔ ۲۳ فروری ۱۹۵۲ء کو فوت ہوئے اور میانی صاحب کے قبرستان میں سپردِ خاک کیے گئے۔

چودھری خوشی محمد ناظر :- مشہور نظم "جوگی" کے خالق، جموں و کشمیر کے گورنر جناب چوہدری خوشی محمد ناظر ہریہ والا میں ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے اور ایک بھرپور زندگی گزار کر ۱۹۴۴ء (یکم اکتوبر) کو سری نگر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی قبر تخت سلیمان کے قریب گلری بل میں ڈل جھیل کے کنارے واقع ہے۔

رفیع پیر :- رفیع پیر جلالپور جٹاں کے پیر تاج الدین بیرسٹر کے صاحبزادے تھے۔ لاہور میں تعلیم پائی وہیں ۱۱ اپریل ۱۹۷۴ء کو فوت ہوئے اور گلبرگ میں دفن ہوئے۔

سید سجاد حیدر بخاری :- آپ سیشن جج سید نور اللہ شاہ کے فرزند اور علامہ اقبال کے ہم زلف تھے۔ نامور وکیل تھے۔ Document expert کے طور پر لاہور میں شہرت پائی۔ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷۵ء میں لاہور میں انتقال کیا وہیں قبرستان مومن پورہ میں تہ خاک ابدی آرام گاہ بنی۔

سردار محمد شیخ :- مشہور صنعت کار، سردار ٹیکسٹائل ملز کے مالک، سابق ڈپٹی میئر لاہور کارپوریشن، بانی سردار گرلز ہائی سکول گڑھی شاہو لاہور۔ گجرات کے باشندے تھے۔ ۲ فروری ۱۹۶۶ء کو لاہور میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔

پروفیسر سرور جامعی :- نامور استاد، محقق اور دانشور اور مولانا عبید اللہ سندھی کے قریبی ساتھی جناب پروفیسر محمد سرور جامعی سیکریٹری (گجرات) کے سپوت تھے۔ جامعہ ملیہ دہلی میں استاد رہے۔ اور کئی کتب لکھیں۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۳ء کو دبئی میں فوت ہوئے ٹاؤن شپ لاہور کے قبرستان کے صدر دروازہ کے قریب قبر بنائی گئی۔ جو اب موجود نہیں۔ (بحوالہ خفتگانِ خاک لاہور)۔

میجر شبیر شریف نشان حیدر :- شجاعت کا سب سے بڑا فوجی اعزاز پانے والے شبیر شریف کنجاہ میں پیدا ہوئے اور ۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو شہادت سے سرفراز ہوئے۔ میانی صاحب لاہور میں مین روڈ کے ساتھ آپ کی ابدی آرام گاہ ہے۔

پروفیسر شجاع ناموس :- علمی دنیا میں منفرد اعزاز رکھنے والے پروفیسر محمد شجاع ناموس بھی گجراتی تھے۔ کئی مضامین میں ایم اے، سائنس میں پی ایچ ڈی تھے اور ۳۵ کتب کے مصنف، مؤلف اور شاعر تھے۔ نامور ماہرِ تعلیم اور سائنسدان تھے۔ ۵ جنوری ۱۹۸۱ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے اور قبرستان میانی صاحب میں ایک اور گورہ تابدار خاک نشیں ہو گیا۔

شیر محمد اختر :- ماہر نفسیات، ادیب، مدیر ہفت روزہ قندیل۔ ۱۹۰۷ء کو گجرات میں ولادت ہوئی۔ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ میانی صاحب میں ابدی آرام گاہ ہے۔

صدیق سالک :- گجرات کا ایک اور قابل فخر سپوت صدیق سالک مرحوم منگلویہ تحصیل کھاریاں میں پیدا ہوا۔ فوج کے شعبہ تعلقات عامہ سے منسلک رہے۔ صدر ضیاء الحق کے قریبی ساتھی تھے۔ کئی شاندار کتب لکھیں مثلاً "ہمہ یاراں دوزخ"۔ ۱۹۷۱ء، اگست ۱۹۸۸ء کے حادثے میں جاں بحق ہوئے اور راولپنڈی میں مہجور استراحت میں۔

پروفیسر ضیاء محمد قلعدار :- مصنف "یادگار وارث" پروفیسر ضیاء محمد قلعدار ضلع گجرات کے ایک علمی خاندان کے فرد تھے۔ وائس پرنسپل (گورنمنٹ کالج فیصل آباد) کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور ۷ مارچ ۱۹۸۴ء کو فیصل آباد میں مرحوم ہو کر وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

پیر ظہور شاہ جلالپوری :- سلسلہ قادریہ کے بزرگ، زبردست مناظر، شاعر اور خوش بیان واعظ جناب حافظ سید ظہور شاہ ۱۳۰۰ھ میں جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۴ء میں جہلم میں فوت ہوئے اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔

عاصی واصفی :- مولا بخش واصف (جھیور انوالی۔ گجرات) کے فرزند جناب عبدالغنی عاصی واصفی پنجابی کے نامور شاعر تھے۔ ۱۹۷۳ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور وہیں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

جنرل عبدالحمید خاں :- سابق آرمی چیف جنرل عبدالحمید خاں موضع سینتھل ضلع گجرات میں ۲۹ اپریل ۱۹۱۷ء کو جناب محمد حیات خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ ۲۱ جولائی ۱۹۸۳ء کو اس عالم فنا سے عالم بقا کو سدھارے اور لاہور ایئرپورٹ کے قریب قبرستان شہدائیں جفٹہ خاک ہوئے۔

مفتی عبدالعزیز مزنگوی :- جامع مسجد مزنگ لاہور کے امام و خطیب، متعدد دینی کتب کے مصنف، اور مناظر مفتی عبدالعزیز مزنگوی چاہنگانوالی (جلالپور جٹاں) میں پیدا ہوئے۔ تمام عمر تبلیغ و اشاعتِ دین اور اتباعِ سنت میں گزارے۔ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ / ۵ دسمبر ۱۹۶۴ء کو فوت ہو کر میانی صاحب میں آسودہ خاک ہوئے۔

عبدالنبی کوکب :- عربی زبان و ادب کے سکالر، استاد اور خطیب و امام جناب عبدالنبی کوکب ۱۹۳۶ء کو گجرات میں پیدا ہوئے۔ زندگی کا زیادہ تر حصہ لاہور میں گزرا۔ جامعہ نعیمیہ اور اورنٹیل کالج میں استاد رہے۔ ۱۵ سے زیادہ کتب تصنیف و تالیف کیں۔ ۱۹ جنوری ۱۹۷۸ء کو فوت ہوئے اور لاہور میں سپردِ خاک کیے گئے۔

پروفیسر شیخ عطا اللہ :- نامور ماہر اقتصادیات، استاد اور ادیب جناب شیخ عطا اللہ جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں اقتصادیات کے استاد رہے۔ "اقبالنامہ" (دو جلدیں) مرتب کیا۔ اقتصادیات پر پہلی اردو کتاب لکھی۔ آپ منفرد ادیب جناب مختار مسعود کے والد تھے۔ ۱۹۶۸ء کو فوت ہوئے اور قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔

سید عطا اللہ شاہ بخاری :- بے مثل بطلِ حریت، برصغیر کے عظیم ترین مقرر، عاشقِ رسولِ عربیؐ، اور فرنگی کے ازلی دشمن سید عطا اللہ شاہ بخاری ناگڑیاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ملتان کی سرزمین کو آپ کی ابدی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

شیخ عنایت اللہ :- تاج کمپنی لاہور (دیوالیہ شدہ) کے مالک گجرات شہر میں شیخ غلام رسول کے ہاں ۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوئے اور ۱۶ دسمبر ۱۹۸۲ء کو کراچی میں انتقال کیا اور وہیں پیوندِ خاک ہوئے۔

مولانا غلام اعظم :- عالم دین مولانا غلام اعظم کا تعلق بھی گجرات سے تھا۔ آپ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو عالم باقی کو سدھارے اور جہلم آپ کا ابدی مسکن بنا۔

مولانا غلام الدین اشرفی :- باکمال عالم دین جناب غلام الدین اشرفی نے چکوڑی بھکھو (گجرات) میں جنم لیا۔ لاہور میں خطیب رہے اور ۱۲، اکتوبر ۱۹۷۰ء کو حضورِ حق میں پیش ہوئے۔ جامع مسجد صدیقیہ (لوکو انجن شیڈ لاہور) میں دفن ہیں۔

مولانا غلام محمد گھوٹوی :- شیخ الجامعہ، مولانا غلام محمد گھوٹوی، موصغ گمرالی (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ آپ ممتاز عالم دین، بے بدل استاد اور مناظر تھے۔ جامعہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ رہے۔ ۹ مارچ ۱۹۴۸ء کو انتقال کیا۔ اور قبرستان ملوک شاہ، بہاولپور میں آسودہ خاک ہوئے۔

کالیاپہلوان جلالپوری :- جلالپور جٹاں کا یہ سپوت جو رستم ہند کہلایا اور اپنے وقت کے تمام نامور پہلوانوں سے کشتیاں لڑیں۔ ۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء کو حضورِ حق میں حاضر ہوا اور حیدر آباد دکن میں مدفون ہوا۔ کالیادرویش صفت انسان تھا۔ ساتیں کانوانوالی سرکار کو اس سے بہت محبت تھی۔

شیخ کرامت اللہ :- "آئینہ گجرات" کے مصنف و محقق، قانونگو فیملی کے چشم و چراغ شیخ کرامت اللہ کو گجرات اور اس کی تاریخ سے عشق تھا مگر قدرت کا ستم دیکھیے کہ "دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں" دفن لاہور میں ہوئے۔ ان کی قبر، قبرستان دوہڑہ، نزد گڑھی شاہو لاہور میں ہے۔

جسٹس کرم الہی چوہان :- گجرات کے اس سپوت نے ۴ فروری ۱۹۸۲ء کو عادل مطلق کے حضور پیشی دی اور گجرات کا ایک اور گوسہر تابدار میانی صاحب میں زیر خاک سما گیا۔

کریم بی بی زوجہ علامہ محمد اقبالؒ :- کریم بی بی خان بہادر ڈاکٹر حافظ عطا محمد رئیس گجرات، سول سرجن کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۸۷۴ء میں گجرات میں پیدا ہوئیں۔ ۴ مئی ۱۸۹۳ء کو علامہ محمد اقبالؒ کے عقد میں آئیں۔ یہ شادی کامیاب نہ ہوئی (تفصیلات کے لئے دیکھئے "اقبال اور گجرات" ۲۸۷ فروری ۱۹۴۷ء کو لاہور میں اپنے بیٹے آفتاب اقبال کے گھر میں فوت ہوئیں اور باغبانپورہ کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔

فخر قوم ملک لال خاں :- سماجی و سیاسی شخصیت جناب ملک لال خاں نے مرجان ضلع گجرات میں آنکھ کھولی اور ۲ جنوری ۱۹۷۹ء کو جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ اور لاہور کے سب سے بڑے قبرستان میانی صاحب کی خاک میں ایک اور موتی پنہاں ہو گیا۔
مجید لاہوری :- مزاح کی دنیا کا ناقابل فراموش نام، مجید لاہوری بھی گجرات پر فخر کرتا ہے کہ یہ شہر اس کا مولد ہے۔ "نمکدان" مزاح کی دنیا میں مجید لاہوری کی یادگار ہے۔ مجید نے ۲۶ جون ۱۹۵۷ء کو جہان بے تاب سے عالم سکون کو ہجرت کی اور کراچی کی سرزمین نے اس گوہر کو سنبھال لیا۔

چودھری محمد احسن (علیگ) :- چودھری بہاول بخش کے گھر منگوال میں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ تحریک پاکستان میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ ایم پی اے رہے۔ اقبالؒ کے کلام کو خاکوں میں ڈھالا اور "عکاسیات احسن" اور "اشعار اقبال کی تصویری جھلکیاں" نام رکھے۔ ستمبر ۱۹۸۹ء میں فوت ہوئے اور لاہور میں ابدی مسکن بنا۔

میجر محمد اکرم شہید نشان حیدر :- گجرات کے نام کو چار چاند لگانے والا ایک اور مردِ جری محمد اکرم ڈنگہ ضلع گجرات میں ۴ اپریل ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوا۔ مشرقی پاکستان میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے اور وہیں کی خاک ان کے لئے جنت کا

روشن مکان بن گئی۔ میجر اکرم نے ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو شہادت پائی اور بوگرہ (بنگلہ دیش) میں دفن ہوئے۔

حکیم محمد حسن قرشی :- طب کی دنیا کا یہ درخشندہ ستارہ بھی گجرات کی سرزمین کا

ناز ہے۔ آپ نے اقبال کے معالج کے طور پر شہرت پائی۔ تحریک پاکستان، تحریک کشمیر اور تحریک اتحاد بین المسلمین میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے

۶ دسمبر ۱۹۷۴ء کو انتقال کیا اور میانی صاحب میں مدفون ہوئے۔

محمد حسین شوق :- نامور ماہر تعلیم، شاعر اور درویش منش دانشور جناب محمد حسین شوق

بھی گجرات کے سپوت تھے۔ سرگودھا کو علم و ادب کی دنیا میں ایک الگ دبستان کا درجہ

دلانے میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اس علاقے میں ادب کا پودا آپ نے ہی لگایا۔

آپ نے وہیں ۱۷ مئی ۱۹۷۱ء کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۲۴

دسمبر ۱۹۰۴ء کو موضع "دھریکاں" نزد قادر آباد (گجرات) میں ہوئی۔

مولانا محمد شریف نوری :- باعمل عالم دین، مبلغ، خطیب اور مساجد کے تعمیر

کرنے والے مولانا محمد شریف نوری، چکوڑی میں پیدا ہوئے اور ایک قابل رشک

زندگی گزار کر ۱۳ مئی ۱۹۷۲ء کو راہی ملک عدم ہوئے۔ آپ کو جامع مسجد محمدیہ، راوی روڈ لاہور میں دفن کیا گیا۔

محمد عبداللہ مضطر گجراتی :- اُردو زبان کے شاعر و ادیب محمد عبداللہ مضطر

گجراتی ۵۵ برس کی عمر میں لاہور میں ۲ دسمبر ۱۹۶۹ء کو فوت ہوئے اور درس چھوٹے

میاں (لاہور) کے قریب دفن ہوئے۔

علامہ جامد الوارثی حاجیوالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیما اکبر

آبادی سے شرف تلمذ پایا۔ اردو، فارسی اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر اور نامور تاریخ

گو تھے۔ مطبوعہ تصانیف میں نورہدایت، میلادِ حلد، جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نغمہ

نور شامل ہیں۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو تریسٹھ سال میں عمر میں فیصل آباد میں فوت ہوئے

اور وہیں دفن ہیں۔

کتابیات و ماخذات

اس کتاب میں شامل شخصیات کے مختصر حالات کے لئے جن ماخذات سے مدد لی گئی ہے ان میں کتب، رسائل و جرائد، شخصی معلومات، انٹرویوز اور الواح قبور شامل ہیں۔ کتب و رسائل میں سے چند اہم نام درج کیے جاتے ہیں۔ ان کتب کے مصنفین و مرتبین اور مضامین کے تحریر کرنے والوں کا شکریہ بھی واجب ہے۔

- ۱۔ آفتابِ چشت۔ مرتبہ سید فضل حسن عباسی چشتی، چکوڑی شریف، گجرات، ۱۹۸۸ء۔
- ۲۔ احوال و آثار مفتیانِ شادیوال از ڈاکٹر احمد حسین قریشی، گجرات، ۱۹۸۹ء۔
- ۳۔ اذکارِ نوشاہیہ۔ مرتبہ سید شریف احمد شرافت، ساہنپال شریف، گجرات، ۱۹۶۴ء۔
- ۴۔ اقبال کی ابتدائی زندگی۔ از ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۸۶ء۔
- ۵۔ اقبال اور گجرات۔ از ڈاکٹر منیر احمد سلیم، (زیر طبع) اقبال اکادمی، لاہور۔
- ۶۔ امیر ملت اور ان کے خلفاء۔ محمد صادق قصوری لاہور، ۱۹۸۳ء۔
- ۷۔ انوار الحفیظ۔ از حافظ محمد اسحاق، پڑیلہ شریف، گجرات، ۱۹۹۴ء۔
- ۸۔ بیادِ تبسم قریشی۔ مرتبہ محمد حسین نسیمی، خانہ فرہنگ ایران، راولپنڈی، ۱۹۷۴ء۔
- ۹۔ پنجابی شاعرانِ داتذکرہ۔ مرتبہ مولا بخش کشتہ، لاہور، ۱۹۸۶ء۔
- ۱۰۔ پیرِ خرابات۔ مرتبہ ڈاکٹر احمد حسین قلعداری، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۹۷۰ء۔
- ۱۱۔ تاریخِ گجرات۔ از مرزا اعظم بیگ، گجرات، ۱۹۶۸ء۔
- ۱۲۔ تاریخِ مبارک شاہی۔ از یحییٰ بن احمد سرہندی ترجمہ ڈاکٹر آفتاب اصغر، لاہور، ۱۹۸۶ء۔
- ۱۳۔ تذکرہ امامیہ۔ از سید عارف حسین نقوی، خانہ فرہنگ ایران، راولپنڈی، ۱۹۸۹ء۔
- ۱۴۔ تذکرہ اولیائے گجرات۔ احمد حسین قریشی، جواد برادرز، لاہور، سن
- ۱۵۔ تذکرہ پیر رشید الدولہ۔ از خالد حسن سید، گجرات، ۱۹۹۴ء۔
- ۱۶۔ تذکرہ خانوادہ عرفان و حکمت۔ از ڈاکٹر احمد حسین قریشی، گجرات، ۱۹۸۳ء۔
- ۱۷۔ تذکرہ شاہِ دلایت از محمد نواز شاہد، گجرات، ۱۹۸۰ء۔
- ۱۸۔ تذکرہ علمائے اہلسنت۔ از عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، ۱۹۸۵ء۔

- ۱۹۔ تذکرہ علمائے قلعدار۔ از حامد حسن سید گجرات، ۱۹۸۷ء۔
- ۲۰۔ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ مرتبہ محمد دین کلم، لاہور، ۱۹۸۵ء۔
- ۲۱۔ تعمیرِ نو۔ (ہفت روزہ) گجرات، سالنامہ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء اور گجرات سپلیمنٹ
- ۲۲۔ تنظیم۔ (ہفت روزہ) بھمبر / گجرات بابت ۸ جنوری ۱۹۶۸ء۔
- ۲۳۔ حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی۔ شریف کنجاہی، مرکز معارف اولیا، محکمہ اوقاف لاہور، ۱۹۸۵ء۔
- ۲۴۔ خفنگانِ خاکِ لاہور۔ پروفیسر محمد اسلم، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۲ء۔
- ۲۵۔ ذکرِ محبوب۔ از ارشاد احمد ہاشمی، مصنف خود، گجرات، ۱۹۸۳ء۔
- ۲۶۔ راوی۔ مجلہ، گورنمنٹ کالج لاہور، بابت ۱۹۸۵ء۔
- ۲۷۔ راوی۔ مجلہ، گورنمنٹ کالج لاہور، بابت ۱۹۸۷ء۔
- ۲۸۔ روح القرآن۔ از مولوی فیروز الدین، لاہور، ۱۹۴۸ء۔
- ۲۹۔ رزمِ نو۔ ماہنامہ، بابت اگست، ستمبر، ۱۹۹۲ء۔ مضمون ملاح صالح محمد گجراتی از حامد حسن سید
- ۳۰۔ سفرِ نصیب۔ از مختار مسعود، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۵ء۔
- ۳۱۔ سوانحِ عمری حاجی محمد دین قادری۔ مرتبہ محمد یاسین، گجرات، ۱۳۴۴ھ۔
- ۳۲۔ سیاست کے فرعون۔ مرتبہ دکیل انجم، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۹۳ء۔
- ۳۳۔ سیرتِ آقا ظفر علی۔ مرتبہ عطا اللہ بخاری، چکوڑی شریف، گجرات، ۱۹۷۲ء۔
- ۳۴۔ شاہِ ولایت۔ وقار حسین طاہر، گجرات، ۱۹۷۲ء۔
- ۳۵۔ شاہین۔ مجلہ، زمیندار کالج گجرات، بابت ۱۹۶۴ء۔
- ۳۶۔ شاہین۔ مجلہ، زمیندار کالج گجرات، بابت ۱۹۶۷ء۔
- ۳۷۔ شاہین۔ مجلہ، زمیندار کالج گجرات، بابت ۱۹۷۸ء۔
- ۳۸۔ شاہین۔ مجلہ، زمیندار کالج، گجرات، بابت ۱۹۸۵ء۔
- ۳۹۔ شہادتِ الفرقان علی جمع القرآن۔ شیخ عطا اللہ دکیل، لاہور، سن
- ۴۰۔ شہید میراد دست۔ از محمد اشرف دھریکڑی، مکتبہ ضیاء، گجرات، ۱۹۷۲ء۔
- ۴۱۔ شیخ الحدیث۔ مرتبہ سید محمد شہزاد مصطفیٰ ترمذی، جامعۃ الکتاب المسبین، گجرات، ۱۹۹۴ء۔
- ۴۲۔ ضلع گجرات۔ از ڈاکٹر احمد حسین قریشی، پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۹۵ء۔
- ۴۳۔ عزیز بھٹی شہید۔ اصغر علی گھرال، مکتبہ الوکیل، گجرات، ۱۹۶۶ء۔
- ۴۴۔ فاروقِ طریقت۔ مرتبہ پروفیسر محمد کبیر احمد مظہر، لاہور، سن

- ۴۵۔ قطب العارفین۔ مرتبہ سید نور محمد قادری، لاہور، ۱۹۸۵ء۔
- ۴۶۔ قندیل۔ (ہفت روزہ، لاہور)، گجرات نمبر، بابت ۱۹، اکتوبر ۱۹۸۷ء۔
- ۴۷۔ کتاب زندگی۔ مرتبہ سید مسعود ارشاد، گجرات، ۱۹۹۵ء۔
- ۴۸۔ کرسی نامہ عرب۔ مرتبہ حکیم خدا بخش، گجرات، ۱۹۳۴ء۔
- ۴۹۔ کریسنٹ۔ مجلہ، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور (صد سالہ نمبر) بابت ۱۹۹۲ء۔
- ۵۰۔ کملی والا۔ از حکیم عبدالطیف عارف، گجرات، ۱۹۶۱ء۔
- ۵۱۔ گجرات بعہد قدیم و جدید۔ از احمد حسین قریشی، گجرات، ۱۹۶۸ء۔
- ۵۲۔ گجرات تاریخ کے آئینے میں۔ از زمان کھوکھر، گجرات، ۱۹۹۵ء۔
- ۵۳۔ گجرات تصاویر کے آئینے میں۔ از زمان کھوکھر، گجرات، ۱۹۹۶ء۔
- ۵۴۔ گجرات کی بات۔ مرتبہ اسحاق آشفہ، (مضامین ریاض مفتی صاحب)۔ گجرات، ۱۹۹۱ء۔
- ۵۵۔ گوہر نایاب۔ از شیخ محمد حسین، گجرات، ۱۹۹۲ء۔
- ۵۶۔ محب کسان (ہفت روزہ)، گجرات، سالنامہ، ۱۹۵۸ء۔
- ۵۷۔ معدن التواریخ۔ از ابوظاہر فدا حسین فدا، لاہور، ۱۹۹۴ء۔
- ۵۸۔ مفتاح التقویم۔ از حبیب الرحمن خان صابری، دہلی، ۱۹۷۷ء۔
- ۵۹۔ مقامات محمود۔ از نواب معشوق یار جنگ، جہلم، ۱۹۸۳ء۔
- ۶۰۔ نکھیرے۔ از قاضی فضل حق، مرتبہ بذل حق محمود، پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۸۵ء۔
- ۶۱۔ دنیات مشاہیر پاکستان۔ مرتبہ پروفیسر محمد اسلم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء۔
- ۶۲۔ ہست و بود۔ از میاں اعجاز نبی، گجرات، ۱۹۷۷ء۔

”خفنگانِ خاکِ گجرات“

میں شامل شخصیات کا زمانی جدول بلحاظ تاریخِ رحلت

(Chronological Index)

نام	تاریخ	سن عیسوی	تاریخ	سن ہجری
ملک جسر تھہ کھو کھر		۱۴۴۲		۸۴۶
سید میراں تیکھی (رانیوال)		۱۵۴۰	اندازاً	۹۴۵
شیخ اللہ داد سہری	۲۳ اپریل	۱۶۰۲	۲۱ ذیقعد	۱۰۱۱
سید صالح محمد گیلانی (سادہ چک)		۱۶۶۳-۶۴		۱۰۷۴
حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی		۱۶۷۴		۱۰۸۵
شاہ عبدالعزیز بشندوری	۸ مارچ	۱۶۹۴	۲۱ رجب	۱۱۰۵
غنیمت کنجاہی		۱۶۹۳-۹۴		۱۱۰۵
سید میراں محمد فاضل		۱۶۹۵-۹۶		۱۱۰۷
پیر بہاؤن شاہ		۱۶۹۶-۹۷		۱۱۰۸
قاضی رضی الدین کنجاہی		۱۷۰۱		۱۱۱۳
حضرت پیر محمد سحیار		۱۷۰۷		۱۱۱۹
حبیب اللہ فقیر درزی		۱۷۰۸	اندازاً	۱۱۲۰
بیگم راج محل ملکہ اورنگزیب		۱۷۱۸		۱۱۳۱
خوشی محمد کنجاہی		۱۷۲۲		۱۱۳۴
خواجہ فرد فقیر		۱۷۹۰	اندازاً	۱۲۰۵
ملا محمد صالح گجراتی		۱۸۰۹		۱۲۲۴
مولوی محمد ابراہیم کنجاہی	۱۰ نومبر	۱۸۲۷	۱۹ ربیع الثانی	۱۲۴۳
خواجہ عبدالرحیم (منگوال)		۱۸۲۹-۳۰		۱۲۴۵

۱۲۴۸	۱۸۳۲	مولوی شیخ مسعود
۱۲۴۹	۱۸۳۳	حافظ میاں احمد جی (شادیوال)
۱۲۵۲	۱۸۳۶	شیخ محمد قاسم ابوالوفا (گولیکی)
۱۲۵۹ جمادی الاول ۴	۱۸۴۳	۲ جون سید محمد بقار اللہ (منگوال)
۱۲۶۶	۱۸۴۹-۵۰	سید عباد اللہ (منگوال)
۱۲۷۴	۱۸۵۷-۵۸	حافظ خان محمد قلعداری
۱۲۸۰	۱۸۶۳	شیخ محمد سلیم ہاشمی
۱۲۸۰	۱۸۶۳	مولوی شکر اللہ (عمرچک)
۱۲۸۱	۱۸۶۴	بابا جنگوشاہ
۱۲۸۴	۱۸۶۷	غلام محی الدین کنجاہی
۱۲۸۶	۱۸۶۹	مولوی بدر الدین (گولیکی)
۱۲۹۰	۱۸۷۳	دستے شاہ (سوک)
۱۲۹۰	۱۸۷۳	میر عزیز اللہ فاروقی (بہلپور)
۱۲۹۷	۱۸۸۰	خواجہ سنا اللہ پیر خرابات
۱۳۰۲ جمادی الاول ۲۵	۱۸۸۵	۱۲ مارچ حافظ نور الدین چکوڑوی
۱۳۰۶	۱۸۸۹	علامہ سید احمد ناظم
۱۳۰۶	۱۸۸۹	مولوی غلام قادر رئیس گجرات
۱۳۰۷	۱۸۹۰	مولوی صالح محمد کنجاہی
۱۳۰۸ ربیع الثانی ۱۲	۱۸۹۰	۲۶ نومبر مولوی غلام غوث کھوڑوی
۱۳۱۰ ذی قعد ۲۳	۱۸۹۳	۸ جون عبدالقادر قادری کلانوی
۱۳۱۱ یکم جمادی الاول ۱۱	۱۸۹۳	۱۱ نومبر مولوی محمد عالم کھوڑوی
۱۳۱۲	۱۸۹۴	مولوی امان اللہ (عمرچک)
۱۳۱۹ ۱۸ شوال	۱۹۰۲	۲۹ جنوری حافظ شمس الدین گلیانوی
۱۳۱۹	۱۹۰۲	حکیم خدا بخش حاذق

۱۳۲۳	۲۸ محرم	۱۹۰۵	۴ اپریل	محمد حیات خان درانی
۱۳۲۴		۱۹۰۶		مولوی کلیم اللہ مچھیانوی
۱۳۲۵	۶ ربیع الاول	۱۹۰۷	۲ اپریل	مفتی کریم بخش قادری (رملکے)
۱۳۲۵	۱۲ ذیقعد	۱۹۰۷	۱۸ دسمبر	خواجہ محمد امین (چکوڑی)
۱۳۲۸		۱۹۱۰		خواجہ محمد حسن نقشبندی
۱۳۳۱	۱۰ ربیع الثانی	۱۹۱۲	۱۹ مارچ	جناب گل پیر (ڈھوڈا)
۱۳۳۲		۱۹۱۴		مولوی نجم الدین فائز
۱۳۳۵	۲ محرم	۱۹۱۶	۱۲۹ اکتوبر	ڈپٹی یار محمد درانی
۱۳۳۷		۱۹۱۸		خواجہ سید محمد چراغ (چکوڑی)
۱۳۳۷		۱۹۱۸		مولوی فضل احمد قلعداری
۱۳۳۷	یکم شعبان	۱۹۱۹	۲ مئی	قاضی سلطان محمود
۱۳۳۷	۲۰ ذوالحجہ	۱۹۱۹	۱۶ ستمبر	میاں محمد بوٹا
۱۳۳۹	۲۵ صفر	۱۹۲۰	۸ نومبر	صاحبزادہ غلام دستگیر
۱۳۳۹	۲ رمضان	۱۹۲۱	۱۰ مئی	سید غلام شاہ وکیل
۱۳۳۹	۴ رمضان	۱۹۲۱	۱۲ مئی	کیپٹن ڈاکٹر شیخ غلام محمد
۱۳۳۹	۹ شوال	۱۹۲۱	۱۶ جون	حکیم قاضی برکت علی ہاشمی
۱۳۳۹	۳ ذیقعد	۱۹۲۱	۱۰ جولائی	شیخ محمد عبداللہ (عمر چک)
۱۳۴۱	۱۲ ربیع الثانی	۱۹۲۲	۲۲ دسمبر	ڈاکٹر حافظ شیخ عطا محمد خان بہادر
۱۳۴۱-۴۲		۱۹۲۳		مولوی فضل میراں
۱۳۴۲	۵ جمادی الثانی	۱۹۲۴	۱۳ جنوری	پیر جعفر شاہ (خاندان شاہ دولہ)
۱۳۴۴	۲۰ ذوالحجہ	۱۹۲۶	۲ جولائی	حکیم غلام مصطفیٰ
۱۳۴۶	۲۵ جمادی الثانی	۱۹۲۷	۲۰ دسمبر	قاضی عطا محمد تحصیلدار
۱۳۴۷	۲۵ شعبان	۱۹۲۹	۶ فروری	مولانا تاج الدین لاہوری
۱۳۴۹	۲۳ صفر	۱۹۳۰	۲۰ جولائی	سائینس کالونوالا

۱۳۴۹	۲۴ ربیع الاول	۱۹۳۰	۲۰ اگست	محمد زمان خان گوندل
۱۳۵۱		۱۹۳۲		حکیم سید غلام نبی
۱۳۵۲	۲۹ رجب	۱۹۳۳	۱۸ نومبر	بیر ستر عبدالغنی گوندل
۱۳۵۲	۲ رمضان	۱۹۳۳	۲۰ دسمبر	محمد یوسف محی الدین قادری
۱۳۵۶	۲۸ رجب	۱۹۳۷	۱۴ اکتوبر	دہنگی والی سرکار (حاجیوالہ)
۱۳۵۷	۲۲ ربیع الاول	۱۹۳۸	۲۳ مئی	مولوی نور الدین انور
۱۳۵۷	۲۰ جمادی الاول	۱۹۳۸	۱۹ جولائی	حاجی محمد دین قادری
۱۳۵۷		۱۹۳۸		غازی اللہ دتہ شہید
۱۳۵۸	۱۲ جمادی الثانی	۱۹۳۹	۳۰ جولائی	خان صاحب قاضی فضل حق
۱۳۵۹		۱۹۳۹		شیخ عطا اللہ وکیل
۱۳۵۹	۴ رمضان	۱۹۴۰	۷ اکتوبر	کالیاپہلوان (جلالپوری)
۱۳۶۰	۲۶ جمادی الثانی	۱۹۴۱	۲۱ جولائی	مولوی عبدالملک کھوڑوی
۱۳۶۰	۱۳ شعبان	۱۹۴۱	۶ ستمبر	شیخ عبدالعزیز خان بہادر
۱۳۶۱	۲۰ شوال	۱۹۴۲	۳۰ اکتوبر	سر فضل علی
۱۳۶۲		۱۹۴۳		پیر نیک عالم (کلاچور)
۱۳۶۲		۱۹۴۳		ڈاکٹر عبدالغنی جلالپوری
۱۳۶۳	۲۸ ربیع الاول	۱۹۴۴	۲۴ مارچ	سید حیدر جیلانی
۱۳۶۳	۱۲ شوال	۱۹۴۴	یکم اکتوبر	خوشی محمد ناظر
۱۳۶۴	۱۴ ربیع الاول	۱۹۴۵	۹ مارچ	پیر سید امیر قادری (ڈھوڈا)
۱۳۶۵	۷ محرم	۱۹۴۵	۱۳ دسمبر	سلام اللہ شائق
۱۳۶۵	۱۴ شوال	۱۹۴۶	۱۱ ستمبر	پیر مقبول حسین شاہ
۱۳۶۵	۲۲ ذوالحجہ	۱۹۴۶	۷ نومبر	مولوی شہار اللہ گلپانوی
۱۳۶۶	۱۹ محرم	۱۹۴۶	۱۴ دسمبر	منفتی نامدار
۱۳۶۶	۲۷ صفر	۱۹۴۷	۲۱ جنوری	منفتی حافظ نور الدین جلالپوری

۱۳۶۶	۶ ربیع الثانی	۱۹۴۷	۲۸ فروری	کریم بی بی (بیڈی اقبال)
۱۳۶۶	۱۹ ربیع الثانی	۱۹۴۷	۱۳ مارچ	ڈاکٹر محمد حیات خان
۱۳۶۶	۸ رجب	۱۹۴۷	۲۹ مئی	میاں فضل الہی پگانوالہ
۱۳۶۷	۲۷ ربیع الثانی	۱۹۴۸	۹ مارچ	مولانا غلام محمد گھوٹوی
۱۳۶۸	۳۰ ذیقعد	۱۹۴۸	۴ اکتوبر	سائیں اللہ دتا (لورائ)
۱۳۶۸	یکم ذوالحج	۱۹۴۹	۲۵ ستمبر	الحاج محمد علی (گلزار مدینہ)
۱۳۶۹	۱۸ ربیع الثانی	۱۹۵۰	۶ فروری	پیر نصیب علیشاہ (چھالے)
۱۳۶۹	۳ رمضان	۱۹۵۰	۱۹ جون	مولوی نجف علی عاصی
۱۳۷۰	۷ ربیع الثانی	۱۹۵۱	۱۶ جنوری	حافظ محمد عالم (مدیر عالمگیر)
۱۳۷۰	۱۹ ذوالحج	۱۹۵۱	۲۱ ستمبر	ماسٹر طالع محمد (جلالپوری)
۱۳۷۱	۲۵ محرم	۱۹۵۱	۱۲ اکتوبر	میاں فیروز الدین (روح القرآن)
۱۳۷۱	۱۲ ربیع الاول	۱۹۵۱	۱۲ دسمبر	میاں غلام محمد سہروردی
۱۳۷۱	۹ جمادی الاول	۱۹۵۲	۶ فروری	خواجہ گوہر الدین احمد
۱۳۷۱	۲۶ جمادی الاول	۱۹۵۲	۲۳ فروری	سید حبیب (جلالپوری)
۱۳۷۱	۹ رجب	۱۹۵۲	۱۶ اپریل	غلام سرور شاہ ہاشمی (چکوڑی)
۱۳۷۲	۲۰ محرم	۱۹۵۲	۱۰ اکتوبر	عبدالعنفور خاں درانی
۱۳۷۳	۱۷ جمادی الثانی	۱۹۵۴	۲۲ فروری	استاد امام دین گجراتی
۱۳۷۳	۲۳ جمادی الثانی	۱۹۵۴	۲۸ فروری	شیخ نبی بخش (تاجر)
۱۳۷۳		۱۹۵۴		پیر ظہور شاہ قادری
۱۳۷۳	۲۷ رمضان	۱۹۵۴	۳۰ مئی	علامہ اصغر علی روحی
۱۳۷۴	۲۳ جمادی الثانی	۱۹۵۵	۱۷ فروری	مولوی محمد عالم قلعداری
۱۳۷۶	۱۵ ربیع الثانی	۱۹۵۶	۱۹ دسمبر	شیخ محمد ممتاز فاروقی
۱۳۷۶		۱۹۵۶	اندازاً	ڈاکٹر شیخ محمد عالم بیرسٹر
۱۳۷۶	۲۷ ذیقعد	۱۹۵۷	۲۶ جون	مجید لاہوری

۱۳۷۷	۱۳ محرم	۱۹۵۷	۱۰ اگست	چودھری حمید اللہ خاں
۱۳۷۷	۲۳ صفر	۱۹۵۷	۱۹ ستمبر	مولوی عبدالکریم قلعداری
۱۳۷۷	۲۴ ربیع الثانی	۱۹۵۷	۱۷ نومبر	شیخ غلام محمد احمد
۱۳۷۸	۲۶ رجب	۱۹۵۸	۱۴ فروری	مولانا نیک عالم قادری
۱۳۷۸	۱۱ شعبان	۱۹۵۸	۲ مارچ	ڈاکٹر اللہ دتا طالب کنجاہی
۱۳۷۷	۲۴ ذیقعد	۱۹۵۸	۱۲ جون	نوابزادہ مہدی علی خاں
۱۳۷۹	۶ صفر	۱۹۵۹	۱۳ اگست	خانصاحب ملک کرم الدین
۱۳۷۹	۲۶ رجب	۱۹۶۰	۲۶ جنوری	سید عبدالشکور (بوکن)
۱۳۷۹	۳ ذیقعد	۱۹۶۰	۳۰ اپریل	قاری احمد حسین فیروز پوری
۱۳۸۰	۱۲ محرم	۱۹۶۰	۷ جولائی	قاضی عبدالحق جلاپوری
۱۳۸۱	۹ ربیع الاول	۱۹۶۱	۲۱ اگست	سید عطا اللہ شاہ بخاری
۱۳۸۱	۲۴ ربیع الثانی	۱۹۶۱	۱۵ اکتوبر	سید محمد حبیب اللہ (مسلم آباد)
۱۳۸۲	۲۷ ربیع الثانی	۱۹۶۲	۵ ستمبر	مولوی عبداللہ سلیمانی
۱۳۸۲	۳۰ رجب	۱۹۶۲	۵ دسمبر	مفتی عبدالعزیز مرنگوی
۱۳۸۵	۱۲ ربیع الاول	۱۹۶۵	۱۲ جولائی	صوفی نواب دین (موہری)
۱۳۸۵	۲۴ ربیع الثانی	۱۹۶۵	۲۲ اگست	مولانا رحمت علی سامی
۱۳۸۵	۱۴ جمادی الاول	۱۹۶۵	۱۱ ستمبر	کر نل عبدالرحمن شہید
۱۳۸۵	۱۵ جمادی الاول	۱۹۶۵	۱۲ ستمبر	عزیز بھٹی شہید نشان حیدر
۱۳۸۶	۱۹ ذوالحجہ	۱۹۶۷	۳۱ مارچ	حکیم سوہنے شاہ
۱۳۸۷	۲۵ رمضان	۱۹۶۷	۲۸ دسمبر	سائیں فیروز الدین نگین
۱۳۸۷	رمضان	۱۹۶۷	دسمبر	قاضی عنایت اللہ (پرنسپل)
۱۳۸۸		۱۹۶۸		پروفیسر شیخ عطا اللہ
۱۳۸۸	۲۹ شوال	۱۹۶۹	۱۸ جنوری	سید معصوم شاہ نوری
۱۳۸۹	۱۲ رمضان	۱۹۶۹	۲ دسمبر	عبداللہ مضطر گجراتی

۱۳۸۹	۲۲ رمضان	۱۹۶۹	۳ دسمبر	پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمن
۱۳۹۰	۳ محرم	۱۹۷۰	۱۲ مارچ	ایس ایم بشیر
۱۳۹۰	۲۳ ربیع الثانی	۱۹۷۰	۲۸ جون	صوفی غلام قادر نقشبندی
۱۳۹۰	۲۶ جمادی الاول	۱۹۷۰	۳۱ جولائی	پیر ولایت شاہ
۱۳۹۰	۱۲ رجب	۱۹۷۰	۱۴ ستمبر	جنرل افضل فاروقی
۱۳۹۰	۲۳ شعبان	۱۹۷۰	۲۵ اکتوبر	میاں محمد اکبر
۱۳۹۰	۶ ذیقعد	۱۹۷۱	۴ جنوری	ننگے شاہ
۱۳۹۱	۲۱ ربیع الاول	۱۹۷۱	۱۷ مئی	محمد حسین شوق
۱۳۹۱	۲۳ جمادی الثانی	۱۹۷۱	۱۵ اگست	مولانا فضل کریم (ڈلہ)
۱۳۹۱	۱۰ شعبان	۱۹۷۱	یکم اکتوبر	مولوی عبداللطیف عارف
۱۳۹۱	۲۱ شعبان	۱۹۷۱	۱۲ اکتوبر	مولانا غلام الدین اشرفی
۱۳۹۱	۳ رمضان	۱۹۷۱	۲۴ اکتوبر	مفتی احمد یار خاں نعیمی
۱۳۹۱	۱۷ شوال	۱۹۷۱	۵ دسمبر	میجر محمد اکرم شہید (نشان حیدر)
۱۳۹۱	۱۸ شوال	۱۹۷۱	۶ دسمبر	میجر بشیر شریف (نشان حیدر)
۱۳۹۲	۲۲ محرم	۱۹۷۲	۸ مارچ	سہیل جیلانی تبسم
۱۳۹۲	۲۹ ربیع الاول	۱۹۷۲	۱۳ مئی	مولانا محمد بشیر نوری
۱۳۹۲	۱۲ رجب	۱۹۷۲	۲۲ اگست	پیر فضل حسین فضل گجراتی
۱۳۹۲	۱۰ رمضان	۱۹۷۲	۱۸ اکتوبر	غلام غوث صمدانی
۱۳۹۳	۳ جمادی الاول	۱۹۷۳	۶ جون	پیر ظفر علی شاہ عباسی (چکوڑی)
۱۳۹۳		۱۹۷۳		عاصی داصفی، عبدالغنی
۱۳۹۳	۲۲ ذیقعد	۱۹۷۳	۱۸ دسمبر	کیپٹن رمضان تبسم قریشی
۱۳۹۴	۱۸ ربیع الاول	۱۹۷۴	۱۱ اپریل	رفیع پیر
۱۳۹۴	۲۱ ذیقعد	۱۹۷۴	۶ دسمبر	حکیم محمد حسن قرشی
۱۳۹۴	۱۵ ذوالحجہ	۱۹۷۴	۲۹ دسمبر	شیر محمد اختر (مدیر قندیل)

۱۳۹۵	۱۴ رمضان	۱۹۷۵	۲۱ ستمبر	سید امداد حسین کاظمی
۱۳۹۶	۲۰ محرم	۱۹۷۶	۲۳ جنوری	محمد انور سماں
۱۳۹۶	۲۱ ربیع الاول	۱۹۷۶	۲۳ مارچ	عبدالرفیع ملک ایڈووکیٹ
۱۳۹۶	۱۵ جمادی الاول	۱۹۷۶	۱۵ مئی	پیر محمد شفیع قادری (ڈھوڈا)
۱۳۹۶	۶ رمضان	۱۹۷۶	یکم ستمبر	مولوی شرف علی نوشاہی (ڈوگہ)
۱۳۹۶	۵ شوال	۱۹۷۶	۳۰ ستمبر	مولوی حفیظ اللہ (بڑیلہ)
۱۳۹۷	۳ شوال	۱۹۷۷	۱۷ ستمبر	حکیم چراغ علی ایڈووکیٹ
۱۳۹۸	۸ صفر	۱۹۷۸	۱۹ جنوری	عبدالنبی کوکب
۱۳۹۸	۲ رجب	۱۹۷۸	۹ جون	نوابزادہ اصغر علیخان
۱۳۹۹	۲ صفر	۱۹۷۹	۲ جنوری	ملک لال خاں، فخر قوم
۱۳۹۹	۲۲ ربیع الاول	۱۹۷۹	۲۱ فروری	کرنل ڈاکٹر سید مظہر حسین
۱۳۹۹	۴ شعبان	۱۹۷۹	۳۰ جون	بذل حق محمود
۱۳۹۹	۷ شعبان	۱۹۷۹	۳ جولائی	عالم لوہار
۱۳۹۹	۲ شوال	۱۹۷۹	۲۶ اگست	مولانا غلام قادر اشرفی
۱۴۰۰	۲۵ محرم	۱۹۷۹	۱۵ دسمبر	مولانا محمد فضل حق
۱۴۰۰	۵ رجب	۱۹۸۰	۲۰ مئی	حافظ عنایت اللہ الاثری
۱۴۰۰		۱۹۸۰		منشی احمد دین (کارہ)
۱۴۰۱	۲۸ صفر	۱۹۸۱	۵ جنوری	پروفیسر محمد شجاع ناموس
۱۴۰۱	۲۴ جمادی الاول	۱۹۸۱	۳۱ مارچ	شریف شعلہ جلاپوری
۱۴۰۱	۲۹ جمادی الاول	۱۹۸۱	۱۵ اپریل	سید شبیر حسین (نارووالی)
۱۴۰۱	۶ رمضان	۱۹۸۱	۹ جولائی	مولانا عبدالعفور اسلم جاندهری
۱۴۰۱	۳۰ شوال	۱۹۸۱	۳۱ اگست	پیر سید حاجی احمد شاہ
۱۴۰۱	۲۵ ذیقعد	۱۹۸۱	۲۵ ستمبر	چوہدری ظہور الہی
۱۴۰۲	۱۹ ربیع الاول	۱۹۸۲	۱۶ جنوری	حافظ سید ذوالفقار علیشاہ

۱۴۰۲ ۲۶ ربیع الاول	۱۹۸۲ ۲۳ جنوری	حکیم محمد مختار اشرفی
۱۴۰۲ ۱۰ ربیع الثانی	۱۹۸۲ ۴ فروری	جشن کرم الہی چوہان
۱۴۰۲ ۹ شعبان	۱۹۸۲ یکم جون	چوہدری فضل الہی سابق صدر
۱۴۰۲ ۲ رمضان	۱۹۸۲ ۲۴ جون	سید فضل شاہ (وڈاپنڈ)
۱۴۰۲ ۳۰ ذوالحجہ	۱۹۸۲ ۱۸ اکتوبر	صاحبزادہ محمد یوسف نقشبندی
۱۴۰۳ ۱۸ صفر	۱۹۸۲ ۵ دسمبر	روشن آرار بیگم، ملکہ موسیقی
۱۴۰۳ ۲۰ صفر	۱۹۸۲ ۷ دسمبر	قاضی محبوب عالم
۱۴۰۳ ۲۹ صفر	۱۹۸۲ ۱۶ دسمبر	شیخ عنایت اللہ (تاج کمپنی)
۱۴۰۳ یکم شعبان	۱۹۸۳ ۱۴ مئی	پروفیسر اکبر علی شاہ
۱۴۰۳ ۱۰ شوال	۱۹۸۳ ۲۱ جولائی	جنرل عبدالحمید خاں
۱۴۰۳ ۱۱ ذوالحجہ	۱۹۸۳ ۱۹ ستمبر	پروفیسر محمد سرور جامعی
۱۴۰۳ ۱۳ ذوالحجہ	۱۹۸۳ ۲۱ ستمبر	سید فضل حسین شاہ (کھیپڑا نوالہ)
۱۴۰۴ ۹ جمادی الاول	۱۹۸۴ ۱۲ فروری	پیر غلام عباس (ہیڈ ماسٹر)
۱۴۰۴ ۳ جمادی الثانی	۱۹۸۴ ۷ مارچ	پروفیسر ضیاء محمد قلعداری
۱۴۰۵ ۱۹ محرم	۱۹۸۴ ۱۵ اکتوبر	مولانا غلام اعظم
۱۴۰۵ ۲۷ جمادی الاول	۱۹۸۵ ۱۸ فروری	صاحبزادہ غلام ربانی (مدیر)
۱۴۰۵ ۱۰ رجب	۱۹۸۵ ۲ اپریل	ابوالکمال برق نوشاہی
۱۴۰۶ ۲۴ صفر	۱۹۸۵ ۸ نومبر	سائینس رحمت علی (چڑیا دلا)
۱۴۰۶ ۲۶ ربیع الثانی	۱۹۸۶ ۸ جنوری	پیر سکندر شاہ (شاہدولہ دربار)
۱۴۰۶ ۱۸ شعبان	۱۹۸۶ ۲۷ اپریل	عبدالقدیر نعمانی
۱۴۰۶ ۸ ذوالحجہ	۱۹۸۶ ۱۵ اگست	پیر رشید الدولہ
۱۴۰۶ ۱۱ ذوالحجہ	۱۹۸۶ ۱۸ اگست	علی احمد گوندل (مترجم اقبال)
۱۴۰۷ ۶ ربیع الثانی	۱۹۸۶ ۸ دسمبر	مولانا نصر اللہ خاں خازن
۱۴۰۷ ۱۳ جمادی الاول	۱۹۸۷ ۱۴ جنوری	محمد سرفراز خاں (کالہ)

۱۴۰۷	۳ رمضان	۱۹۸۷	۲ مئی	جشن بدیع الزمان کی کاؤس
۱۴۰۷	۲۷ ذیقعد	۱۹۸۷	۲۵ جولائی	پیر سید محمود شاہ گجراتی
۱۴۰۸	۲ محرم	۱۹۸۷	۲۷ اگست	نوابزادہ ظفر مہدی
۱۴۰۸	۲۳ صفر	۱۹۸۷	۱۷ اکتوبر	حکیم سید ارشاد
۱۴۰۸	۱۸ جمادی الاول	۱۹۸۸	۶ فروری	شیخ عظمت اللہ (پرنسپل)
۱۴۰۹	۴ محرم	۱۹۸۸	۱۷ اگست	صدیق سالک
۱۴۰۹	۹ ربیع الاول	۱۹۸۸	۲۱ اکتوبر	سائیں رحمت اللہ رحمت
۱۴۰۹	۱۰ ذوالحجہ	۱۹۸۹	۱۴ جولائی	ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق
۱۴۰۹	صفر	۱۹۸۹	ستمبر	چودھری محمد احسن (علیگ)
۱۴۱۰	۲۵ رجب	۱۹۹۰	۲۱ مئی	مفتی مختار احمد نعیمی
۱۴۱۰		۱۹۹۰		بشیر منذر
۱۴۱۱	۲۳ ذیقعد	۱۹۹۱	۷ جون	حکیم عبدالرحیم جمیل
۱۴۱۲	۱۳ محرم	۱۹۹۱	۲۶ جولائی	محمد عمر بٹ (شاعر)
۱۴۱۲	یکم صفر	۱۹۹۱	۱۳ اگست	مفتی حمید اللہ
۱۴۱۲	۲۱ شعبان	۱۹۹۲	۲۶ فروری	احسان الحق سلیمانی
۱۴۱۳	۲۹ جمادی الثانی	۱۹۹۲	۲۵ دسمبر	آفتاب مفتی (مدیر تازیانہ)
۱۴۱۳	۲۲ رجب	۱۹۹۳	۱۶ جنوری	مولوی فضل حق (ٹھمکہ)
۱۴۱۳	۱۵ ذوالحجہ	۱۹۹۳	۵ جون	میجر سید ریاض منظور شہید
۱۴۱۴	۱۵ جمادی الثانی	۱۹۹۳	۳۰ نومبر	قربان طاہر
۱۴۱۴	۲۶ رمضان	۱۹۹۴	۹ مارچ	حکیم سید جمیل شاہ
۱۴۱۵	۲۴ ربیع الاول	۱۹۹۴	یکم ستمبر	خواجہ محمد معصوم (موہری)
۱۴۱۵	۱۶ شعبان	۱۹۹۵	۱۹ جنوری	ڈاکٹر محمد اکرم مرزا
۱۴۱۶	۲۲ ربیع الثانی	۱۹۹۵	۱۷ ستمبر	مفتی بشارت احمد نیئر
۱۴۱۶	۲۷ شوال	۱۹۹۶	۱۷ مارچ	خورشید عالم بھٹی (پرنسپل)

صدائے حبر سے آید

زمیندار ڈگری کالج بھمبر روڈ گجرات کی پچاس سالہ تاریخ و تذکرہ مرتب کر رہے تھے کہ عزیزی منیر احمد سلیم کا خط ملا جس میں خاص بات یہ تھی کہ انہوں نے ساتھ ان طلباء کی فہرست منسلک کر دی تھی جنہوں نے زمیندار کالج سے ایف ایس سی کے بعد لاہور کے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا تھا اور ڈاکٹر ہو گئے تھے یا ابھی زیر تعلیم تھے۔ کالج کے لانگ رول اور ڈائریکٹری کی عدم موجودگی میں زمیندار کالج کے تن آور درخت کے یہ پھل پھول اور کلیاں ہمارے علم میں نہیں تھے۔

پھر ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ منیر احمد سلیم کے پیش نظر "اقبال اور گجرات" کا پراجیکٹ ہے۔ کام آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ تن تنہا اس سادہ، حوصلہ مند نوجوان نے ایک ادارہ کا کام اپنی پہلی کتاب میں سمیٹ لیا۔ وہ جو سندھ کی روشن مثال ہیں انہوں نے ایک ایک نکتہ پر بیاباں قطع کئے ہیں۔

مسٹر منیر احمد سلیم کی شادی خانہ آبادی کی خبر آئی۔ بڑا اطمینان ہوا۔ خیال تھا اب تو ڈاکٹری کرنا ہی پڑے گی۔ ایسا ہی ہوا کلینک کھل گیا مگر ساتھ ساتھ خبر وحشت اثر سنی کہ گجرات کے مردوں کو زندہ کرنے کے دوسرے پراجیکٹ پر کام کا ارادہ رکھتے ہیں پھر ہم دیکھتے رہے اور وہ کبھی مشرق کو کبھی مغرب کو، جنوب کبھی شمال کو اپنے گھوڑے (موٹر سائیکل) پر اڑتے رہے اور زیر لب کہتے سنے جاتے رہے۔

ہم سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

منیر احمد سلیم کے سلسلے میں یہ سوچ بھی بار بار ابھرتی تھی کہ عزیز گرامی نصیحت نامہ سے الرجک ہونگے۔ مگر نصیحت بھی ضروری تھی۔ ایک دن موقع دیکھ کر کہا۔ منیر جی! ڈاکٹر احمد حسین قریشی، ڈاکٹر مظفر حسن ملک، شریف کنجاہی اور ڈاکٹر غلام حسین انظر جغادری قسم کے بزرگ ہیں ان سے ملتے رہا کریں۔ مگر عطاءئے توبہ لقاے تو کے مصداق منیر احمد سلیم نے کہا سر! ان کی درگاہوں سے نیاز تو ملتی ہوگی مگر ۰۰۰ یہ آدھی نصیحت تھی پوری بات یہ کہنا تھی کہ ان بزرگوں سے ملتے رہیں دعائیں دیں گے البتہ کسی قدم پر ملٹن کو نہ بھول جانا جس نے انگریزی ادب کی رزمیہ شاعری میں الگ راہ بنائی تھی۔ کبھی

لکیر کا فقیر نہ بننا اور بات کو حرف آخر سمجھ کر ہمت نہ ہار دینا۔ خوشی کی بات ہے کہ منیر احمد سلیم نے اپنی راہ بنانے میں جان لڑادی ہے اور سند و مستند کی کڑی شرط نبھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

تاریخ و تذکرہ کیلئے سچ کو دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی کافی نہیں ہے کہ تاریخ مبارک شاہی میں یہ لکھا ہے اور تاریخ فیروز شاہی کا مصنف یہ کہتا ہے۔ اسی لیے جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی نے کہا کوئی صاحب اگر آیت قرآنی تلاوت فرمائیں تو قرآن کھول کر تصدیق کر لیں۔ آنکھیں بند کر کے مان لینا کوئی سلیقہ کی بات نہیں۔ ایک اور ادیب شہیر و محقق بے نظیر نے فرمایا سچ کو بار بار دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ سونے کو ایک بار پگھلانے سے سارا کھوٹ نہیں نکل جاتا۔ بار بار پگھلا کر دیکھیں سو بار پگھلائیں گے تو کندن بنے گا۔

منیر احمد سلیم بھی ادھر ادھر جو لکھا ہے درست مان لیتے تو کیا بات بنتی ایک مثال "مادہ تاریخ وفات" سامنے کی چیز ہے۔ انہوں نے "خفتگان خاکِ گجرات" میں شامل مادہ ہائے تاریخ وفات کو ایک بار پھر بحساب ابجد، حساب کر کے دیکھا اور معلوم ہوا کہ کئی جگہ اعداد کم و بیش ہیں۔

ہر ایک محقق میں ایک راجہ پورس اندر چھپا ہونا چاہیے جو کسی اتھارٹی کو یونہی ماننے کیلئے تیار نہ ہو۔ یا اس کے اندر "جس رت" جمرتھ موجود ہونا چاہیے۔ باغی رجحانات والا، ہر بات پر کہنے والا "میں نہ مانوں" یہ رجحان منیر احمد سلیم میں موجود ہے۔ شاید اسی لیے انہوں نے عام روش کتاب سے ہٹ کر جمرتھ کے تذکرہ میں کئی صفحات صرف کیے ہیں۔

تلاش اور دریافت کی دنیا کا اپنا ایک اور تقاضا ہے۔ سچ کا اظہار لچھے دار بیانات کی صورت میں ہوتا۔ اظہار سیدھا سادا سپاٹ ہونا چاہیے۔ صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں نسبت بے رنگی کا ذکر ملتا ہے یہ ایسے مقام کا نام ہے جہاں ان بزرگوں کو دکھ ہے نہ سکھ، خوشی نہ غم، راحت نہ بے آرامی! سب بے معنی۔ حافظ شیراز نے کہا تھا۔

غلام ہمت آنم کہ زیرِ چرخِ کبود

ہر آنچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

منیر احمد سلیم جو بات کہتے ہیں سپاٹ، سیدھے سادے الفاظ کہتے ہیں اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ! بات سچ کہنے کی عادت ہے زور یا کمزوری کی نہیں۔ میکالے مؤرخ بھی تھا۔ زورِ بیان میں بات کہتا جاتا تھا ایک دوسرے مؤرخ نے خبردار کیا کہ میکالے سے کسی بات کی سند نہ مانگیں اس کے ہاتھ خالی ہیں صرف زبان و بیان ہے جو تاریخ و تذکرہ نہیں۔ محمد بن قاسم پر سب سے اچھا نسیم حجازی نے لکھا ہے۔

مگر لکھانا دل ہے فتح سندھ کی تاریخ اور فاتح سندھ کا تذکرہ نہیں لکھا جو کسی منیر احمد سلیم کا منتظر ہے۔ اس جگہ ایک ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ سیدھے سادے سپاٹ بیانات کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ عزیز منیر احمد سلیم نے پرانے انداز کا ایک تذکرہ لکھا ہے۔ مگر یہ تذکرہ پرانے انداز کا نہیں۔ پرانے تذکرہ نویسوں کی اکثریت کو تحقیق و تفتیش سے غرض نہیں تھی۔ صرف ایک دوسرے پر اکتفا کرتے تھے یا سنی سنائی باتیں کہتے جاتے تھے مولانا محمد حسین آزاد کی "آپ حیات" سے متعلق مولانا شبلی نعمانی نے کہا "پھر وہ ادھر ادھر کی گپ شپ ہانکتے ہیں جو ابہام معلوم ہوتی ہے" اور یوں سوچیے تو تحقیق میں مولانا شبلی بھی صفر تھے جس طرح تنقید میں "لٹری ہسٹری آف پرشیا" والے ڈاکٹر براؤن صفر تھے۔ مگر "خفگان خاکِ گجرات" میں ہر بات بلاشبہ جانچی پرکھی ہوئی ہے اور ہر بیان اپنی قدر و قیمت اور سند رکھتا ہے۔

عزیز ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیم نے اس گرانقدر کام کو ہمارے نام سے منسوب کیا ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ ہم اس کتاب پر اپنی تفصیلی رائے فی الحال نہیں دے رہے۔ کتاب چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں آجائے بہت وقت ہو گا کہ ہم مل بیٹھیں اور کتاب کے حسن و قبح پر تفصیل سے بات کریں۔ فی الحال عزیز اگر برداشت کر لیں تو یہ نصیحت پلے باندھ لیں کہ کتاب ہذا کی اشاعت کے بعد کم از کم چھ مہینے تک کسی تیسرے پراجیکٹ پر ہاتھ نہ ڈالیں۔ راوی منیر احمد سلیم کے نصیب میں آرام و چین لکھتا ہے۔

حامد حسن سید

پروفیسر زبان و ادبیات انگریزی

گجرات ۱۹، اگست ۱۹۶۷ء

اظہارِ تشکر الحمد لله

اس کتاب کے سلسلے میں بہت سے مہربانوں کا تعاون حاصل رہا۔ ان سب کا شکریہ لازم ہے۔

جنہوں نے مجھے اس قابل بنایا :- تمام اساتذہ کرام خصوصاً چودھری اکبر علی، جناب ولایت شاہ

اور جناب سیف الرحمن سیفی، میرے والدین بھائی اور تمام دوست احباب

جنہوں نے اس کام کی تحریک دی :- محترم حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری، سید عارف مجبور

جن کی تحریروں سے استفادہ کیا :- ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری، ریاض مفتی، پروفیسر محمد اسلم،

محمد صادق قصوری، اصغر علی گھرال، پروفیسر حامد حسن سید، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحبان

کتب کی فراہمی کے لئے :- ریاض مفتی، سید عارف مجبور، چودھری محمد اشرف، عارف میر

جو میرے ساتھ چلے :- ریاض مفتی صاحب قدم قدم پر میرے ساتھ رہے۔ سردی گرمی میں،

بادوباراں میں، دور اور نزدیک کے سفر میں ہر جگہ ! ان کی دوستی میرا قیمتی سرمایہ ہے۔

جن سے قیمتی معلومات حاصل ہوئیں :- ڈاکٹر پیر نصیر، شاہ زمان بٹ پروفیسر مشتاق وڑائچ

صاحب، حکیم ضیاء الرحمن، عبداللہ شاہ، غضنفر شاہ، پروفیسر منیر الحق کعبی، سید عارف مجبور، شاہد حمید وڑائچ،

بابو محمد منصور، بابا راز گجراتی، صادق لطیف سعدی، کلیم احسان بٹ صاحبان

جو میرے لئے معلومات اکٹھی کر کے لائے :- ماسٹر ولایت بیگ، ماسٹر اعجاز احمد، ماسٹر

منظور قادر، سید عابد حسین نجم، خموش چیچیانوی، بی ایچ یو عالمگڑھ میں میرے عملے کے افراد، فضل حسین،

شوکت علی انجم، مظہر اقبال، نصیر احمد کسینینٹر اور شوکت علی آف مرزا

مفید مشوروں کے لئے :- شریف کنجاہی صاحب، جناب اختر فتح پوری، کیپٹن شاکر کنڈان

خوبصورت کمپوزنگ کے لئے :- اپنے دوست محمد اسلم مرزا کا جنہوں نے میرے طرح طرح

کے نخرے برداشت کیے اور نئی نئی تکنیکی خوبصورتیوں سے کتاب کو سجایا۔

اپنی بیوی اور بیٹی کا شکریہ بھی واجب ہے کہ اکثر ان کا وقت بھی کتابوں میں صرف کیا۔

اور ان گنت اجنبیوں کا جنہوں نے میرے ساتھ کبھی بھڑوں کا مقابلہ کیا، کبھی ریت میں پھنسے

موٹر سائیکل کو دھکا لگایا اور کبھی قبریں تلاش کرنے میں میری مدد کی۔ اور معلومات بھی فراہم کیں۔

اکابرِ خفتگانِ خاک

۱۹۹۶ء

”سعیِ عالی ہمہ ڈاکٹر منیر احمد سلیم“

۱۴۱۷ھ

لکھا ہے تذکرہ خوب تو نے
 نیا تحقیق کو عنوانِ بخشا
 حیاتِ نوبلی ہے خفتگانِ کو
 زمیں میں دفن ہیں کیا کیا خزان
 لٹائے ہیں گہرے ہائے معانی
 کیا مذکور ذکرِ پاکبازاں
 عمیاں جس سے گم کردہ حقیقت
 عجب کی ہے حقائق کی وضاحت
 ہوئی ہے رفتگان کی طبعِ سیرت
 نمایاں ہو گئی ان کی فضیلت
 ہوئے روشن چراغِ علم و حکمت
 زہے بختِ منیرِ باسعادت

”بہارِ باغِ گم گشتہ“ ہے لاریب

۱۹۹۶ء

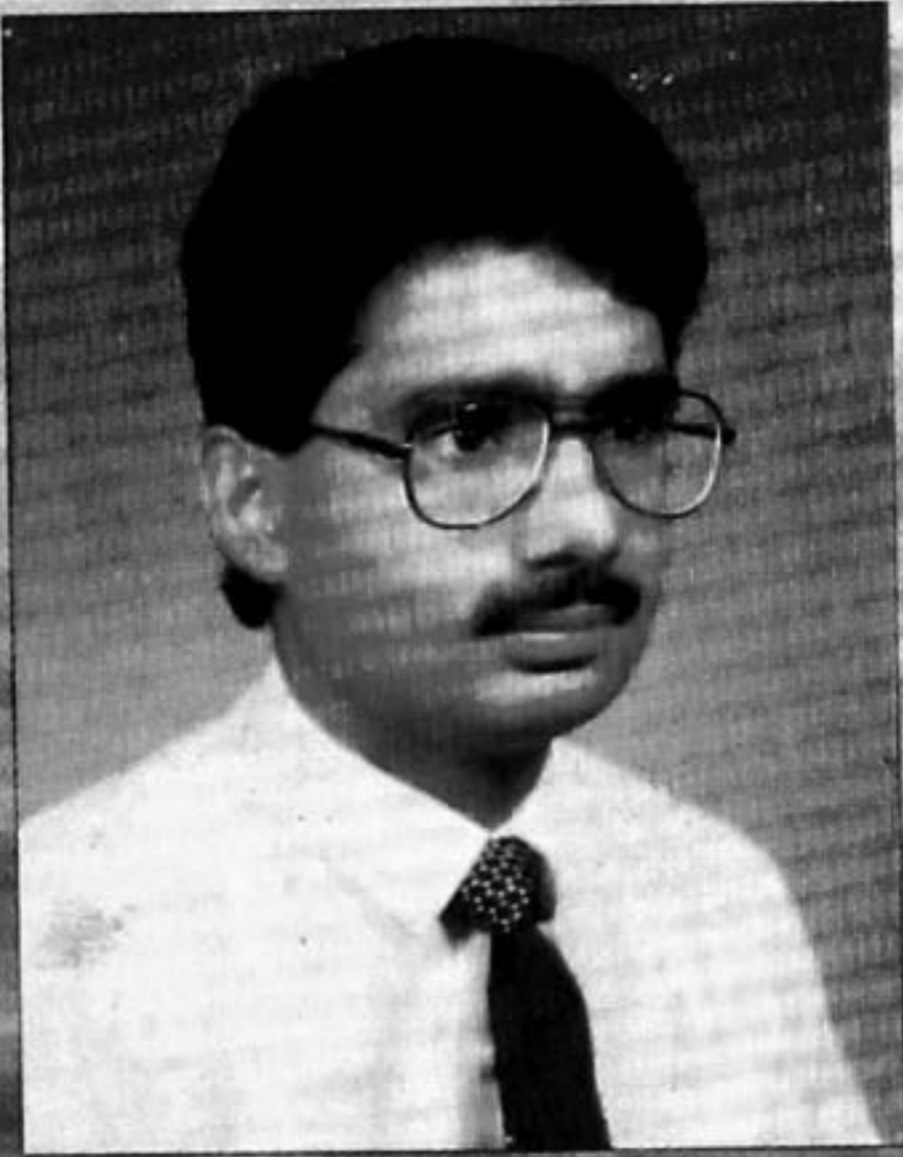
کہو بہجور تم سالِ طباعت

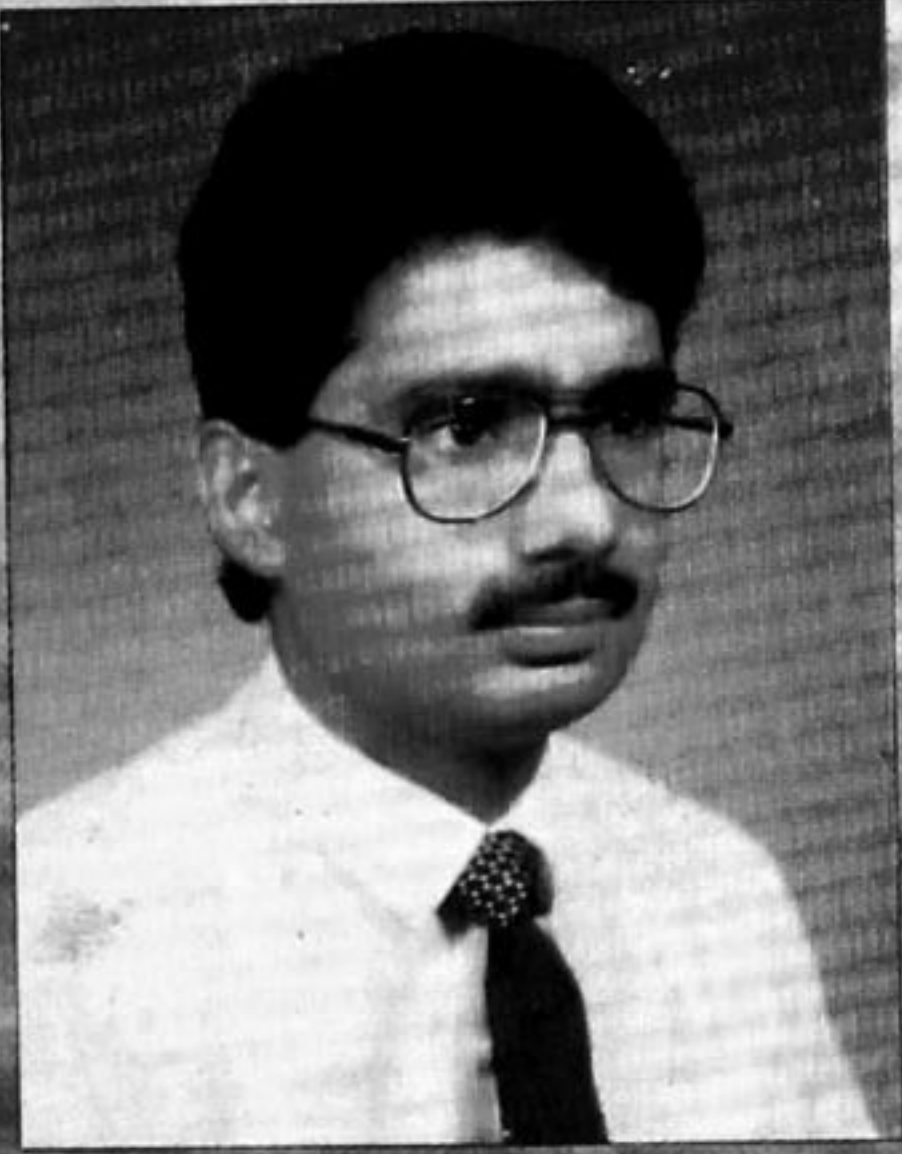
سید عارف بہجور رضوی

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلج نے ۳ جنوری ۱۹۶۸ء کو گجرات کے نواحی گاؤں لوراں میں جنم لیا۔ گورنمنٹ پرائمری سکول لوراں سے پرائمری، گورنمنٹ ریاض الدین احمد ہائی سکول مدینہ سیداں (گجرات) سے مڈل اور میٹرک اور زمیندار کالج گجرات سے ایف ایس سی کے امتحانات پاس کیے۔ بورڈز میں نمایاں رہے اور وظائف حاصل کیے۔ زمیندار کالج میں قیام (۸۵-۱۹۸۳) کے دوران بیالوجیکل سوسائٹی کے جنرل سکریٹری، کالج کے بہترین مضمون نگار اور گورنوالہ ڈائریکٹوریٹ آف کالجز کے تحت منعقدہ مقابلہ مضمون نویسی (اقبالیات) میں دوم رہے۔

۱۹۹۱ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ اسی دوران ایم اے پنجابی کا امتحان بھی نجی حیثیت سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور کالج کے مجلے "کیمکول" کے مدیر بھی رہے۔ کے ای کی کونٹریٹیم کے رکن کی حیثیت سے بہترین انفرادی سکور حاصل کیا۔ ۳۵ کے قریب علمی و تحقیقی مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں جو تحقیق، تنقید، ترجمہ، تذکرہ، تاریخ، اقبالیات، پنجابی زبان و ادب سے متعلقہ ہیں ۱۹۹۳ء میں ایم اے اُردو کا امتحان بھی پاس کیا۔ تصانیف میں

- ۱۔ اقبال اور گجرات۔ اقبال اکادمی لاہور ۱۹۹۶ء۔ ۲۔ خفتگانِ خاکِ گجرات۔ ۱۹۹۶ء۔
- ۳۔ احوال و آثار مولوی نور الدین انور (زیر طبع) ۴۔ علمی مشاہیر کے خطوط (قلمی مسودہ)
- ۵۔ گجرات کے نامور پنجابی شعراء (زیر ترتیب) ۶۔ احوال و آثار میاں محمد بونا گجراتی (زیر طبع)
- ۷۔ علمی مشاہیر گجرات (جلد اول۔ قلمی مسودہ) ۸۔ احوال و آثار خوشی محمد ناظر (زیر ترتیب)





فُنُكَاانِ خَاكِ كِجْرَانِ

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیم